اُذکُروا موتاکُم بالخیرہ

دفتر ثانی

مآثر الکرام

موسوم بہ

سروِ آزاد

مصنّفہٖ

حسّانُ الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی المتوفّٰی سنہ ۱۲۰۰ھ

کہ در سنہ ۱۱۶۶ ہزار و یک صد و شصت و شش ہجری تصنیف شد

ومحتوی است بر احوال شعرائے متاخرین کہ بعد از ہزار ہجری تا زمانہ تصنیف کتاب موجود بودند

ومنقسم است بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر یک صد و چہل و سہ (۱۴۳) شعرائے فارسی

فصل دوم۔ در ذکر ہشت (۸) شعرائے ہندی

بسعی و تصحیح و تحشی عبد اللہ خاں و بہ اہتمام مولوی عبد الحق صاحب

در مطبع دخانی رفاہ عام لاہور دار السلطنت پنجاب مطبوع شدہ

واز طرف مصحح از کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن شائع گردید

سنہ ۱۹۱۳ع

طبع اول — (۲۱۰۰) جلد

مولوی چراغ علی صاحب مرحوم المخاطب بہ نواب اعظم یار جنگ بہادر کی

لاجواب کتاب

"کریٹکل اکسپوزیشن آف دی پاپیولر جہاد" کے اردو ترجمہ

تحقیق الجہاد

مترجمہ مولانا غلام الحسنین صاحب پانی پتی مترجم "فلسفہ تعلیم" ہربرٹ اسپنسر پر

حکیم سید شمس اللہ قادری۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ ایف۔ آر۔ ایچ ایس عالم آثار قدیمہ کا

ریویو

عیسائی مصنفین اسلام پر ہمیشہ سے یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ "مذہب اسلام دنیا میں بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے"۔ اسلامی تاریخ میں جو واقعات غزوات۔ سرایا۔ اور بعوث کے نام سے مشہور ہیں اُن کو یہ لوگ کچھ ایسی رنگ آمیزی و ملمع سازی سے بیان کرتے ہیں جس کی بنا پر یہ مشہور ہو گیا ہے کہ بانی اسلام اور ان کے اتباع نے "ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لیکر مذہب اسلام کی اشاعت کی"۔

مسئلہ جہاد کے ساتھ غلامی۔ تسرّی وغیرہ پر بھی عیسائی دنیا کی طرف سے اعتراضات ہوا کرتے ہیں جن کی تردید ہمیشہ مسلمانوں کی طرف سے ہوتی رہی ہے۔ ہندوستان کی مسلّمہ مشترکہ زبان اردو میں بھی اس موضوع پر متعدد اصحاب تصنیف و تالیف کر چکے ہیں مثلاً مولوی رحمت اللہ مرحوم۔ مولوی آل حسن مرحوم مولوی عنایت رسول مرحوم ہندوستان میں مشہور مناظر گزرے ہیں۔ فخر قوم سر سید احمد خاں مرحوم نے بھی عیسائیوں کے اعتراضات کے نہایت عالمانہ اور محققانہ جوابات دئیے ہیں۔ اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم نے بھی مذہب اسلام کی حمایت میں ہمیشہ بے مثل کتب و رسائل تالیف کیے ہیں۔ ان سب مصنفین کی کتابیں بجائے خود نہایت عمدہ اور بہت قدر کے قابل ہیں مگر "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است"۔ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی تحریر میں ایک نویہ خصوصیت ہے کہ طرز ادا نہایت سادہ اور طریقہ استدلال نہایت مستحکم ہوتا ہے۔ دوسرے ان سے پہلے بہ ظاہر کسی مصنف نے مسئلہ جہاد پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی سر سید مرحوم کی تفسیر القرآن جلد چہارم میں اگرچہ غزوات کا ذکر بہت کچھ ہے مگر محض وہ نوٹ ہیں جو تفسیر کی جلدوں میں محسوب اور شامل ہیں۔ ۱۸۸۵ء میں مولوی چراغ علی صاحب نے خاص اسی موضوع پر مندرجہ عنوان مستقل کتاب تصنیف کی۔ اس کے تین حصے ہیں۔

ڈیڈیکیشن

عالیجناب مستغنی عن الالقاب جامع مفاخر دنیا و دین مخدوم ملک و ملت آنریبل عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی سی - ایس - آئی مشیر خاص نواب مدار المہام بہادر کو بطور خصوصیات خاندانی کے علم ادب سے نہایت گہری دلچسپی اور بہ نظیر مناسبت عالی ہے - اس لحاظ سے میں عقیدت و خلوص کے ساتھ اس کتاب کو جناب ممدوح کے نام نامی و اسم گرامی کے ساتھ معنون و منسوب کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں +

گر قبول افتد زہے عز و شرف

جناب ممدوح کو بلحاظ علم و فضل جو شہرت و عظمت و اقتدار آج حاصل ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اس ہفتاد سالہ عمر میں آپ دو عظیم الشان ملکی و دینی خدمتیں انجام دے رہے ہیں ایک تو عالیجناب نواب مدار المہام بہادر کے مشیر ہونے کی حیثیت سے ایک اسلامی سلطنت کے مہمات کی انجام دہی - دوسرے ایک قومی و مذہبی مقدس خدمت یعنے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ جو ایک ثلث سے کچھ زیادہ ہو چکا ہے اور جس کے لئے تمام مسلمانان عالم آپ کے مشکور و ممنون ہیں اس ضروری و مفید کام کے لئے آپ سے زیادہ موزون کوئی دوسرا بزرگ میسر نہیں آسکتا - لہذا تمام ملک کی دلی خواہش اور دعا ہے کہ خداوند عالم جناب موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر طبیعی کو پہنچائے اور آپ کے مفید کاموں کو مکمل اور اُن سے ملک کو مستفید فرمائے +

خاکسار عبد اللہ عمادی

کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن	۱۳ - اگست سنہ ۱۹۱۳ء ۱۷ رمضان سنہ ۱۳۳۱ھ چہارشنبہ

خلاصۂ فہرست کتاب

(۱) تفصیل حصص کتاب
(۲) فہرست دیباچہ کتاب
(۳) فہرست مستقل تراجم مندرجہ کتاب
(۴) فہرست اسماء اصحاب کہ ذکرشاں ضمناً وارد شد

فہرست تراجم ماثر الکلام

دفتر ثانی

موسوم بہ سروِ آزاد

مشتمل بر دو فصل

فہرست تراجم فصل اول

در ذکر (۱۴۳) شعراے فارسی

فہرست تراجم فصل دوم

در ذکر (۸) شعراے ہندی بھاشا

فہرست اسماء اصحاب کہ ذکر شان ضمناً وارد شدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرمایۂ حمد نیاز مبدعے کہ ارواح معانی را باقوالب الفاظ آمیخت وسبعۂ معلقۂ
افلاک را از در قدرت آویخت وجواہر صلوات نثار امّی کہ نقش کلام معجز بر صفحۂ
روزگار نشاند ومحضر دعوے زبان آوران را بہ مہر سکوت رساند واولاد والا نژاد
کہ مبادی فن ولایت واصحاب عالیجناب کہ مطالع دیوان ہدایت اند۔

امّا بعد عرض می دارد پا شکستۂ زاویۂ گمنامی فقیر **غلام علی** متخلص بہ آزاد
حسینی واسطی بلگرامی کہ این دلدادۂ زلف سخن ومخلص معنی طرازانِ نو وکہن پیش
ازین بخدمت موزونانِ سلف وخلف پرداختہ وتذکرۃ الشعرائے مسمی بہ **ید بیضا**
محرر ساختہ امّا آن نسخہ نقش انگارہ[1] وتصویر تنگارہ بود لہذا بعد فراہم رسیدن بعضے
از مواد رنگ اصلاح ریختہ شد ونقش ثانی بہ از اوّل برانگیختہ وچون سخن رسا
تر از نشۂ شراب وسریع تر از پرتوِ آفتاب است ہر دو **ید بیضا** دستگاہ شہرت
بہم رساند وجا بجا پرتو رواج افشاند۔

اکنون نظر دقیقہ سنج نسخۂ ثانی را ہم نے تواند پسندید ودر میزان اعتبار نمی
تواند سنجید۔ طبع نیرنگ درین شیوہ معذور است وشیشۂ بوقلمون در تلون مجبور کہ
چندانکہ ملکات می افزاید۔ ساختۂ وپرداختۂ پیشین تقویم پارین بہ نظر می آید وہرگاہ
احکام عالم الغیب والشہادۃ بہ اقتضاء مصلحتے رنگ می گرداند وخزانِ نسخ بہم

[1] بمعنے نقش ناتمام ۱۲

می رساند کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا[1] احکام ساکنانِ حضیضِ امکان و فرو رفتگانِ اَسْفَلَ السَّافِلِیْنَ نقصان بہ طریق اولی قابل تبدیل و نیاز مند تعدیل تواند شد ہر چند نسخ اول ثمرۂ حکمت است و نسخ ثانی نتیجۂ غفلت اَلْحَقُّ تا کہ مصنف نشئۂ زندگی در سر و لباس عنصری در بر دارد کتاب بہ انجام نمے تواند رسید و طرۂ گفتگو سر از درازی نمی تواند پیچید کہ بعد از نظر ثانی و ثالث و ھَلُمَّ جَرًّا انقصانہا گل می کند و خارہا در خاطر می شکند بلے روزے کہ مصنف تمام شود تصنیف نیز رنگِ مصنف گیرد و از لب بستنی کار رسالہا صورت پذیرد۔

آوردہ اند کہ رکن قلم و سخندانی عماد کاتب اصفہانی وقتے علم مناقشہ افراخت و اعتراضے بر کلام استاذ البلغاء قاضی عبد الرحیم نسائی متوجہ ساخت قاضی جواب درستے تحریر نمود و بادۂ صافی بر مجلسیان عالم انصاف پیمود ملخص جوابش این کہ "قَدْ وَقَعَ لِیْ شَیْءٌ وَّمَا اَدْرِیْ اَوَقَعَ لَكَ اَمْ لَا وَهُوَ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَا یَكْتُبُ كِتَابًا فِیْ یَوْمِهٖ اِلَّا یَقُوْلُ فِیْ غَدِهٖ لَوْ غُیِّرَ هٰذَا لَكَانَ اَحْسَنَ وَلَوْ تُرِكَ ذٰلِكَ لَكَانَ اَوْلٰی وَهٰذِهٖ عِبْرَۃٌ عَظِیْمَۃٌ وَّحُجَّۃٌ مُّسْتَقِیْمَۃٌ عَلٰی اِسْتِیْلَاءِ صِفَۃِ النُّقْصَانِ عَلٰی طَبِیْعَۃِ الْاِنْسَانِ"

و من ہیچمدان پیش از تالیف کتاب نظر بر عواقب امور داشتہ ام و در عنوانِ نسخۂ ثانی بہ خامۂ اعتذار این عبارت نگاشتہ:۔

"و با آنکہ سامان اصلاح چنانچہ باید و شاید ہنوز بحصول نہ پیوستہ و صورت این مدعا"
"خاطر خواہ نقش نہ بستہ اما باعث سرعتِ خامۂ خوشخرام در طی این مقام آنست کہ"
"حیات فانی گرہی است بر باد چشم بقا از و نتوان داشت و پیکر جسمانی حبابے است"
"بر آب - کار این دم بنفس دیگر نباید گزاشت"

[1] البقرہ ۲ - آیت ۱۰۰۔

"بیت پرتوِ عمر چراغی است کہ در بزم وجود ... بہ نسیم مژہ بر ہم زدنی خاموش است"

الحاصل بعد تالیفِ ید بیضا بخاطر رسید و سرپنجۂ حب الوطن دامنِ دل کشید کہ کتابی در ذکر صاحب کمالانِ بلگرام صَانَہُ اللّٰہُ عَنْ طَوَارِقِ الْاٰیَامِ بہ تحریر در آید۔ و آثاریکہ در نقاب خفا متواری است جلوۂ ظہور نماید۔ لختے بہ تحقیق و تنقیح مطالب پرداختم۔ و طاؤسان معانی را بگلدامِ عبارت بند ساختم کتابے در پنج فصل صورت بست۔ و شاہدے کہ گرد خیال می گشت بر کرسی نشست نخست قرعۂ وحدت انداختم۔ و فصول خمسہ را در مجلد واحد جمع ساختم۔ و گروہے کہ بخلعت جامعیت آراستہ اند۔ و بجواہر حیثیات پیراستہ مثل عرفان طرازی و نکتہ پردازی۔ ہم فصل فقرا را سرمایۂ طراوت بخشیدند۔ و ہم فصل شعرا را سامانِ نضارت۔ اما در موضعِ اول دائرۂ استیعاب بر سطح ورق کشیدم و در موضعِ ثانی رشتۂ حوالہ در انگشت قلم پیچیدم۔

شخصے خواست کہ نقل فصول شعرا بردارد۔ و فصلین فقرا و فضلا را واگذارد۔ درین صورت حال ارباب حوالہ معلق می ماند و کلام شاعر بے ترجمہ خاطر مورخان را بہ تسلّی نمی رساند لہٰذا کتاب را بدو دفتر تقسیم کردم۔ و تفصیلیانِ دفتر اوّل را درین دفتر نیز بر سبیلِ اجمال و استقلال بہ تحریر در آوردم۔

نام دفتر اوّل مآثر الکرام تاریخ بلگرام است مشتمل بر دو فصل فقرا و فضلا نَوَّرَ اللّٰہُ مَضَاجِعَھُمْ

و نام این دفتر سرو آزاد است نیز محتوی بر دو فصل فصل اول در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جَزَاھُمُ اللّٰہُ بِجَائِزَۃِ الْخَیْرِ

و برائے شعراء عربی انموذجے علیحدہ بزبان عربی طرح انداختم و فصحاء تازی

را با شعراء فارسی مزج نساختم۔ کہ فارسی دانان بسیط مطالعۂ اشعار عربی را وا می گزارند۔ و کاتبان عجم زبان عرب را بہ تحریفات از صورت نوعے بر می آرند۔
و بہ تقریب مردم بلگرام جمعے دیگر را درین محفل خوانده ام و قوافل سخن را از کجا تا بکجا رسانده۔ لمؤلفہ

این تازه سواد سرمۂ دیدار است — سرمایۂ بینشِ اُولِی الاَبْصَار است
ہر چند تکلفے ندارد امّا — چون نقش فرنگ سادۂ و پر کار است

اکنون تاریخ ترتیب کتاب ثبت می نمایم۔ و نظر ہا را بہ نہال سیرابی نضارت می انگیزایم ؎

خوشا مشاطۂ کلکِ ہنرمند — بہ رخسارِ ورق مالیده غازه
شنو از قمریانِ غیب تاریخ — نشاند آزاد سروِ سبز تازه ۱۱۶۶ھ

اُمید از حکماء این فن و حرکت شناسانِ نبض سخن آنکہ اگر خدمت نیازمند پسند اُفتد۔ نوشدارو ے دعا مرحمت نمایند۔ و اگر سقمے ملاحظہ شود۔ بہ معجون لطف معالجہ فرمایند۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ ھُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ الْمُعِیْنُ

فصل اوّل درذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

نخستین خامۂ زمزمہ سنج شرافت کلام موزون و اصالت این دُرِّ مکنون بیان می سازد و سامعۂ سخن پرستان را باین حرف دلنشین می نوازد۔
ارباب سیر اتفاق دارند کہ در محفل اقدس رسالت پناہی و رسانندۂ نفائس وحی الٰہی عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَ اَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ نسیم سخن موزون می وزید و غنچۂ لعل مبارک با تبسّم آشنا می گردید و ہرگاه خاطر ملکوت ناظر از استماع سخن می کشود مخاطب را بہ خواندن شعر دیگر پیہم اشاره می فرمود۔
و موزونانِ پایۂ تخت رسالت را بہ ہجو مشرکان مامور می ساخت و طائفۂ

معنی طرازان را بہ انعام صلات و اقسام عنایات می نواخت خطاب[1] اُهْجُوا الْكُفَّارَ فَاِنَّهَا اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِّنْ رَشْقِ النَّبْلِ[1] و نصب[2] منبر برائے حسان بن ثابت رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ و دعا[3] اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ و حدیث[4] هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى و عطائے[5] شیرین نام جاریہ بہ حسان رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ در وجہ صلۂ شعر و انعام[6] بردِ مبارک بہ کعب بن زہیر در جائزۂ قصیدۂ بَانَتْ سُعَادُ مشہور است و در کتب معتبرہ مسطور۔

و در تفسیر قرطبی آوردہ قال کعب (ابْنُ مَالِكٍ) ؎

جَاءَ السَّخِيْنَةُ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا وَلَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود "لَقَدْ مَدَحَكَ اللّٰهُ يَا كَعْبُ فِيْ قَوْلِكَ هٰذَا" و در روایتے آمدہ کہ حضرت فرمود اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَنْسَ ذٰلِكَ لَكَ یعنی بدرستی اللہ تعالے فراموش نکند ایں شعرے کہ تراست[2]۔

حواشی

مراد از سخینہ[3] بخائے معجمہ بروزن سفینہ قریش اند و در اصل سخینہ طعام است کہ از آرد و روغن ترتیب دہند۔ قریش این طعام را اکثر استعمال مے کردند و مردم دیگر ازین وجہ قریش را طعنہ می زدند تا بحدیکہ نام ایشان سخینہ اُفتاد و لیغلبن صیغۂ مجہول است و مغالب صیغۂ اسم فاعل و غلاب صیغۂ مبالغہ یعنی آمدند قریش تا غالب شوند بر پروردگار خود را و ہر آئینہ مغلوب می شود غلبہ جوئندہ بر کسے کہ سخت غالب است یعنی حق سبحانہٗ و تعالے۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۵۵۰ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ * [2] تفسیر در المنثور جلد ۵ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ مصر۔
[3] مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ دہلی ۱۲۷۱ھ ہجری۔

و شیخ جلال الدین سیوطی در خصائص کبری روایت مے کند کہ۔

نابغہ جعدی شعرے در حضور پر نور حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم خواندہ فرمود اَجَدْتَ لَا یُفْضِضِ اللّٰہُ فَاكَ یعنی شعر جید گفتی نشکند خدائے تعالےٰ دنداں ترا۔

عمر نابغہ یکصد و چند سال شد دندانے نہ ریخت[1]۔ و در روایتے ہر گاہ دندانے می اُفتاد بجائے آں دیگر می روئید۔

و بیہقی در دلائل[2] بابے مستقل عقد کردہ و گفتہ بَابُ اَخْتِبَارِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشِّعْرَ و حدیثے طویل آوردہ از جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حاصل مضمون حدیث آنکہ مردے نزد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم آمد و گفت یا رسول اللہ پدر من می خواہد کہ مالم بگیرد حضرت فرمود پدر خود را پیش من بیار۔ چون پدر او آمد۔ حضرت فرمود پسر تو می گوید کہ تو مال او را مے گیری۔ عرض کرد کہ بپرس یا رسول اللہ او را کہ مصرف مال او نیست مگر عمات و قرابات او۔ آیا صرف نکنم آن را بر نفس خود و عیال خود۔ پس نازل شد جبریل علیہ السلام و گفت یا رسول اللہ این شیخ در نفس خود شعرے گفتہ است کہ تا گوش او نرسیدہ یعنی ہنوز از زبان بر نیامدہ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم پرسید آیا گفتی در نفس خود شعرے۔ شیخ گفت لَا یَزَالُ یَزِیْدُنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِكَ بَصِیْرَۃً وَّ یَقِیْنًا یعنی ہمیشہ افزون کناد مارا اللہ تعالیٰ بتو بصیرت و یقین را۔ و ہفت عدد

---

[1] دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ و خصائص کبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ ہر دو مطبوعہ حیدر آباد دکن۔

[2] در نسخۂ دلائل بیہقی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن تفحص نمودہ شد۔ اما این باب و حدیث مذکور بنظر نیامدہ۔ آرے این روایت مع ہفت عدد ابیات در کتاب سیرۃ محمدیہ مؤلفہ مولوی کرامت علی دہلوی مرحوم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۴۲۰ منقول است و صرف ابیات در شرح حماسہ تبریزی صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ یورپ بمقام بن سنہ ۱۸۲۸ء ہم موجود است۔

ابیاتے کہ گفتہ بود بعرض رسانید اولش این است ؎

غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَّعَلْتُكَ يَافِعًا ✦ تَعَلُّ بِمَا اَجْنِىْ عَلَيْكَ وَتَنْهَلُ

جابر رضی اللہ عنہ گوید فبکی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَخَذَ تَلْبِيْبَ اَبْنِهٖ وَقَالَ لَهٗ اِذْهَبْ فَاَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی گریست حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم از استماع ابیات۔ پس گرفت گریبان پسر را و فرمود برو۔ تو ومال تو پدر ترا است۔

مسئلہ تصرف پدر در مال پسر بقدر ضرورت بہمیں حدیث ثابت شدہ و در حدیث شریف آمدہ ذُکِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۳)

و ابن سیرین گفت هَلِ الشِّعْرُ اِلَّا كَلَامٌ لَّا يُخَالِفُ سَائِرَ الْكَلَامِ اِلَّا فِى الْقَوَافِىْ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ۔

مقصد آنکہ شعر فی نفسہ مذموم نیست بلکہ حسن و قبح راجع می شود بمدلول و درین امر خود نظم و نثر مساوی است۔ و معنی قبح آنست کہ مخالف شرع باشد مثل ہجو و شتم مسلمانے یا کذبے کہ موجب اضرار باشد نہ کذبے کہ محض برائے تحسین کلام آرند۔ چہ قصیدۂ بانت سعاد فراوان اغراقات دارد و متضمن تغزل با سُعاد و تشبیہ رضاب بہ شراب است ؎

تَجْلُوْ عَوَارِضَ ذِىْ ظَلْمٍ اِذَا ابْتَسَمَتْ ✦ كَاَنَّهٗ مَنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُوْلُ[1]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ را شنید و انکارے نفرمود[2]

و ازین زیادہ تر آنکہ واصف حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم در حدیث کَانَ

---

[1] شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۳۲ مطبوعہ یورپ ۱۸۷۱ء

[2] کتاب الموشّی صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ یورپ ۱۳۰۲ ہجری بمقام بریل

عُنُقَهٗ جِیْدُ دُمْیَۃٍ برای تصویر مدعا گردن مبارک را بہ گردن تمثال عاج تشبیہ دادہ و آن را مضایقہ ندانستہ۔

وقفال وصیدلانی کہ از اکابر علما اند گفتہ اند کہ کذب شعر کذب نیست زیرا کہ قصد کاذب تحقیق قول خود است یعنی کذب را صدق وا می نماید و قصد شاعر محض تحسین کلام است"۔

از ینجا ثابت شد کہ تخیلات موزونان برای تزئین اشعار و تحلیۂ بنات افکار جائز باشد و لِلّٰہِ دَرُّ الْقَائِلِ ؎

مَحَتْ بَانَتْ سُعَادُ ذُنُوْبَ کَعْبٍ وَ اَعْلٰی کَعْبَہٗ فِیْ کُلِّ نَادٍ

و حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم گاہے مثل می زد بمصراعے و می فرمود راست ترین کلمہ کہ شاعر گفت کلمۂ لبید است ؎ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ و احیانا تمثل می فرمود باین مصراع ؎ وَ یَاْتِیْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدٖ

و ہر جا در کلام الٰہی و حدیث رسالت پناہی ذم شعر و شعرا واقع شدہ باتفاق ائمۂ دین در بارۂ ژاژخایان مشرکین است۔

اما نفی تعلیم شعر از حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم در کریمۂ[1] مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ از برائ آنست کہ اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فکر شعر شعار خود می ساخت پست فطرتان گمان می بردند کہ تکلم مبارک بہ آیات بینات از جہت سلیقۂ زبانی است نہ سفارتِ ربّانی

و این نکتہ دلیلے است واضح بر براعتِ ایں صناعت

معہٰذا احیانا از آن مرتبۂ جامع صلے اللہ علیہ وسلّم کلام موزون سر بر می زد۔ از انجملہ است ؎

[1] سورۂ یٰس ۳۶۔ آیت ۶۹۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ　　أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

وگاہے اصلاح شعرے فرمود۔ سید محمد برزنجی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ در بعض رسائل خود آوردہ کہ کعب بن زہیر در بیت

إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ　　مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوفِ اللّٰهِ مَسْلُولُ[۱]

سُيُوفِ الْهِنْدِ گفتہ بود۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سُيُوفِ اللّٰهِ ساخت۔

راقم الحروف گوید ظاہرا سبب اصلاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنست کہ لفظ زائد در کلام واقع نشود چہ مہند تیغے را گویند کہ مصنوع از آہن ہند باشد قَالَ الْجَوْهَرِيُّ الْمُهَنَّدُ السَّيْفُ الْمَطْبُوعُ مِنْ حَدِيْدِ الْهِنْدِ

شبے در مدینہ منورہ علٰی مُنَوِّرِهَا الصَّلٰوةُ وَالتَّحِيَّةُ نکتۂ در فضیلت کلام موزون بر ضمیر این فقیر وارد گردیدہ وآن اینست کہ بخاری روایت می کند اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔ بر ضمائر حکمت پناہان وطبائع دقت دستگاہان ہویدا است کہ بعضے از شعر یعنی شعرے کہ شرعا محمود باشد مندرج در مفہوم حکمت است زیرا کہ مفہوم شعر اخص من وجہ از مفہوم حکمت است ومقصود ازین کلام بیان فضیلت شعر است پس سزاوار آنست کہ مخبر عنہ واقع شود ومقدم در ذکر باشد وحق عبارت این کہ گفتہ شود بَعْضُ الشِّعْرِ حِكْمَةٌ اما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً تقدم لفظی را بر اصل خود گزاشت برای اہتمام شان شعر وافادۂ حصر واسلوب معنوی را قلب کرد وحکمت را مخبر عنہ ساخت بجہت مبالغہ در مدح شعر یعنی ماہیت حکمت بعضے از شعر است ولازم آمد کہ جمیع افراد حکمت بعضے از شعر باشد ومندرج دران کہ اندراج ماہیت مستلزم اندراج جمیع افراد است وخبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از افادۂ حصر بتقدیم خبر وایراد کلام باسلوب تاکید چہ قدر بر مراتب مبالغہ افزودہ

---

[۱] شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۹۷ مطبوعہ یورپ ۱۸۷۱ء۔

و مدارج تفضیل شعر را تا کجا کشانیده و لحاظ فرمود پس معنی کلام شریف چنین شد که هر آینه حکمت نیست مگر بعضے از شعر۔ لطف کلام صاحب جوامع الکلم را صلے اللہ علیہ وسلّم باید دریافت که مبالغه به شعر مناسبت داشت۔ این مناسبت شعرے را در کلامے که برائے مدح شعر آورده رعایت نمود و دستاویزے برائے جواز مبالغه و قتیکه مصلحتے شرعی مقتضی باشد افاده فرمود صلی اللہ علیہ وسلّم۔

وطیبی شارح مشکوٰۃ دربیان قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا مے گوید که من تبعیضیہ است و مراد تشبیہ بیان به سحر است و حق کلام این که گفته شود ان بعض البیان کالسحر حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم قلب کرد و خبر را مبتدا ساخت و اصل را فرع و فرع را اصل گردانید بجهت مبالغه۔

و ابن ماجه روایت می کند اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ حَیْثُمَا وَجَدَ ھَا فھو احق بھا یعنی کلمۂ حکمت گم شدۂ مومن است هر جا که یابد آن را پس او سزاوار تر است به اخذ آن۔ و قید هر جا یابد برای آنست که مے باید نظر این کس به مقول باشد نه به قائل چنانچه گفته اند اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ

و در کفایۃ الحاجه شرح سنن ابن ماجه گوید بعبارت عربی حاصلش اینکه کلمۂ حکمت ضالۂ مومن است یعنی مطلوب است او را در کمال مطلوبیت پس لائق بحال مومن اینست که بجوید کلمۂ حکمت را چنانکه می جوید کسے گم شدۂ خود را۔ این کلام بطریق ارشاد و تعلیم واقع شده نه بطریق اخبار چه بسا مومن که اصلا طلب ندارند یا بطریق اخبار واقع شده بحمل مومن بر فرد کامل انتہے و کلمۂ حکمت شامل باشد نثر و نظم را بجهت عموم لفظ۔ مؤید ثانی است اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً۔ طرفه اینکه اطلاق کلمه بر قصیده هم آمده۔ و در زمان قدیم شعر عرب همین قصیده بود۔ قَالَ الْجَوْھَرِیُّ اَلْکَلِمَۃُ الْقَصِیْدَۃُ بِطُوْلِھَا۔

اکنون باید دانست کہ در حدیث اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً اگر قطع نظر از مبالغہ کنند و اصل معنی اخذ نمایند یعنی بَعْضُ الشِّعْرِ حِکْمَۃٌ حاصل شود بانضمام او با حدیث ثانی شکل اول باین طریق بَعْضُ الشِّعْرِ کَلِمَۃٌ حِکْمَۃٍ وَ الْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَبَعْضُ الشِّعْرِ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ۔ لفظ کلمہ در صغری زیادہ کردہ شدہ زیراکہ شعر حکمت قولی است و حجت قاطع است در اثبات نتیجہ آنچہ مسلم[1] روایت می کند کہ "گفت شرید صحابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ردیف شدم رسول اللہ را صلی اللہ علیہ وسلم روزے فرمود آیا ہست با تو از شعر اُمیہ بن الصلت چیزے۔ گفتم ہست۔ فرمود بیار۔ پس خواندم بیتے را کہ خوش آمد حضرت را صلّی اللہ علیہ وسلّم و فرمود زیارت کن تا آنکہ من خواندم صد بیت

و ازین حدیث مستفاد شد استحباب طلب شعر محمود کہ نتیجۂ شکل اول است و استحباب طلب زیادت و استحباب انشاء شعر۔ و استحباب طلب از ہر جا کہ باشد چہ اُمیہ بن الصلت کافر بود۔ و حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمود اٰمَنَ لِسَانُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ

در کتب سیر آمدہ کہ شعراء مدحت طراز حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم صد و شصت و نہ از رجال و دوازدہ از نسا بودند و باستثناء کریمۂ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ[2] سر امتیاز بآسمان می سودند۔ و ہمچنین بسیارے از کبراء امت و فصحاء ملت کنوز سر بستۂ عرش را بمفاتیح زبانہا کشودہ اند و نفائس معانی را باسلوب شعرا دا نمودہ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰے۔

و اول کسیکہ جواہر سخن را در رشتۂ نظم کشید و این تحفۂ موزون را از خزانۂ غیب بہ قلمرو شہود رسانید آدم علیہ السلام است چون قابیل ہابیل را شربت شہادت

---

[1] مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ مصر و تہذیب الاسماء صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ یورپ۔

[2] الشعراء ۲۶۔ آیت ۲۲۷۔

چشانید۔ مرثیۂ فرزند شہید در سلک نظم کشید از انست ؎

تَغَیَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَیْهَا ۔۔۔ وَوَجْهُ الْاَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِیْحٌ

تَغَیَّرَ کُلُّ ذِیْ طَعْمٍ وَلَوْنٍ ۔۔۔ وَقَلَّ بَشَاشَةُ الْوَجْهِ الْمَلِیْحِ

فَوَا اَسَفِیْ عَلٰی هَابِیْلَ اِبْنِیْ ۔۔۔ قَتِیْلًا قَدْ تَضَمَّنَهُ الضَّرِیْحُ

ابن اثیر وجم غفیر این ابیات را بآدم اسناد کرده اند وجمعے دیگر انکار نموده اند کہ انبیا عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ از گفتن شعر معصوم اند۔

و در تفسیر معالم التنزیل[1] از ابن عباس روایت کرده کہ آدم علیہ السلام این مرثیہ را باسلوب نثر ادا نمود وبفرزندان وصیت فرمود کہ ہمیشہ متوارث شوند وبرین مصیبت عظمی رقت نمایند۔ چون بہ یعرب بن قحطان رسید۔ از زبان سریانی بلسان عربی ترجمہ کرد وموزون گردانید۔

امیر خسرو علیہ الرحمہ فرماید ؎

ما ہمہ در اصل شاعر زاده ایم ۔۔۔ دل باین محنت نہ از خود داده ایم

ومرزا صائب گوید ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود ۔۔۔ طبع موزون حجت فرزندی آدم بود

اکثر مؤرخین آورده اند کہ اول کسیکہ شعر فارسی گفت بہرام گور است روزے بشکار رفتہ بود۔ شیرے را صید کرد واز غایت بشاشت این مصراع برزبانش گزشت ؎ منم آن پیل دمان ومنم آن شیر یلہ

دلارام چنگی کہ محبوبۂ او بود وہر سخن کہ از بہرام سر بر می زد مناسب آن جواب بہم می رسانید۔ در مقابل گفت ؎ نام بہرام ترا وپدرت بوجبلہ[2]

[1] تفسیر المائدہ۔ ۵ آیت ۳۴ صفحہ ۲۸۰ جلد ا مطبوعہ بمبئی ومعجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۸ مطبوعہ بیروت۔
[2] تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۲۹ مطبوعہ یورپ ومعجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۹۔

وبعضے نوشتہ اند کہ در عہد عضد الدولہ دیلمی در کتابہ قصر شیرین کہ تا آن وقت سلامت بود۔ این بیت بزبان قدیم نوشتہ یافتند ؎

هژیرا بگیهان انوشه بزی   جهان را نگهبان و نوشه بزی

هژیر بضم ہا وکسر زای فارسی بمعنی خوب و نیکو وصاحب فرہنگ[۱] سروری بفتح ہا گفتہ بروزن صفیر نوشتہ۔ وازینجا بوضوح می رسد کہ وجود شعر فارسی پیش از زمانِ اسلام ہم بود۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل می کند کہ اول کسیکہ بعد از بہرام گور در عہد اسلام شعر فارسی گفت عباس مروزی است۔ چون مامون خلیفہ بمرو رفت قصیدۂ در مدح او پرداخت وصلۂ جزیل یافت۔ مطلعش اینست ؎

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین   گسترانیدہ بجود و فضل در عالم یدین

ابتداء خلافت مامون سنہ ثلث وتسعین ومأۃ (۱۹۳) بودہ است۔

وبعضے قلمی نمودہ اند کہ یعقوب بن لیث صفّار کہ در احدی وخمسین و مأتین (۲۵۱) استیلا یافتہ پسر او روز عید با اطفال جوز می باخت ہفت جوز بہ گو افتاد ویکے بیرون ماند۔ پسر نومید شد۔ اتفاقاً جوز غلطیدہ بہ گو رسید از غایت سرور برزبان پسر گزشت ؎ غلطان غلطان ہمی رود تالب گو[۲]

این کلام بمذاق یعقوب خوش آمد و با فضلا درمیان آورد۔ بعد از خوض مصراعے از بحر ہزج یافتند ومصراعے وبیتے دیگر ضم ساختہ دوبیتی نام کردند ورفتہ رفتہ رباعی نام شد اما در شعراء عرب تا حال دوبیتی نام دارد۔

وبرخے آوردہ اند کہ ابتداءِ شعر فارسی در اسلام ابوحفص سغدی گفت و

۱؎ فرہنگ رشیدی جلد ۲ صفحہ ۴۰۳ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۵ء۔

۲؎ تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۳۰ مطبوعہ یورپ۔

او در حدود سنہ ثلث مآتہ (۳۰۰) بودہ وشعرے کہ با او نسبت دہند اینست ؎

آہوے کوہے در دشت چگونہ دودا
یار ندارد بے یار چگونہ رودا

بالجملہ تا حدود ثلث مآتہ (۳۰۰) ہجری شرذمہ قلیل اندک اندک شعر گفتہ بودند اما کسے بہ تدوین نپرداختہ تا در عہد سلاطین سامانیہ استاد رودکی ظہور کرد و دیوان شعر ترتیب داد و بمرور دہور پایہ سخن رسید بجائے کہ رسید

راسم اوراق درین صحیفہ جمعے از قافیہ سنجان متاخرین را کہ ابتداء ظہور یا انتہاء وجود ایشان بعد از ہزار (۱۰۰۰) ہجری است بر صدر بیان مے نشاند و بعد ازان موزونان بلگرام را رونق این انجمن می گرداند تا عرصۂ سخن را دستگاہے بہم رسد و نظر تماشائیان را جولانگاہے پدید آید۔ و دیوان ہر صاحب سخن کہ بدست اُفتاد و بتقریب انتخاب آن استفادہ دست بہم داد اشعار می رود و جز غزل و رباعی قسم دیگر کمتر ثبت مے شود۔

اکنون بہ تحریر تراجم روشن طبعان می پردازم۔ و چراغانے ترتیب دادہ چشم یاران را گرم تماشا می سازم۔

(۱) سحابی۔ مولانا سحابی استرآبادی

سحاب گوہر پاش اسرار است۔ و آفتاب سرگرم افاضۂ انوار در ارشاد و حقائق و معارف بے نظیر اُفتادہ۔ و ارواح معانی را در چار عنصر رباعی بروجہ احسن جلوہ داد مدت سی سال بجاروب کشی آستان نجف اشرف سعادت جاودانی اندوخت و دران فرصت قدم از روضۂ علیہ بیرون نگزاشت۔ و از حطام دنیا بہ حصیرے و ابریقے قناعت کرد و ہم دران بقعۂ مبارک در حدود سنہ عشر و الف (۱۰۱۰) فناے صوری را با فناے معنوی ہم آغوش ساخت۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل مے کند کہ وقتے بکنار آبے رسید۔ خواست کہ بگزرد۔ پایش فرو رفت۔ با خود گفت این معنی از تعلق است و مرا بہیچ چیز جز دیوان شعر خود تعلقے نیست دیوان را در آب انداخت و چون پیک صبا بر روے دریا خرامان بگزشت۔

ہفتاد ہزار رباعی گفتہ بود ازانجملہ قریب بیست ہزار کہ در سفائن مردم مرقوم بود باقی ماند۔ وَمِنْ اَنْفَاسِہِ النَّفِیْسَۃِ ؎

باذات بہر صفت گرایند خوش است　　نغمہ بہر آہنگ سرایند خوش است
از بہر خدا ہیچ عمل ضائع نیست　　در خلد ز ہر در کہ در آیند خوش است

عالم چہ کنی و عالم آرائی را　　ہمراز نگشتہ یار اسیرائی را
در خانہ اگر ہزار صورت باشد　　درمان نکنند درد تنہائی را

برخود در مدح و ذم نمے باید زد　　بیرون از حد قدم نمے باید زد
عالم ہمہ آئینہ حسن ازلی است　　مے باید دید دم نمے باید زد

آنانکہ باصل کار نیکو ببینند　　کار این سو برای آن سو بینند
نہ آنگونہ کہ روی جامہ را خیاطان　　این رو دوزند حسن آن رو بینند

(۲) فیضی و فیاضی شیخ ابو الفیض اکبر آبادی

طوطی ہند سخن گستری است۔ و ملک الشعراء درگاہ اکبری۔ در طبقۂ سلاطین تیموریہ ہند اول کسیکہ بخطاب ملک الشعرائی تحصیل مباہات نمود۔ غزالی مشہدی است کہ از پیشگاہ اکبر بادشاہ باین خطاب نامور گردید۔ و بعد رمیدنِ او از صحرائے فنا بمرغزار بقا شیخ فیضی باین لقب بلند آوازہ گشت و در عہد جہانگیر بادشاہ طالب آملی و در زمانِ صاحبقران شاہ جہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ ابو طالب

کلیم همدانی باین خطاب سکۂ تفاخر در آفاق زدند۔

و بر متتبعان اخبار موزونان روزگار ہویداست کہ از شعراء ولایت ایران و توران کسانیکہ بمداحی سلاطین و امراء ہند پرداختہ دو قسم اند۔ قسم اوّل جمعے کہ از اوطان خود بیگلگشت ہند شتافتہ اند۔ و صحبت ممدوحان دریافتہ مثل حکیم روحانی سمرقندی صاحب تاریخ صبح صادق گویدؔ کہ سلطان شمس الدین ایلتمش والی دہلی در سنہ ثلث و عشرین و ستمائۃ (۶۲۳) قصد رنتھنبھور کرد و گرفت پس بمندور رفت و استیلا یافت۔ حکیم روحانی سمرقندی در آن آوان از بخارا بخدمت او پیوست و قصیدہ بعرض رسانید و صلۂ جزیل یافت مطلعش این است ؎

خبر بہ اہل سما برد جبرئیل امین — زفتحنامۂ سلطانِ عصر شمس الدین

و مثل بدر چاچی کہ در پایان عمر بہند خرامید و مشمول فراوان عنایت و رعایت سلطان محمد تغلق شاہ گردید و بہ فخر زمان مخاطب گشت۔ دیوانش بین الجمہور مشہور است۔ طور خاصے دارد و تشبیہ کنایت اکثر بکار می برد و مثل شیخ آذری اسفرائنی کہ بعد تحصیل زیارت حرمین مکرمین شرفہما اللہ تعالی بسیر ہند شتافت و با سلطان محمد نبیرۂ رایات اعلیٰ خضر خاں فرمانروائے دہلی برخورد و از انجا رو بدکن آورد سلطان احمد شاہ بہمنی باعزاز و اکرام پیش آمد۔ اتفاقاً سلطان دران ایام شہر بیدر بنیاد می کرد و دار الامارۃ درکمال شکوہ طرح انداخت شعراء پائے تخت کتابۂ عمارت بنظم آوردند۔ شیخ آذری ہم چند بیت موزون ساخت۔ از انجملہ است این دو بیت ؎

حبذا قصر مشید کہ ز فرطِ عظمت — آسمان پایۂ از سدۂ این درگاہ است

ؔ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ بمبئی۔

آسمان ہم نتوان گفت کہ ترکِ ادب است قصر سلطانِ جہان احمدِ بہمن شاہ است
سلطان در وجہ صلہ دوازدہ ہزار بستۂ قماش عنایت نمود شیخ گفت لا تحمل عطایاکم
الا مطایاکم۔ سلطان بیست ہزار تنکہ دیگر وجہ کرایہ راہ رعایت فرمود شیخ با احمال
و اثقال بخراسان عطف عنان نمود[۱] و مثل شہیدی قمی کہ بعد فوت سلطان
یعقوب بدیار ہند ہجرت برگزید و در دکن و گجرات زندگانی بسر برد۔ صاحب تاریخ
فرشتہ گوید[۲] کہ چون اسماعیل عادل شاہ در سنہ ست وثلثین وتسعمائۃ (۹۳۶) قلعہ
بیدر مفتوح ساخت و خزائن را بکلید سخاوت برروئے خلائق باز کرد۔ مولانا
شہیدی قمی کہ از کمال شہرت از تعریف مستغنی است در آن مدت از خطۂ گجرات
آمدہ بود۔ و بواسطۂ سمت شاعری کمال تقرب نزد سلطان پیدا کرد۔ سلطان حکم
فرمود کہ بخزانہ رفتہ آن قدر زر احمر کہ حملش مقدور باشد بردارد۔ چون مولانا
از رنج سفر فی الجملہ ضعف و ناتوانی داشت بعرض رسانید کہ روزے کہ از گجرات
متوجہ این درگاہ می شدم دوچندان این قوت داشتم چہ باشد کہ بعد از چند روز
کہ آن توانائی عود نماید برین خدمت روح پرور سر افراز شوم۔ سلطان سخن پرور
نکتہ گزار لب بہ تبسّم شیرین کردہ گفت نشنیدۂ کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیان
دارد۔ باید کہ دو دفعہ بخزانہ رفتہ آنچہ از دست برآید تقصیر نکنی۔ و وقت فرصت
غنیمت شماری۔ چون این حکم عین مدعاے مولانا بود شگفتہ و خندان از مجلس
برخاستہ دو کرت بخزانہ شتافت و ہمیانہاے بیست و پنج ہزار ہون طلا بیرون
آورد۔ چون خازن این خبر بسمع بادشاہ رسانید۔ فرمود مولانا راست مے گفت
کہ من قوت ندارم۔ و نزاکت این کلام برارباب ادراک واضح و روشن است

۱؎ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۲۷ مطبوعہ بمبئی و تذکرۂ دولت شاہ صفحہ ۴۰۰ مطبوعہ یورپ۔
۲؎ تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۴۳ مطبوعہ بمبئی۔

کہ ہم جانب خوش طبعی منظور است وہم جانب ہمت۔ قسم ثانی۔ جمعے کہ قدم سعی باین دیار نفرسودہ اند۔ و غائبانہ تحفہ گرا نمایۂ مدح ارسال نمودہ۔ مثل[1] خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہٗ کہ بدرگاہ سلطان غیاث الدین والی بنگالہ غزلے فرستاد۔ این دو بیت ازان است ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند — زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ مے رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین — غافل مشو کہ کار تو از نالہ مے رود

ومثل عارف[2] جامی قدس سرہٗ کہ اورا با ملک التجار خواجہ محمود گاوان امیر الامراء سلطان محمد شاہ بہمنی والی دکن ارتباط خاص بود وارمغان مدائح ارسال می فرمود۔ ازانجملہ قصیدہ ایست کہ یک بیتش این است ؎

ہم جہان را خواجہ وہم فقر را دیباجہ است — سر الفقر است لیکن تحت استار الغنا

ودر خاتمۂ غزلے می فرماید ؎

جامی اشعار دلاویز تو جنسی است لطیف — بودش از حسن ادا لطف معانی تارش
ہمرہ قافلۂ ہند روان کن کہ رسد — شرف مہر قبول از ملک التجارش

اما در عہد اکبر بادشاہ عدد ہر دو قسم بحد کثرت رسید۔ و بازار ہر دو گروہ نہایت گرم گردید۔ طائفہ اولی عیان اند۔ ومستغنی از اطالتِ بیان۔ وطائفۂ ثانی را شیخ ابو الفضل در آئین اکبری بیان می کند و می گوید:۔

"و آنانکہ سعادت بار نیافتند و از دور دستہا گیتی خداوند را ثنا گزارند بس انبوہ چون قاسم[1]
"گونابادی۔ ضمیری[2] سپاہانی۔ وحشی[3] یافقی۔ محتشم[4] کاشی۔ ملک[5] قمی۔ ظہوری[6] ترشیزی
"رشکی[7] ہمدانی۔ ولی[8] وشت بیاضی۔ نیکی[9]۔ نظیری[10]۔ صبری[11] اردستانی۔ فگاری[12]
"اسفرائنی۔ میر[13] حضوری قمی۔ قاضی[14] نوری سپاہانی۔ صافی[15] بیبنی۔ طوفی[16] تبریزی انتہے[2]

---

[1] ریاض السلاطین صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۰ء۔
[2] فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۹۴ مطبوعہ بمبئی۔ [3] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ کشوری لکھنؤ سنہ ۱۸۸۲ء۔

وازجملهٔ ثانی **شیخ علی نقی کمره** قصیدهٔ سی وپنج بیت درستایش **شیخ فیضی** پرداخته وازصفاهان بهند روان ساخته ازان است ؎

مرا افگند برنظم امورم پرتو فیضی | ابوالفیض آن گزینِ اکبر و شیخ کبیرِ من
ظهیر قدوهٔ پیشینیان حتی ظهیر الدین | امیر زبدهٔ اہل زمان حتی امیرِ من
اگرہستم مجیر اندرسخن اوہست خاقانی | وگرمن مستجیرم آستانِ او مجیرِ من
کیم با او رسد درشاعری دعوائے ہمچشمی | که دراین خانقاہم من مریدو اوست پیرِ من
زمین ہند باقربِ درش نعم النعیم دل | ہوائے خلد دوراز حضرتش بئس المصیرِ من

وشیخ **فیضی** را وقت سفارت **برہان شاہ** والی **احمدنگر** با **ملا ملک قمی** و **ملا ظہوری ترشیزی** ملاقات واقع شد وصحبت کبری افتاد۔ بعدمعاودت از جانبین ابواب محبت نامہا مفتوح بود

ملا ظہوری نثر لطیفے درمدح **شیخ فیضی** بقلم آورده۔ **حکیم عین الملک** شیرازی مکتوبات شیخ جمع نموده و درخاتمهٔ مکتوبات ۔نثر مذکور مندرج ساخته۔

مرزا صائب علیہ الرحمہ اورا بخوبی یاد می کند و می فرماید ؎

این آن غزل که فیضی شیرین کلام گفت | در دیده ام خلیده و در دل نشسته

احوال **شیخ فیضی** تفصیلا درفصل ثانی ازدفتراول پیرائهٔ بیان پوشیده اینجا آنچه مناسب منصب شاعری است سمت گذارش می یابد۔

نامش **ابوالفیض** است۔ سالہا **فیضی** تخلص کرد۔ آخر **فیاضی** قرارداد و اشعار باین معنی می نماید ؎

زین پیش که سکّه ام سخن بود | فیضی رقم نگین من بود
اکنون که شدم به عشق مرتاض | فیاضیم از محیط فیاض

پادشاه اورا بنظم خمسه مامور ساخت - درمدت پنج ماه کتاب **نلدمن** چهارہزار

دوبیست بیت مقابل لیلی مجنون موزون ساخت و با اشرفیها از نظر پادشاہ گزرانید۔ درجۂ استحسان یافت۔ حکم شد کہ نسخۂ دیگر نوشتہ مصوّر سازند۔ و نقیب خان درحضور می خواندہ باشد۔ ازان کتاب است ے

بانگِ قلمم درین شبِ تار
بس معنی خفتہ کرد بیدار

و دربرابر مخزن اسرار مرکز ادوار نقش بست و آن سواد را بعد وفات او شیخ ابوالفضل بہ بیاض رسانید

و در پہلوی شیرین خسرو۔ سلیمان بلقیس و در ازاءِ سکندر نامہ۔ اکبر نامہ و در تقابل ہفت پیکر ہفت کشور آغاز کرد اما باتمام نرسانید

از مقطعات اوست ے

منم فیضی کہ در میدانِ معنی
چو من چابک سوارے تیز تگ نیست

بجلد شعرمن از پوست تا مغز
ہجاے مردم ناپاک رگ نیست

بدان می ماند این پاکیزہ گفتار
کہ در دیوان حافظ نام سگ نیست

شیخ محمد یحیےٰ الہ آبادی درکتاب اعلام الانام گوید۔ صاحب قطعہ را این بیت بنظر نرسیدہ ے

شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ می بندی
چرا بگردنِ حافظ نمے نہی رسنے

راقم الحروف گوید در بعضے نسخ دیوان خواجہ حافظ بجائے لفظ حافظ لفظ عاشق واقع شدہ و مقطع چنین است ے

مزاج دہر تبہ شد درین بلا حافظ
کجاست فکر حکیمے و راے برہمنے

از حسن اتفاقات اینکہ چیزے کہ شیخ فیضی مے خواست در دیوان فقیر آزاد موجود است و ازین لفظ مبرا است۔

دیوان شیخ فیضی بنظر درآمد متضمن اصناف شعر است۔ بیتے چند از غزلیات

او فراگرفته شد ؎

نماند گریہ شبِ وصل بیقراران را سہیل طلعتِ آن ماہ بُرد باران را

خبر برید شبِ عید پیر مصطبہ را کہ راست می کنم امشب قصۂ رسی شب را

اگر سرے بکشم سوی بیخودی چہ کنم مرا ز ہمدمے خود ملال مے گیرد

شدیم خاک ولیکن ز بوی تربتِ ما توان شناخت کزین خاک مردمی خیزد

مژگان مپوش چون قدم اندیدہ میکنی مردانِ رہ برہنہ نہادند پائے را

آنچہ بہ فیضی نظرِ دوست کرد مشکل اگر دشمنِ جانی کند

رباعی

بر ما چہ زیان اگر صفِ اعدا زد مشتے خاشاک لطمہ بر دریا زد

ما تیغ برہنہ ایم در دستِ قضا شد کشتہ کسے کہ خویش را بر ما زد

(۳) انیسی شاملو یولقلی بیگ

نکتہ سنج یگانہ است و انیس معانی بیگانہ۔ از ایران دیار بہ سیرِ ہند خرامید و مدتہا در ظلِ عاطفت خانخانان آرمید۔ وفاتش در برہان پور در سنۂ ثلث عشر و الف (۱۰۱۳) واقع شد۔

انیسی نظم قصۂ محمود و ایاز شروع کردہ بود۔ ہادم اللذّات قطع سخن کرد و آن نقش صورت اتمام نپذیرفت۔ از انست در وصف چشمہ ؎

بحدے سرد کز بیم فسردن نیارد عکس در وے غوطہ خوردن

بریم ما غم تو ہر نفس بخانۂ خویش چنانکہ مرغ برد خس بآشیانۂ خویش

یادگار از ما درین عالم غم بسیار ماند رفت اگر آتش نشانِ دود بر دیوار ماند

خبر گل مرسانید بہ مرغانِ قفس کس چرا مژدۂ نوروز بزندان آرد

قاصد ادای نامہ نواند نہ حرفِ شوق — حیف از زبان کہ بالِ کبوتر نمی شود

(۴) نوعی ملا نوعی خبوشانی

نوع کلامش جنس عالی است۔ ورشحۂ اقلامش بقیمت لآلی۔ مرزا صائب گل دعای بر تربت اوے افشاند و می فرماید ؎

این جوابِ مصرعِ نوعی کہ خاکش سبز باد — سایۂ ابر بہاری کشت را سیراب کرد

ابتداء حال از متوسلان شہزادۂ دانیال ابن اکبر بادشاہ بود چون او شنقار شد دامنِ دولت خانخانان گرفت وقصائد و ساقی نامہ در مدح او پرداخت وبکرات ومرات جوائز گرانمند اندوخت۔ یک دفعہ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت فاخرہ و زنجیر فیل واسپ عراقی صلۂ شعر گرفت۔ ملا رسمی درین باب گوید ؎

زنعمتِ تو بہ نوعے رسید آن مایہ — کہ یافت میر معزی ز دولتِ سنجر

زگلبنِ املش صد چمن گلِ اُمید — شگفت تاکہ بمدح تو شد زبان آور

درعہد اکبر بادشاہ نوجوان ہندوئے شب طوی خود را اکبر آباد از بازار مسقف میگذشت قضارا سقف فرود آمد۔ نوجوان بر خاک ہلاک اُفتاد۔ عروس نامراد کہ در نہائت رعنائی وکمال خوش سیمائی بود بآئین خود قصد سوختن کرد۔ اکبر بادشاہ درحضور خود طلبیدہ ہرچند منع نمود۔ وامیدوار فراوان ناز و نعمت ساخت۔ زن بپائمردی ہمت از جان رفت وپروانہ وار خود را بر آتش زد۔ ازینجاست کہ شعراء زبان ہند در اشعار خود عشق از جانب زن بیان می کنند کہ زن ہند وہمین یک شوہر می کند۔ واورا سرمایۂ زندگی می شمارد وبعد مُردن شوہر خود را با مُردہ شوہر می سوزد۔ امیر خسرو علیہ الرحمہ می گوید ؎

خسروا در عشق بازی کم ز ہندو زن مباش — کز برای مردہ سوزد زندہ جانِ خویش را

واز غرائب اتفاقات آنکہ در قرآن مجید قصۂ عشق زن بر مرد واقع شدہ یعنی قصۂ یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام۔

مُلّا **نوعی** حسب الامر شاہزادہ دانیال در واقعہ مذکور مثنوی **سوز و گداز** بنظم آورد۔ از انست ؎

جمالِ ناز را پیرایہ نو کرد — عبارت را تبسّم پیشیرو کرد

واز ساقی نامۂ اوست ؎

بدہ ساقی آن ارغوانی نبید — کہ روز خرابان بپایان رسید

بگردان زرہ عمر برگشتہ را — چو شاہ نجف روز شب گشتہ را

وفات **نوعی** در **برہان پور** سنہ تسعۃ عشر و الف (۱۰۱۹) اتفاق اُفتاد۔

دیوانش بمطالعہ در آمد و این ابیات حاصل شد ؎

زاں پیش کہ صُبح از شبِ اُمید برآید — بکشا دہنِ شیشہ کہ خورشید برآید

دست فرسود تمنا دلِ شیدائی نیست — این گل طور بود لالۂ صحرائی نیست

بادہ می خواہم بہ سیرِ ماہتابم کار نیست — ہیچ ماہِ چاردہ چون ساغرِ سرشار نیست

شراب و مطرب و دلدار در مقابلہ بود — میانِ دیدہ و دیدار شرم فاصلہ بود

ما بے سواد علم معاشِ زمانہ ایم — مفلس شریک مایۂ این کارخانہ ایم

ما عاشق و جز خانہ خرابی فنِ ما نیست — خصم است بخود ہر کہ بجان دشمن ما نیست

یکروز صبا بوی گلے برد بہ یعقوب — بگریست کہ این نکہت پیراہنِ ما نیست

نسیم مصر بجاروب گل دماغم رُفت — اگر غلط نکنم بوے یار مے آید

سبوی بادہ سلامت کہ زینت دوش است — سرے کہ مایۂ درداست گو بدوش مباش

تو روی آئینہ و ما قفاے آینہ ایم — چنانکہ از تو بد از ما نکو نمے آید

چو جام بادہ مسخر شود بدعوت صبح — چہ لازم است کہ تسخیر آفتاب کنند

ہر ذرہ ز اجزای جہان تابع رنگے است — در بادہ گرت خصم نمک ریخت شکر گیر

(۵) نظیری - مولانا نظیری نیشاپوری

سخن سرسبزش نظیر فیروزۂ نیشاپور است ازانش نظیری خوانند۔ و دیوان رنگینش رشکِ نگارخانۂ فغفور است ازانش بے نظیر دانند۔

مرزا صائب گوید ؎

صائب چہ خیال است شود ہمچو نظیری — عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را

وظاہر است کہ ترجیح دادن مرزا **نظیری** را بر **عرفی** و بر خود مطلق نخواہد بود کہ عرفی در قصائد چرب است و مرزا در غزل خود می فرماید ؎

بلبلِ خوشنوائے نیشاپور — خجل از طبع بے نظیرمن است

مولانا **نظیری** فیروزہ وار از نیشاپور برآمدہ در ہندوستان بہ یمن جوہر شناسی **خانخانان** نامے برآورد و قصائد غرا در مدحتِ **خانخانان** بر صفحۂ روزگار ثبت نمود۔ وصلات گرانمایہ اندوخت۔ بعد چندے بدلالت خضر توفیق احرام حرمین محترمین بربست و بعد احراز این سعادت کبری رخت عود بہ **ہندوستان** کشید۔ و در **گجرات - احمد آباد** رنگ توطن ریخت۔

وقتے جہانگیر پادشاہ کُتّابۂ عمارتے امر فرمود- مولانا غزلے گفتہ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

این خاک درت صندلِ سرگشتہ سران را — بادا مژہ جاروب رہت تاجوران را

پادشاہ در جائزہ قریب سہ ہزار بیگہ زمین انعام فرمود۔

شیخ محمد مندوی متخلص **بغوثی** در کتاب **گلزار ابرار** مے گوید:-

"مولانا نظیری نیشاپوری حاجی الحرمین درویش طبیعت صوفی سیرت - مہذب الاخلاق بود

"در آخر روزگار زندگانی عنان نظم تراشی بصوب طرز گفتار صوفیان وحدت گزار منعطف
"ساخته۔ نخست سواد عبارت عربی از مصاحبت نگارندهٔ گلزار ابرار روشن ساخت سپس
"دوازده سال که تتمهٔ عمر او بود در احمد آباد اقامت گزیده علوم دینی تحصیل کرد و تصحیح تفسیر و
"حدیث از خدمت مولانا حسین جوہری وارہ نمود و در ہزار و بیست وسہ (۱۰۲۳) بعالم
"قدس خرامید انتہیٰ۔

قبرش در تاج پورۂ احمد آباد واقع شده و بر قبرش گنبدے تعمیر کرده اند این چند بیت از دیوانش انتخاب اُفتاده

جز نام صنم نقش مکن لوح جبین را — تا چپ نکنی راست نخوانند نگین را
بے عشق عقل راہبرے در دماغ نیست — بدسوز د آن فتیله که از شعله داغ نیست
شرم می آید ز قاصد طفلِ محجوب را — بر سرِ راہش بنید از ید مکتوب مرا
مبین بعیب و قبولم که در پناهِ توام — اگر بدِ دو جہانم که نیک خواه توام
وگر خدا بر د ای دل سرِ کجا داری — که یکدو روزه شد آتش بزیر پا داری
جرم من است پیش تو گر قدر من کم است — خود کرده ام پسند خریدار خویش را
می گریم و از گریه چو طفلم خبرے نیست — در دل ہوسے ہست ندانم که کدام است
به مهربانی او اعتماد نتوان کرد — که تازه عاشقم و خاطرش بمن صاف است
این رسمہاے تازه ز حرمانِ عہد ماست — عنقا بروزگار کسے نامه بر نشد
توان ز نامهٔ من یافت اشتیاق مرا — عیارِ شوق باندازهٔ سخن باشد
به بیع عشوه برم جان که مستِ نازِ مرا — اہانت است که خود بر سرِ متاع آید
دولتے بود که مردیم بهنگام وداع — آن قدر زنده نماندیم که محمل برود
یک توجه از تو در کار است و صد عالم مراد — غم ندارم گر اجابت با دعا دشمن شود
تو کار خود به غمزهٔ معشوق واگزار — بیطاقتی مکن که نکویان نکو کنند

مسافرانِ چمن نارسیده در کوچ اند شگوفه می رود و شاخ بار می آرد
مکرو رخدمت عمر یست می بندم چه شد قدرم برہمن می شدم گر این قدر زُنّار می بستم
بوی یار من ازین سست وفا می آید گلم از دست بگیرید که از کار شدم
نازم باین شرف که غلام محبتم لافِ نسب زنسبتِ آدم نمے زنم

(۶) سنجر میر سنجر خلف میر حیدر معمّائی کاشی

سخنش ہموار است و گہرش آبدار۔ دیوانش بنظر امعان در آمد۔ غزل و قصیدہ و مثنوی یک رُتبہ دارد۔

در سلک ملازمان اکبر بادشاہ انتظام داشت و قصائد فراوان در شناطرازی بادشاہ و شاہزادہ ہا و امراء اکبری بنظم آوردہ و با میرزا جانی والی تتہ نیز مربوط بودو زبان بمدحی **میرزا جانی و میرزا غازی وتاری** کشود۔

در اواخر عہد اکبری جانب بیجاپور حرکت کرد۔ و در ظل عنایت **ابراہیم عادل شاہ** قرار گرفت۔ عادل شاہ در ملازمت نخستین خلعت ملبوس خاص و انگشتر زمرد بیش بہا عطا فرمود۔ و شکستہ حالی او را بمومیائی لطف و احسان مداوا نمود۔

میر در اشعار خود شکایت بسیار از دست روزگار دارد۔ و در زمرۂ ممدوحان خود از **ابراہیم عادل شاہ** اظہار رضا می کند و در مدح او می گوید ؎

دو شاہ شاعر پرور بلند نام شدند نخست والیِ غزنین دوم خدیو دکن
رسد بعہد تو شاعر بہ پایۂ ملکی زہے نوازش شاہ و زہے ظہور سخن

اشارہ بملا **ملک قمی** و ملا **ظہوری ترشیزی** ہر دو شاعر مشہور پای تخت ابراہیمی
در ایام اقامت بیجاپور فرمان طلب شاہ عباس ماضی با خلعت فاخرہ بنام او صدور یافت اما پیش از وصول فرمان۔ منشور اجل نامزد گردید و این صورت

در سنه [illegible] ۱۲۱۱ [illegible] بادشاه [illegible]

تاریخ [illegible]

این چند بیت از غزلیات [illegible] انتخاب [illegible] آمده

[illegible] بر جانب بازار مرا | تو نخواهی دگرے هست خریدار مرا

در تابِ دیدنِ روے طاقت شکیبائی است | تو چون نقاب کشی [illegible] تماشائی است

محققان که ز دریای علم در جوش اند | چو کوه تا نکنی شان سوال خاموش اند

آتش خرمن [illegible] کشت دیگران | دوزخ من چرا شدی ای تو بهشت دیگران

ای بخت صبح عشرت تا کے بخواب بینی | بردار سر ز بالین تا آفتاب بینی

[illegible] گوش به رازِ نهانِ ما | در قفلِ دل شکست کلیدِ زبانِ ما

ناخوانده گرچه آمده ام زود می روم | طبعِ ترا زیاده مکدر نمی کنم

[illegible] بدل پاشم و دست کشم از خود | من لذتِ این زخم بسوزن نه پسندم

اگر از دامنِ محمل کشیدم دستِ بیتابی | به پاے ناقه افتادم به گرد ساربان گشتم

با عجز [illegible] حریفان زبون طلب | ای خونِ ما به گردنِ طبعِ غیورِ ما

ای غم [illegible] ازین جائے تو نیست دلم | پا بگذار ازین سرا یا بنما قباله را

[illegible] همسایه و مهمان من از خود رفته ام | گر کسے احوال من پرسد بگو در خانه نیست

مه آمد به تماشای تو با تیغ و ترنج | گو بیا گر هوسِ دست بریدن دارد

مرا [illegible] زمینِ نمک فروشان است | دماغ سوزی مرهم به داغ من غلط است

[illegible] آزادی این مرغ اسیر | ورنه صد مرتبه گرداند به گردِ سر خویش

این زمان [illegible] دگر نه ببینی از این | دست من در زلف او گستاخ تر از شانه دید

(۷) زمانی - مُلّا زمانی یزدی

علتِ این تخلص آنست کہ مذہب تناسخ داشت - وخود را شیخ نظامی گنجوی پنداشت و این خام خیال را در عالم قال می آرد - کہ ؎

درگنجہ فروشدم پے دید | از یزد بر آمدم چو خورشید
ہر کس کہ چو مہر بر سر آید | ہر چند فرو رود بر آید

وآو دیوان لسان الغیب را غ.ل بغزل جواب گفت - ودم بہم صفیری بلبل شیراز زدہ دیوان خود را نزد شاہ عباس ماضی بردہ عرض کرد کہ دیوان خواجہ را جواب گفتہ ام - شاہ فرمود خدا را چہ جواب خواہی گفت - کلیات او دہ ہزار بیت است مؤلف صبح صادق سال وفات او در سنہ احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) نوشتہ و ناظم تبریزی در تذکرۂ خود گوید " وفات او در سنہ ہزار و ہفدہ (۱۰۱۷) واقع شد" غنچۂ تاملش باین رنگ می شگفد ؎

حکایت از قدِ آن یارِ دلنواز کنید | باین فسانہ مگر عمرِ ما دراز کنید
ہلاک شیشۂ درخون نشستہ ءخویشم | کہ آخرین نفسش عذر خواہی سنگ است
زبانِ حال خموشان کسے نمی داند | وگرنہ سوسنِ آزاد در فسانۂ تست

(۸) شانی - شانی تکلو

در سخنوری شانے بلند دارد - ومکانے ارجمند - مولانا فصیحی ہروی در مدح او قطعۂ طویل الذیلے می پردازد - ودر عنوانِ آن می طرازد ؎

صبا بکوی دل آشفتگانِ عشق گزر | زمین ببوس اگر آسمان دہد دستور
بگو بمردمکِ دیدۂ ہنر شانی | کہ ای ضمیر تو چون چشم عقل سایۂ نور

تو آن مسیح مقالی کہ ملک معنی راست | بیاض جبهۂ کلک تو صبحگاہِ نشور

و او از شاطر ازانِ پایۂ سریر شاہ عباس ماضی است۔ و بنظر التفات شاہ اختصاص داشت۔ و در صلۂ این بیت ؎

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست | بطاقِ ابروی مستانۂ اوست

شاہ او را بزر کشید و مبلغ ہم سنگ عنایت کرد۔

شانی در اواخر زندگانی در مشہد مقدس گوشۂ انزوا برگزید۔ و از سرکار شاہی بوظیفہ ببیست تومان موظف گردید۔ فوتش در سنہ ثلث وعشرین والف (۱۰۲۳) واقع شد "پادشاہ سخن" تاریخ است۔

چراغ فکرش چنین پرتو می دہد ؎

چہ خوش است با دو زلفت سرِ شکوہ باز کردن | گلہ ہائے روز ہجران بشب دراز کردن

لذت آزار گر این است پیکان ترا | ہیچ اجرے نیست در محشر شہیدانِ ترا

ہر قاصدِ آہے کہ بسوی تو فرستم | ہمچون نفسِ باز پسین باز نیامد

چون مرغ گرفتار بہ اُمید رہائی | ہر چند کہ پرواز کنم در قفس اُفتم

نیست ممکن کہ گریزیم ز غزالانِ خیال | ورنہ مجنونِ تو تنہا تر ازین می بایست

(۹) شکیبی۔ محمد رضا بن خواجہ عبداللہ صفاہانی

از نژاد خواجہ عبداللہ امامی است کہ عارف جامی در نفحات الانس بہ تحریر احوالش پرداختہ۔ و او فرزند خواجہ امین الدین حسن باشد کہ حضرت لسان الغیب او را یاد می کند و می فرماید ؎

برندی شہرہ شد حافظ میان چندین ورع لیکن | چہ غم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دارم

شکیبی در سنہ اربع وستین وتسعمائۃ (۹۶۴) متولد شد برخے علوم در شیراز و لختے

در صفاهان تحصیل کرد- و به ارادۂ سیر ہند در کشتی نشستہ خود را بہ ساحل بندر چیول کشید-
وازانجا بہ قصدِ ادراک خانخانان کہ دران ایام در گجرات بود- عازم گجرات شد- اتفاقاً
خانخانان دران فرصت بہ آگرہ رفتہ بود شکیبی از گجرات بہ آگرہ شتافت- و خانخانان
را دریافت- و با او سیر سندھ و دکن کرد- در سنہ ست والف (۱۰۰۶) از خانخانان
جدائی ورزید- و در سرونج از توابع مالوا رسیدہ بیماری صعب کشید- و نذر کرد اگر شفا
حاصل شود خود را بزیارت حرمین شریفین رساند- از برکات این نیت شفا دست بہم
داد- و در سنہ اثنا عشر والف (۱۰۱۲) کمر ایفاء نذر محکم بربست- و این سعادت عظمی را
حاصل نمود- و بعد ۳ سال از راہ بندر سورت برگشت- و در برہان پور با خانخانان
برخورد و در سنہ ثمانیہ عشر والف (۱۰۱۸) التماس گوشہ نشینی کرد خانخانان برای او
سیورغالے وصدارت دہلی از درگاہ جہانگیری برگرفت- و باین تقریب در دار الخلافہ
دہلی بدل جمعی فروکش کرد- تا آنکہ در سنہ ثلث وعشرین والف (۱۰۲۳) محل سفر بعالم دیگر بربست
شاعر خوش طبیعت صاف فکر است- ساقی نامہ برای خانخانان در سلک نظم کشید
و بصلہ دہ ہزار روپیہ جیب و دامن آرزو پُر کرد- ازان است ؎

بیا ساقی آن آب حیوان بدہ | ز سر چشمۂ خان خانان بدہ
سکندر طلب کرد لیکن نیافت | کہ در ہند بود او بظلمت شتافت

ای خدا جنس مرا از عیب بازارے بدہ | می فروشم دل بدیدارے خریدارے بدہ

شکستہ دل نشویم ار ترا سر جنگ است | کہ آبگینۂ ما ہم طبیعت سنگ است

تو غنچۂ سحر و من چراغ صبحدمم | تو خندہ بر لب و من جان در آستین دارم

پروانہ نیک رفت کہ در پیش شمع سوخت | آگہ نشد کہ سوختنِ غائبانہ چیست

رباعی

نرد لیست جہان کہ بردنش باختن است | نرّادیِ او شش دو کم ساختن است

دنیا بمثالِ کعبتینِ نرد است　　　برداشتنش برای انداختن است

(۱۰) رضی - آقا رضی اصفهانی

اُستادفن ونقادسخن بود - سیر ہندوستان کرد و برگشت و در سنہ اربع وعشرین والف (۱۰۲۴) جادۂ فنا پیمود "آہ از رضی" تاریخ است -
۱۰۲۴ھ

نقش سخن باین آئین می بندد ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت از غم آزاد است　　　کہ سرخروی گل از طپانچۂ باد است

در فراقِ تو چنان است تنِ بے جانم　　　کہ چو فانوس بہ تحریک نفس می گردد

نخواہم زیست چندانیکہ باز آرد پیامش را　　　وصیت نامۂ بربال مرغِ نامہ بربستم

(۱۱) ملک - ملا ملک قمی

مشہور سخن سرایان است - ومعروف نکتہ پیرایان - مرزا صائب سخن او را مکرر تضمین می کند و در مقطعے می گوید ؎

این جواب آن غزلِ صائب کہ می گوید ملک　　　چشمِ بینش باز کن تا ہر چہ خواہی بنگری

در صغرسن بہ مشق شاعری اُفتاد - واز قم بہ کاشان آمد و ایامے در اینجا انجمن سخن گرم داشت - آخر متوجہ قزوین شد - و قریب بچہار سال در مصاحبت موزونان ومستعدانِ آن مقام گزرانید -

و در رمضان سنہ سبع وثمانین وتسعمآئۃ (۹۸۷) از قزوین برآمدہ سرے بدیار دکن کشید - واز مرتضی نظام شاہ دیوانہ والی احمدنگر و بعد او از برہان شاہ اکرام وانعام فراوان یافت -

و در بیجاپور دامن دولت ابراہیم عادل شاہ والی آنجا گرفتہ - از

مقربان بساط عزت گشت۔ وثمرہا از نہال برومند دولتش برچید۔ وچون جوہر قابلیت[1] ملا ظہوری مشاہدہ کرد فریفتہ گردید۔ ودختر خود را در حبالہ نکاح او درآورد۔ صاحب تاریخ عالم آرای عباسی گوید:۔

"مولانا ملک قمی باتفاق مولانا ظہوری ترشیزی کتاب فورس را کہ نہ ہزار بیت است"
"بنام عادل شاہ تمام کردہ نہ ہزار ہون بالمناصفہ صلہ یافتند"

شیخ فیضی وقتیکہ از درگاہ اکبری بہ سفارت برہان شاہ والی احمدنگر مامور شد۔ درعریضۂ خود[1] از احمدنگر بہ اکبر پادشاہ می نویسد کہ:۔

"در احمدنگر دو شاعر خاکی نہاد۔ صافی مشرب اند۔ ودر شعر و تبع عالی دارند یکے ملا"
"ملک قمی کہ بکس کمتر اختلاط می کند۔ وہمیشہ مژۂ ترے دارد۔ دیگر ملا ظہوری کہ بغایت"
"رنگین کلام است۔ ودر مکارم اخلاق تمام۔ عزیمت آستان بوس دارد۔"

ناظم تبریزی گوید:۔

"در سنہ ہزار وبست وچہار ملا ملک فوت شد وملا ظہوری یک سال بعد ازو۔"

وابوطالب کلیم گوید:۔

ملک آن پادشاہِ ملک معنی — کہ نامش سکۂ نقدِ سخن بود
چنان آفاق گیر از ملک معنی — کہ حد ملکش از قم تا دکن بود
سوی گلزارِ جنت رفت آخر — کہ دلگیر از ہوائے این چمن بود
بجستم سال تاریخش ز ایام — بگفتا۔ او سرِ اہل سخن بود

اما این تاریخ از روایت ناظم تبریزی یک عدد زیادہ دارد۔

پیش ازین کلیات ضخیمے از ملا ملک دیدہ بودم۔ دروقت تحریر دیوان غزل

[1] اس عرضی کو مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے دربار اکبری میں صفحہ ۳۹۷ سے لغایت ۴۱۷ نقل کیا ہے دیکھو دربار اکبری مطبوعہ لاہور رفاہ عام سٹیم پریس ۱۸۹۸ء

مختصرے ازو بنظر در آمد - خوش لفظ است - اما معانی تازہ کم دارد - وتشبیہ کہ رکن رکین فصاحت است در کلام او بسیار کم واقع شدہ - واشعار چیدۂ او ازین قبیل است کہ بہ تحریر می آید ؎

دلم ز داغِ غمت صد ہزار جا ریش است | کسی کہ دوست بود با تو دشمن خویش است
ازین مرنج کہ بیداد کارِ محبوب است | اگر وفا نہ نماید ستیزہ ہم خوب است
اگرچہ مجلسِ مستان تہی ز غوغا نیست | ولیک صحبت شان خالی از تماشا نیست
مدہ رخصت کہ ریزد خونِ مردم چشم فتّانت | کہ ترسم در صفِ محشر رسد دستے بدامانت
اگر با مدّعی عہدِ وفا بستی نمی رنجم | کہ می دانم ندارد اعتبارے عہد و پیمانت
بروز حشر شہیدان چو خون بہا طلبند | تبسّمے کن و خاموش کن زبانِ ہمہ
باحتیاطِ می عافیت بہ ساغرِ ریز | کہ سنگِ تفرقہ خصمِ پیالہ داران است
پیامِ سست عہدان داشت سستے | کہ قاصد دست بر نبضِ خبر داشت
صلح کردیم من و غیر - درین بود صلاح | زانکہ جنگِ من و او - باعثِ رسوائی تست
مرغِ شب کور کہ در سایۂ پروانہ گداخت | بہتر آنست کہ تقلید سمندر نکند
صد ستم دیدی ملک یکبار سر کن شکوۂ | نیستی شرمندۂ لطفے زبانت لال چیست

رباعی

عاشق بہوس گر سر و کارے می داشت | جا در حرمِ چون تو نگارے می داشت
ای کاش ملک بوالہوسی می آموخت | تا در نظرِ تو اعتبارے می داشت

(۱۲) ظہوری - مُلّا ظہوری ترشیزی

ظہور دولت سخن در عہد او بمعارج علیا رسیدہ و نہالِ کلامِ موزون از زمینِ تربیت او سر بہ طارم اخضر کشیدہ -

مرزا صائب اورا باادب یاد می کند و می گوید ؎

صائب نداشتیم سر و برگ این غزل ۔۔۔ این فیض از کلام ظہوری بما رسید

ظہوری درین زمین دو غزل دارد۔ بیتے ازان فقیر را خوش آمد ؎

باخنجر کشیدہ تغافل رساندہ بود ۔۔۔ خود را بہ پیش من کہ نگاہ از قفا رسید

ساقی نامۂ ظہوری عجب صفائی و نمکینی دارد۔ و بہ نازک ادائیہا دل از دست می برد۔ گتابۂ[1] این میخانہ بنام برہان شاہ والی احمد نگر است۔

نثر مُلّا ہم طرز خاص دارد۔ امّا غزلش باین رُتبہ نیست۔ بعد از تحصیل حیثیات محمل سیاحت بربست۔ و بہ سیر عراق و فارس پرداختہ عازم گلگشتِ دکن گشت و ازخوانِ احسانِ ابراہیم عادل شاہ فراوان نعمت اندوخت۔ و کام و زبان را بمدائح او شیرین ساخت۔

مُلّا ملک قمی او را بزیور کمالات محلی دیدہ طرح اُلفت ریخت۔ وصبیۂ خود را درعقد ازدواج مولانا کشید۔

و این ہر دو سخن آفرین دماغ اتحاد نوعی رسانیدند کہ تالیفہا بمشارکت فکر بہ تحریر آوردند۔ چنانچہ مُلّا ظہوری در دیباچہ "خوان خلیل" می طرازد کہ "ظہوری قبل ازین در پیرایش "گلزار ابراہیم" و اکنون در گسترد ن "خوان خلیل" سہیم عدیل ملک الکلام است"

وفات مُلّا ظہوری در دکن سنہ خمس وعشرین والف (۱۰۲۵) واقع شد۔

سی سال پیش ازین کلیات سیر ضخامتے از و بنظر رسید۔ و درین وقت دیوان غزل بدست آمد و بیتے چند انتخاب اُفتاد ؎

شب از مژگانِ تر رُفتم غبارِ آستانش را ۔۔۔ پشیمانم کہ کارے یاد دادم پاسبانش را

[1] مراد از کتابہ در ینجا ڈیڈی کیشن است۔

تغافل پیشهٔ صید افگنِ این سرزمین باشد　　که دائم بهر تقریبِ نگاہے در کمین باشد

نیفتادم چنان کز کوششِ افلاک برخیزم　　مگر گرد تو گردد گردِ من کز خاک برخیزم

ہمچنان طفل مزاجیم اگر پیر شدیم　　کوچه گردی است بجا گرچه زمینگیر شدیم

ازین چه باک که رسمِ وفا نمی دانی　　بلاست اینکه طریقِ جفا نمی دانی

مدار خویش منه جمله بر نمے دانم　　گذشت کار ز طفلی چرا نمی دانی

سعادت است به عشق تو ہر نفس مردن　　وکیل خضر منم عمر جاودان نذر است

تصرفِ عجبے کرد در مزاجش غیر　　عجیب نیست که غیرت مزاج گو[1] شده است

نیاز مود که زورِ غرور تا چند است　　اگر حریف ضرور است عجز ما اینجاست

که دیداست این چنین صیّاد قدرت آن مروّت این　　که زخمِ فربه از نخچیر لاغر بر نگرداند

خصم گو صبر مرا عجز تصور میکن　　نیستم مرد عداوت بمحبت سوگند

بجلدی چون نگاہے تیز بینان قاصدے خواہم　　نشستن بر سرِ راہِ صبا از من نمی آید

به تمکین گاہِ عرضِ حال کوہِ آہنی بودم　　چه دانستم حیا در عشوۂ سیما بم اندازد

خموشی نفعها دارد سخن پرداز می داند　　نخستین اینکه ساکت ہیچگه ملزم نمی گردد

اگرچه یاد مرا رخصتِ نشستن نیست　　ہمین بس است که بر خاطرش گذر دارد

ز حد برد است چشمِ اشکبارم قرعه غلطانی　　نمی دانم شکیبم از سفر کے باز می آید

سعی فرمائے که سیماب شوی از تف شوق　　که اگر کشته شوی قدر تو افزون گردد

بردباران کوہ را از کاہ کمتر می نهند　　ناتوانان اند لیکن در سخن برداشتن

ذوقی است پادشاہیِ اقلیم دوستی　　خواہم که یک دو روز تو باشی بجای من

تیغِ تو نمی داشت اگر آب مروّت　　خونِ چو منے را که رساندے به بہائے

فلک گویا تلاشِ منصبِ مشاطگی دارد　　وگرنه چیست از خورشید و مه آئینه گردانی

---

۱ مزاج گو۔ کسے که موافق مزاج کسے سخن گوید (فرهنگ رشیدی جلد دوم صفحه ۲۳۳ مطبوعه کلکته ۱۸۷۲ء)۔

کدام جورِ تو از لطف دلنشین تر نیست　　چہ احتیاج کہ تشویش انتخاب کشی

شیخ فیضی در عریضۂ[۱] خود از احمد نگر بہ اکبر پادشاہ بر می نگارد کہ :-

"مولانا ظہوری نقل کرد کہ روزے در باغ یکے از شرفاء مکّہ معظّمہ مجمعے بود۔ اقسام"
"مردم بر کنار حوض نشستہ صحبتے مے داشتند۔ بہ تقریبے یکے از اہالی ماوراء النہر گفت"
"کہ فردا چہار یار بر چہار گوشۂ حوض کوثر نشستہ آب بمومنان خواہند داد محمود صباغ"
"نیشاپوری برخاستہ گفت۔ نامعقول مگوئید حوض کوثر مدوّر است وساقیش علی مرتضیٰ"
"و گریخت"۔

راقم الحروف گوید۔ چون تقریب حوض کوثر درمیان آمد۔ رشحۂ فائدہ از سحاب قلم می تراود کہ حوض کوثر مربع است۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی در کتاب "البدور السافرہ" می آرد اَخرَجَ اَحمَدُ وَالبزّارُ عَن جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَنَا عَلَی الحَوضِ اَنظُرُ مَن یَرِدُ عَلَیَّ وَالحَوضُ مَسِیرَۃُ شَھرٍ وَزَوَایَاہُ عَلَی السَّوِیَّۃِ یَعنِی عَرضُہٗ مِثلُ طُولِہٖ۔

(۱۳) زکی ہمدانی

زکی الخلق ذکی الطبع بود۔ وگوئے غزل گوئی از اقران می ربود۔ قوت مدرکہ بلند داشت۔ و با مُلّا شکوہی در خدمت میرزا ابراہیم ہمدانی درس می خواند۔ میرزا طاہر نصیر آبادی انتقال او در سنہ ثلثین والف (۱۰۳۰) نوشتہ و ناظم تبریزی گوید "وفات او در سنہ ہزار و بیست وپنج (۱۰۲۵) واقع شد۔ "

داو ساز سخن باین قانون می نوازد ؎

شمکشانِ محبّت دم از فغان بستند　　گرہ زجبہہ کشادند و بر زبان بستند

[۱] دربار اکبری صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ لاہور ۱۸۹۸ء۔

ترا بہ نکہتِ پیراہنے مضایقہ نیست ولے بہ طالعِ ما راہ کاروان بستند

گر دل از عرض تمنا بمرادے نرسید این قدر شد کہ ترا بر سرِ ناز آوردم

(۱۴) فرقتی۔ ابوتراب جوشقانی

جوشقانی المولد۔ کاشانی المنشأ - از قافیہ سنجان عتبہ شاہ عباس ماضی بود۔ وگوی سخن از ہمداستانان می ربود۔

وا و قطعۂ بنظم آوردہ پیش **صادقی بیگ نقاش** بہ اصفہان فرستاد۔ والتماس تخلص کرد۔ **صادقی بیگ** قطعۂ در جواب نوشت۔ وچہار تخلص تجویز نمود۔ ازانہا **فرقتی** پسندش اُفتاد۔ ازان چہار تخلص یکے **کلیم** بود۔ گفتند چرا کلیم تخلص نمی کنی۔ گفت نخواہم کہ ظرفا گلیم جوشقانی خوانند

ارتحال او در سنہ ست وعشرین والف (۱۰۲۶) اتفاق اُفتاد نہال کلکش این نوع ثمر می افشاند ؎

مجنونِ ترا عار ز عریانی تن نیست پروانۂ پرسوختہ محتاجِ کفن نیست

چہ شد اگر مژہ برہم نمی توانم زد کہ لب بلب نرسیداست ہیچ دریا را

خون تراوش می کند از چاکہای سینہ ام طفلِ اشکم باز گم کرداست راہِ خانہ را

چو جادوئے کہ از بہرِ فسون لبہا بجنباند بہ افسونم زند چشمت بہم ہر لحظہ مژگان را

(۱۵) فغفور۔ محمد حسین

از سادات **لاہیجان**۔ ودر فن طبابت وشعر وخوشنویسی ممتازِ زمان بود۔ در **ایران** رسمی تخلص می کرد۔ وبعد وصول **ہند** **فغفور** تخلص برگزید۔ بلے شاہ مصوّران کشور فصاحت است۔ وخسرو نقش طراز انِ قلمرو کتابت۔

دراواخر ایام زندگانی ملازم شهزادهٔ پرویز بن جهانگیر بادشاه شد واشعا خود را بمدحت او موشح ساخت۔

ودر بلدهٔ الہ آباد سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) چینی حیاتش بر سنگ فنا اُفتاد۔

دیوانش قریب چہار ہزار بیت نوشتہ اند۔ نقاش فکرش باین حسن تصاویر می کشد ؎

فلک امشب بکام رندِ دُرد آشام می گردد | عسس گو خواب راحت کن کہ امشب جام می گردد
درعشق چو سبّابهٔ تسبیح شماران | صد عقدہ بہ پیش آمد واز راہ نگشتم
سرِ شوریدہ بسامان نتوان باز آورد | این نہ دستار پریشانست کہ از سر بندند
این قوم خود نما کہ نہ بینند عیب خویش | آئینہ کاش در گروِ توتیا کنند
می رسد نازت ازان چشم کہ چون غنچۂ گل | سرِ مژگانِ تو از طرف کلہ می گزرد
ملاحتِ تو گواہ است وشوربختی من | کہ بے نمک نسرشتند خاکِ آدم را

(۱۶) نظام۔ میر نظام دست غیبی شیرازی

نسق ملک سخن طرازی است۔ ونظام قلمرو نکتہ پردازی۔ درعمر سی سالگی دنیائی پنج روزہ را وداع کرد۔ واین سانحہ در سنہ تسع وعشرین والف (۱۰۲۹) واقع شد۔ خوابگاہش حافظیۂ شیراز۔

سحاب کلکش باین آبداری گوہر می افشاند ؎

دلم را عشق گرداند بگرد چشم پر کارش | چو آن مرغے کہ گرداند کسے بر گرد بیمارش
زدُنیا یکسرِ مو غم نباشد اہل دنیا را | کہ دلگیری نباشد در قفس مرغانِ دیبا را
گر فلک با من ہم آغوشش نماید دور نیست | باغبان بر چوب بندد گلبنِ نوخیز را

چشم چون بر عشوہ کرد اول بسوے خویش دید | بادۂ خود خورد ساقی ساغرِ لبریز را
دل کہ افسردہ شد از سینہ بدر باید کرد | مردہ ہر چند عزیز است نگہ نتوان داشت
من آن مرغم کہ باشد آشیانم سایۂ برگے | تواند جنبش بادے مرا بے خانمان کردن

(۱۷) مرشد۔ مُلّا مرشد یزدجردی

مرشد سالکان جادہ سخن است۔ وصاحب تلقینِ مرتاضان این والا فن۔ از وطن خود رہگراے ہند شد۔ چون بقندہار رسید۔ جاذبۂ التفاتِ میرزا غازی وقاری عقال پائے او گردید ودران عتبہ کرسی نشینِ عزّت گشت۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ بعد فوت میرزا غازی خود را بہ ہند کشید۔

پوشیدہ نماند کہ وارد شدن مُرشد از ولایت خود بقندھار ورحل اقامت افگندن در سایۂ عاطفت میرزا غازی ہفدہ سال پیش ازین ہنگامے کہ تحریر ید بیضا درمیان بود۔ در تذکرۂ مشاہدہ اُفتاد۔ تعیین تذکرہ از خزانۂ حافظہ بر آمد۔

و میر تقی اوحدی صفاہانی صاحب تذکرۂ عرفات گوید۔ ملخص کلامش اینکہ:

"مرشد وقتیکہ از یزدجرد بہ صفاہان آمد بندہ بخدمت ایشان مکرر رسیدم۔ از انجا"
"بشیراز رفتہ۔ مدتے سیر کرد۔ چون بملک سندھ اُفتاد۔ صحبت او با میرزا غازی بر آمد"
"و ترقیات نمود۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ و چون میرزا غازی جرعہ شہادت چشید۔"
"ارادۂ درگاہ جہانگیر بادشاہ نمود۔ در اثناے تحریر این مقالات بہ آگرہ آمد۔ چند روز او را"
"دریافتم۔ پس در اجمیر رفتہ بہ اردوے جہانگیری واصل شد و بملازمت سلطانی مشرف"
"گردید و الحال با مہابت خان می باشد۔"

وہمچنین میر تقی در ترجمہ طالب آملی کہ با او ہم ملاقاتہا دارد می نویسد کہ:۔

"وقتیکہ از ایران عزم ہند کرد در سندھ بخدمت میرزا غازی قیام نمود۔"

برخال وخط شناسان چهرهٔ تاریخ هویداست که میرزا جانی والی تتہ پدر میرزا غازی درسنہ احدی والف (۱۰۰۱) ناصیۂ بخت بملازمت اکبر پادشاہ برافروخت۔ ومیرزا غازی درتتہ ماند۔ اکبر پادشاہ تتہ را بہ میرزا جانی ارزانی داشت۔ ونیابت بہ میرزا غازی عنایت شد وچون میرزا جانی در برہان پور درسنہ ثمان والف (۱۰۰۸) جان بجہان آفرین سپرد۔ پادشاہ میرزا غازی رامشمول عواطف داشتہ ولایت سندھ را باآں او باز گذاشت۔ و درسنہ احدی عشر والف (۱۰۱۱) سعید خان چغتا بانتزاع سندھ مامور شد میرزا غازی حلقۂ انقیاد درگوش کشید۔ وتا بھکر رسم باستقبال بجا آوردہ سعید خان را دریافت۔ و بہمراہی او خود را بدرگاہ اکبری رسانید۔ ہمت خسروانی برحمت بحالی ملک سندھ رنگ رفتۂ اورا بحالت اصلی آورد۔ و درعہد جہانگیری صوبہ ملتان در اقطاع او اضافہ شد۔ آخر بصوبہ داری قندھار سرمایۂ افتخار اندوخت۔ و ہمانجا درعمر بیست وپنج سالگی سنہ احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) پیمانۂ حیات او لبریز گردید۔

میرزا غازی بعد از آنکہ از سندھ بہند خرامید۔ باز بہ سندھ نرفت۔ پس ملاقات مرشد و طالب بامیرزا غازی درسندھ بقول میر تقی درعہد اکبری بودہ باشد۔ واللہ اعلم

مخفی نماند کہ تذکرۂ میر تقی صفاہانی بعد تبییض این جریدہ بنظر رسید اسامی شعراء ترتیب حروف تہجّی مے کرد۔ عجب صلاے عامے در دادہ۔ و بہ آدنی موزونے کہ پے بردہ چہ قدیم چہ جدید در مہمان خانہ خود تکلیف نمودہ و بہ از تذکرۂ میر تقی کاشی است۔ تذکرۂ صفاہانی نسخۂ ناقص از حرف الصّاد تا

لہ ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۵۔

حرف الیاء بدست آمد و چند جا ضرورةً بعضے مطالب الحاق نموده شد۔

مرشد در سنۂ ثلثین و الف (۱۰۳۰) از لباس عنصری بر آمد منتخبے از دیوان او محتوی بر اقسام شعر بنظر در آمد۔ زبان خوبے دارد و سخن بقدرت می گوید۔ قصاید و مثنویات او بہ از غزل است و ساقی نامہ مختصرے نشہ آور از میخانۂ فکرش تراویدہ مطلعش این است ؎

بہار است و دل مست و من در خمار　　خوشا جام مے خاصہ از دستِ یار

گیرم کہ روزِ حشر سر از خاک بر کنم　　آن دیدہ کو کہ جانبِ قاتل نظر کنم

من آن مرغم کہ گر یاری نماید بخت نا سازم　　بود تا گوشۂ بامِ قفس معراجِ پروازم

طرۂ دلبر نیم تا کے پریشان زیستن　　چشمِ عاشق نیستم تا چند حیران زیستن

کاش اجزای وجودم بگسلد از یکدگر　　تا دو روزے جمع گردم زین پریشان زیستن

بسیار زحد می گزرد گرمی مجلس　　دلسوختۂ در پسِ دیوار نباشد

بے سبب مرشد ز طورِ من شکایت میکند　　اینقدر آخر نمی داند کہ من دیوانہ ام

جوان ز بسکہ شد از فیض ابر عالم پیر　　شگوفہ ریزد از شاخ بر سر نخچیر

ہمان برنگ گل افتد بخاک سایۂ گل　　ز بسکہ لطف ہوا کرد در زمین تاثیر

ہوا چنان برطوبت کہ از زبان تا گوش　　ہزار جا بزند ریشہ نالۂ شبگیر

چنان ز لطف ہوا گشت طبع آتش تیز　　کہ شعلہ چون می گلرنگ بگذرد ز حریر

رباعی

راہے پیشم بسے نشیب است و فراز　　کز انجامش خبر ندارد آغاز

چون نالۂ عاشقان پست و بلند　　چون وعدۂ وصل گلرخان دور و دراز

(۱۸) زلالی خوانساری

در اختراع تازگی عبارات و نازکی اشارات بے نظیر افتادہ و بایجاد سبعۂ

سیارۂ سپہر بلند خیالی را رو نقشے دیگر دادہ۔

عمدۂ مثنویات او "محمود و ایاز" است کہ مصنف اکثر اوقاتِ خود را صرفِ این کتاب ساختہ۔ سال آغازش کہ احدی و الف (۱۰۰۱) باشد این بیت تصریح مینماید ؎

در استفتاح این منشور نامی	بجو تاریخ نظمش از نظامی

۱۰۰۱ھ

و تاریخ اختتامش کہ سنہ اربع و عشرین و الف (۱۰۲۴) باشد این مصرع افادہ میکند ؎

الٰہی عاقبت محمود باشد
۱۰۲۴ھ

امّا ترتیب نادادہ ورق حیات گرداند۔ شیخ عبدالحسین داماد شیخ علی نقی کمرہ در ہندوستان نسخ متعددہ فراہم آوردہ بہ تقدیم و تاخیر و طرح ابیات فی الجملہ ربطے داد۔ و مُلّا طغرائی مشہدی دیباچۂ نثر بہ تحریر آورد۔

وفوت زلالی در سنہ احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) واقع شد مصرع[۱]

"از جہان رفت زلالی بجنان"۔ تاریخ یافتہ اند۔

از محمود و ایاز است ؎

مئے کز وے خرد بے برگ گردد | غم از یک جرعہ شادی مرگ گردد
جنون یک قطرہ از لائے خمِ او | سرِ بیہوشی و پائے خمِ او

(۱۹) نقی۔ شیخ علی نقی

از شعراء معمورۂ کمرہ و مروج نقود سرہ است۔ در آغاز سن وقوف بجد تمام بکسب علوم پرداخت۔ و در معقولات و منقولات از اکفاء و اقران سنستثنے برآمد و اکثر ناوکِ فکر بصید معانی می انداخت۔ و وحشیان خیال را در دام عبارت بند می ساخت۔ دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔ قصائد

---

[۱] ازین مصرع تاریخ مطلوب بر نمے آید۔

غرادارد۔ وبیشتر ثناگستر حاتم بیگ اعتماد الدّولہ است۔ و در صلۂ قصیدہ دالیہ
کہ در مدح اعتماد الدّولہ گفتہ مبلغ خطیر سالیانہ مقرر گردید۔ و بعد فوت شیخ ہم چند
سال آن وجہ بہ متعلقانِ شیخ می رسید۔ مطلع قصیدہ مذکور این است ؎

اہل صورت کہ بجمعیت صوری شادند — فارغ از تفرقۂ معنوی اضدادند

رحلت شیخ در سنہ احدی وثلثین والف (۱۰۳۱) اتفاق اُفتاد۔ این چند بیت
از دیوانش فراگرفتہ شد ؎

چندان دلم بپرسشِ چشمِ تو شاد نیست — دانم کہ بر تواضعِ مست اعتماد نیست

کشد چو سوی چمن بے قدرت ملال مرا — گزد چو مار سیہ سایۂ نہال مرا

کم کن شرابِ لطف کہ پر شد ایاغ ما — روغن چنان مریز کہ میرد چراغ ما

کردی سفید چشم نقی را ز انتظار — این بود پنبۂ کہ نہادی بداغ ما

بہنگام وداعش می کنم نو عہد دیرین را — چو بیمارے کہ وقتِ مرگ ایمان تازہ میسازد

عاشقان نامی بعجز و ناتوانی داشتند — کوہکن آخر بزور این قوم را بدنام کرد

نقی در گریہ آور دا صطرابِ عشق جانان را — کہ زورِ آتشِ سوزندہ آب از چوب تر گیرد

من کشتۂ آن چشم کہ در عین تکبّر — باہمچو منے در صددِ ناز درآید

رفتی و خموشم کہ در آغاز مصیبت — ماتم زدہ یکچند بشیون نبرد راہ

نقد دل دزدی و آنگاہ بتقریب حیا — سر بہ پیش افگنی و چشم ببالا نکنی

نیست در عشق دلِ شاد شنیدی کہ چہ بود — پادشاہی زغلامی پدری از پسری

وای بر جان خلائق اگر آرند بحشر — عوضِ روز قیامت شب تنہائی را

(۲۰) طالب آملی

برادر خالہ زادۂ حکیم رکنا کاشی بود۔ جویای معانی بلند است و غواص لآلی دلپسند

میرزا صائب گوید ؎

بطرزِ تازہ قسم یاد می کنم صائب ۔۔۔ کہ جائے طالب آمل در اصفہان پیدا ست

در ریعانِ شباب از ولایت خود بر آمدہ بہ نز ہتکدۂ ہند خرامید چون میرزا غازی وِقاری از پیشگاہ جہانگیر پادشاہ بصوبہ داری قندھار مامور گردید۔ و نقد کمیاب قدردانی اہل کمال را رواج داد۔ طالبا خود را بآستان میرزا غازی کشید۔ و بہ التفات فراوان اختصاص یافت طالبا قصیدۂ طولانی در مدح میرزا غازی می طرازد۔ و دران قصیدۂ رفتنِ خود از ہند پیش میرزا مفصل بیان می نماید۔ از انجاست این بیت ؎

عنایاتِ شوقِ تو شُد ورنہ کے دِل ۔۔۔ زدے فال رجعت ز ہندوستانم

و بعد رحلت میرزا غازی کرت ثانی بہ گلگشت ہند شتافت و ایامے با عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر بُرد۔ آخر باعتصام ذیل جہانگیری قوی پایہ شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بخطاب ملک الشعرائی بلند نامی اندوخت و در ہمین سال ابوطالب کلیم ہمدانی از ہندوستان بعراق عجم معاودت نمود۔ طالب آملی در مدح جہانگیر بادشاہ و اعتماد الدولہ وزیر و نور جہان بیگم قصائد غرا دارد۔

و ستی النسا خانم ہمشیرۂ طالبا ست۔ ستی النسا خانم در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان مدار المہام محل پادشاہی بود۔ و شوہرش نصیرا برادر حکیم رُکنا کاشی در ہندوستان رخت ہستی بربست۔ چون فرزندے نداشت ستی النسا خانم دو دختر کہ از طالبا ماندہ بود بہ فرزندی برگرفت۔ کلاں را بہ عقل از دواج عاقل خان و خورد را بحبالۂ نکاح حکیم ضیاءُ الدین مخاطب بہ رحمت خاں کہ پسر حکیم قطبا برادر دیگر حکیم رکنا ست در آورد۔

ستی النسا خانم در ذی الحجہ سنہ ست وخمسین والف (۱۰۵۶) بساط زندگانی درنوردید-

طالبا در اوائل مُہردار اعتماد الدوله بود آخر مستعفی شد و قطعۂ اعتذاری بنظم آورده- ازانست ؎

دو صنف اند اہلِ طبیعت کہ ہرگز
ندارند باہم سرِ سازگاری

یکے را فرومایگی کرد شاعر
یکے را بزرگی و عالی وتباری

من آن شاعرم شکر للّٰہ کہ دارم
زبختِ بلندِ تو اُمیدواری

کہ گر دہر یاقوت یکدانہ گردد
درو بینم از چشم نا اعتباری

بہ گلزارِ معنی ہزارِ فصیحم
بمنصب چہ شد نیستم گر ہزاری

چو مہرِ تو دارم چہ حاجت بمُہرم
مرا مہرداری بہ از مُہر داری

طالبا در مدح قُلیچ خان ناظم لاہور قصیدۂ ہشتاد و چہار بیت در یک شب فکر کرد و بآن می نازد و می گوید ؎

منم کہ نیست چو من شاعرے ز اہلِ سخن
منم قائلے ز اہلِ کلام

گواہ این دو سہ معنی ہمین قصیدہ بس است
کہ یافت از سرِ شب تا سپیدہ دم اتمام

اما میرزا صائب اشہب فکر از طالبا نیز تر رانده- وہنگام ورودِ برہان پور قصیدۂ شصت و یک بیت در یک چاشت در مدح ظفر خان بنظم آورد و در آنجا مے فرمائد ؎

ہزار حیف کہ عرفی و نوعی و سنجر
نبند جمع بدار العیار برہان پور

کہ قوتِ سخن و لطف طبع مے دیدند
نمی شدند بطبعِ بلند خود مغرور

ہمین قصیدہ کہ یک چاشت روی داد مرا
ز اہلِ نظم کہ گفت است در سنین و شہور

اگرچہ طالبا را بیست و سہ بیت افزون است- اما افزونی ابیاتِ طالبا با وسعت

وقت کم است۔ وکمی ابیات مرزا باتنگی فرصت افزون۔ واین معنی از تقسیم ابیات برساعات واضح می شود۔

آمدم برین کہ نسبت بجناب مرزا صائب بے ادبی نمی توان کرد۔ امّا این ہمہ تفاخر از طالب آملی نامنظور است۔ چہ شوکت قصیدۂ قریب صد بیت در مدح میرزا سعد الدین درعرض چہار ساعت نجومی انشا نمود۔ ومطلقاً لب باظہار کمال نکشود۔ مطلعِ قصیدہ این است ؎

بسکہ جوشد شعلۂ حل کردہ از مینائے من — شیشہ را فوارۂ آتش کند صہبائے من

ودر آخر قصیدہ می گوید ؎

شب کہ گردیدم ہم آغوشِ پریزادِ خیال — چار ساعت در گذارشام دیو آسای من

این ہمہ اطفال معنی را کہ افکار من اند — زاد کلک مریم آسای مسیحازای من

طالبا درعین جوانی از زیبا خلعتِ زندگانی برآمد واین واقعہ در سنہ ست و ثلثین والف (۱۰۳۶) پیش از فوت جہانگیر پادشاہ بیک سال رو داد۔

دیوان قصائد وغزلیات ورباعیات طالبا در وقت تحریر۔ بدست آمد فرصت وفا نکرد کہ بانتخاب پرداختہ شود۔ گل چند از گلستانش حوالۂ دست قلم می شود ؎

گرمن بجائے جوہرِ آئینہ بودمے — بے رونما ترا بتوکے می نمودمے

من کیم کز شرم قتل من سر انداز دبہ پیش — ہیکلِ خونم گرانی می کند بر گردنش

بے نیازانہ ز ارباب کرم مے گزرم — چون سیہ چشم کہ بر سرمہ فروشان گزرد

ملایمت کن وفارغ شو از ملامتِ خلق — کہ نخل موم ز آسیبِ تیشہ آزاد است

دُشنامِ خلق رانہ دہم جز دعا جواب — ابرم کہ تلخ گیرم وشیرین عوض دہم

سبک چنین کہ بگلگونِ می سوار شدم — امید ہست کہ رنگ پرید را گیرم

خانۂ شرع خراب است کہ ارباب صلاح — درعمارتگری گنبد دستار خود اند

مزۂ در جہان نے بینم ٭ دہر گوئی دہانِ بیمار است

(۲۱) شفائی اصفہانی

اسمش شرف الدین حسین است۔ پدرش حکیم ملا طبیبے حاذق بود۔ مشارٌ الیہ مراحل کسب علوم بسرعت نوردید۔ و حکمت نظری را بیشتر ورزید۔ و مدتے مشق طبابت کرد۔ قرابادین او مشہور است۔ و عمرہا در نسخہ نویسی شعر اُفتاد و بمعاجین افکار دماغہا را تقویت بخشید۔ مرزا صائب فرماید ؎

در اصفہان کہ بدردِ سخن رسد صائب ٭ کنون کہ نبض شناس سخن شفائی نیست

حکیم نزد شاہ عباس ماضی بافزونی قرب و منزلت امتیاز داشت تا بحدے کہ روزے درعرض راہ شاہ را برخورد۔ شاہ خواست کہ از اسپ فرود آید حکیم مانع آمد اما امرا ہمہ پیادہ شدند تا حکیم گذشت۔

ہجو بر مزاجش غالب آمد۔ میر باقر داماد میگفت "شاعری فضیلتِ شفائی را پوشید۔ و ہجا شعر او را پنہان ساخت" لیکن در پایان عمر ازین امر نا ملائم بتوبہ موفق گردید۔

فوتش در رمضان سنہ سبع و ثلثین و الف (۱۰۳۷) اتفاق اُفتاد۔

زادۂ طبعش دیوان جد و ہزل و چند مثنوی است مثل "دیدۂ بیدار" و "نمکدان حقیقت" و "مہر و محبت" این ابیات از دیوانش ماخوذ شدہ ؎

در دل در آ تفرجِ گلہای داغ کن ٭ از خانہ چون ملول شوی سیر باغ کن

خویش را بر قلب غم آخر دلِ بیتاب زد ٭ این کتانِ پارہ کوس خصمی مہتاب زد

حاکمے نو کو کہ بر درگاہ او دادی کنیم ٭ مشت خونے بر جبین ظالیم و فریادے کنیم

از زبانِ خنجر کین پرسشِ دلہا مکن ٭ عالمے را طعمۂ شمشیر استغنا مکن

اے در آغوشِ ملک پروردہ بدخوئی مکن — شکرستان زیر لب داری ترش روی مکن

بخود غمِ تو نگویم کہ بیمِ رسوائی است — نہان کنم زخیالت کہ یارِ ہرجائی است

بہ انتقام ابد آشتی میسر نیست — زبسکہ خوے تو بریک گناہ مے پیچد

نوبہارے کہ دلی نشگفد از پہلوی او — جاے آنست کہ پہلوی خزان بنشیند

دامنِ دیدہ نگہدار کہ در مذہبِ ما — دل چو شد کشتہ دیت از مژۂ تر گیرند

یک لحظہ نپرداخت مرا داورِ محشر — این شکوۂ جانسوز بحشرِ دگر افتاد

خدا عشقِ مرا از ننگ رسوائی نگہدارد — کہ بدبیتابی پیرامنِ این راز می گردد

گر نقدِ جان بہاے وصالت نمی شود — از قاصدِ تو ذوقِ خبر می توان گرفت

آن دل کہ نامزد بوفاے تو کردہ ام — کارے مکن کہ عربدہ جوئے دگر شود

تپِ غم دیدہ را دلسوزیِ شکر زبان دارد — تبسم را مکن شیرین کہ می ترسم بجان افتم

زہر بیدادم بہ بزم امتحان کم کم مریز — ہرچہ داری بر سرم ہم ریز تا یکجا کشم

پے شکستنِ پیمان ہمین بس است تلافی — کہ بہر تازگی عہد داد دست بدستم

مرا قیمت بہ پنہان دیدنی کردی خورسندم — کہ بوی غیرتی می آید از ارزان بہا کردن

(۲۲) قاسم - قاسم خان جوینی

قاسم مائدۂ فصاحت است۔ و ناظم جواہر بلاغت۔ منیجہ بیگم خواہر اعیانی نور جہان بیگم درحبالۂ عقد قاسم خان بود۔ و بہ علاقۂ سلفیت جہانگیر بادشاہ بہ پایۂ امارت و رتبۂ مصاحبت سر برافراخت۔ و بہ قاسم خان منیجہ مشہور گردید[۱]۔ در اواخر عہد جہانگیری بحکومت صوبہ اکبر آباد و حراست قلعہ آن مصرمے پرداخت و در آغاز دولت شاہجہانی بہ منصب پنجہزاری پنج ہزار سوار و ایالت

[۱] مآثر الامرا جلد ۳۔ صفحہ ۹۷ مطبوعہ کلکتہ۔

صوبۂ بنگالہ امتیاز یافت۔
و در سنہ اثنین و اربعین و الف (۱۰۴۲) بعد فتح ہوگلی بندر کہ از بنادر
عمدۂ بنگالہ است۔ بفاصلۂ سہ روز باجل طبیعی درگزشت۔ امیرے خیر مستجمع کرائم اخلاق
بود در نماز تہجد تقید داشت۔ و ہر سال دو لک روپیہ بہ مستحقان می رسانید
رایتِ سخن باین شکوہ می افرازد ؎

نمونۂ جرسِ بیدلم صدا نہ کنم زبس شکستہ دلم لب بخندہ وا نکنم
راہ از ہجوم گریہ بر آواز بستہ ایم خون خوردہ ایم تا لبِ غماز بستہ ایم

(۲۲۳) شوقی میر محمد حسین

از سادات ساوہ است۔ و طراح سخن با حلاوہ۔ میرزا صائب کلام اورا
تضمین میکند و می گوید ؎
جواب آن غزل است اینکہ میر شوقی گفت چو شیر از دو طرف می کشند زنجیرم
از ولایت خود بکشور ہند آمد و بشمول عواطف اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری
گردید۔ بعد چندے سدۂ جہانگیر پادشاہ لازم گرفت۔ و بہ تقصیرے مورد عتاب شدہ
در حبس اُفتاد۔ و بتوجہ قاسم خان جوینی از قید رہائی یافت و مُدتے با او بسر
بُرد۔ آخر بولایت ایران معاودت نمود و ہمانجا درگذشت۔
طلائے سخن باین چاشنی از معدن بیرون می آرد ؎

درعشق ہر کجا کہ بلندی است پستِ ماست فیروزۂ حبابِ گردون بدستِ ماست
نتوان عریدہ با چشم تو کردن آرے بتواضع گزرانند ز خود مستان را

(۲۲۴) فتحی اردستانی

فاتح ابواب خیال بندی است۔ و حرف شناس قفل ابجد مشکل پسندی۔ مرزا

صائب سخن او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که فصیحی گفته است
از فراموشان مباد آن کس که ما را یاد کرد

فی الجمله تحصیل کرده بود۔ و در کمال ملایمت و نهایت پاکیزگی زندگانی میکرد۔ وفات او در سنه خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) واقع شد

گوہر سخن چنین در سلکِ نظم می کشد ؎

ہزار نکته بمن گفت چشم غمازش
چو سرمه خورده که بیرون نیاید آوازش

بدیده اشک شود رہنمون دلِ ما را
ستاره شمع بود رہروانِ دریا را

(۲۵) فصیحی

از اعیان سادات ہرات۔ و آئینۂ نقش پذیر حسنِ صفات بود۔

خوانندۂ افسون فصاحت۔ نوازندۂ قانون بلاغت۔ میرزا جلال اسیر گوید ؎

آنانکه مستِ فیضِ بهار اند چون اسیر
نه جرعۂ ز جام فصیحی کشیده اند

ابتداء حال در خدمت حسن خان بن حسین خان حاکم ہرات عظیم تقرب داشت۔ و تخم مدحت پدر و پسر فراوان در سرزمین سخن کاشت دران ایام ورود حکیم شفائی به ہرات اتفاق اُفتاد۔ و در مجلس حسن خان با میرزا فصیحی ملاقات دست داد۔ و مشاعرۂ ایشان بمنازعه انجامید۔ خان طرف فصیحی گرفت۔ شفائیؔ از ہرات برآمده فصیحی را ہجو کرد فصیحی در دیوان بلند حوصلگی را کار فرمود و اصلاً ملتفت جواب نشد۔ ہجو فصیحی در دیوانِ شفائی بنظر درآمد دل نخواست که زبانِ قلم بکلمات رکیک آشنا شود۔

میر تقی اوحدی صفاہانی گوید:۔ چند نوبت عزم ہند کرد مانع او شد ند چون ماہچۂ لوائی شاہ عباس ماضی در سنه احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) سواد افروز ہرات گردید۔ میرزا فصیحی بار یاب ملازمت گشت۔ و صحبت او دلنشین شاه اُفتاد۔ و بعنایات

فراوان مخصوص گردانید- و ہمراہ خود بعراق عجم و مازندران برد- از فروغ تربیت گوہر او را جلائے بخشید"-

دیوان فصیحی بنظر درآمد- خوش محاورہ است- امّا مضمون تازہ بندرت دارد- این چند بیت ازو التقاط یافت ؎

زبونِ دردِ پریشان زلفِ یار شدم — نہ صیدِ دوست کہ صیدِ دلِ فگار شدم
رمزیست خطِ دوست کہ چون بخت سرآید — آبِ سیہ از چشمۂ خورشید برآید
تو تماشا مکن آئینہ کہ حیران نشوی — زلف برخویش میفشان کہ پریشان نشوی
لبے کز نازکی بارِ تبسم برنمے تابد — بخون غلطم کہ امروزش بدشنام آشنا کردم
رتبۂ حسن بلند است چہ حاجت بہ نقاب — بہرِ منعِ نگہی کز مژہ کوتاہ تر است
ہزار بار قسم خوردہ ام کہ نام ترا — بلب نیاورم اما قسم بنام تو بود
خویش را بر نوکِ مژگانِ ستم کیشان زدیم — آن قدر زخمے کہ دل میخواست در پیکان نبود
ما زہر قاتلیم فصیحی نہ شہدِ ناب — مرد طپانچہ خوردنِ بالِ مگس نئیم
خارِ ترم کہ تازہ ز باغم بریدہ اند — محرومِ بوستانم و مردودِ آتشم
نو بہار ابشمیمِ گلِ عیشم مفریب — کہ من این نالۂ زار از دلِ خرم دارم
مختصر دستی کہ ما را بود صرفِ جام شد — گر خدا روزی کند دست دگر بر سر زنم
خاک آن کوی فصیحی ز جبین رنجہ مکن — از مہ و مہر بیاموز جبین سائی را

(۲۶) شاپور طہرانی

پدرش خواجگی برادر حقیقی میرزا محمد شریف ہجری پدر اعتماد الدولہ جہانگیری است شاپور فریبی ہم تخلص میکرد- قصائد دلفریب دارد و غزلہائے دیوان زیب مرزا صائب کلام او را تضمین می کند و می فرماید ؎

صائب این تازه غزل آن غزل شاپور است / که گران می رود آنکس که توکل دارد

کلیات شاپور بنظر درآمد قصیده نسبت دیگر اقسام شعر خوبتر می گوید و داد رقت و نزاکت می دهد۔ چون قاعدۂ اغلب این جریدۂ ذکر ابیات غزل است چند بیت از غزلیات او جدا نموده شده

بہ شوخی تو سوارے بصدر زین ننشست / تو تا سوار شدی فتنہ بر زمین ننشست

گرچہ در حاشیۂ بزم تو داخل باشم / رو خراشیدہ تر از صفحۂ باطل باشم

نہ گل چیدم ازین بستان نہ نام یاسمن بردم / دلے پر درد از غوغاے مرغان چمن بردم

در رہ یارے کز و ممنون یاری نیستم / گرچہ خود را کشتہ ام بے شرمساری نیستم

بے می سر تیمار دل ریش ندارم / تا مست نگردم خبر از خویش ندارم

نازک دلم چو کاسۂ چینی خدائے را / انگشت بر لبم نزنی کز فغان پر است

قدر من پست از بلندیہاے استغنای اوست / ورنہ دیوار من از دیوار کس کوتاہ نیست

مائو نگاہ دور کہ رندان پاکباز / بر سر نمے زنند گلے را کہ بو کنند

سینہ بر خنجر او زن کہ شہادت اینجا / ناقص است ار مدد کشتہ بہ قاتل نرسد

چو ابرم از پے رفع کدورت گریہ می آید / اگر بر خاطر باد صبا بینم غبار خود

میرود رقص کنان بردم تیغے شاپور / دامنش را بگذارید کہ کارے دارد

گو۔ میا بہر تلافی بسر کشتۂ خویش / بہ کہ این صلح بر نجیدن پای نکشد

ہر تیر کہ چون نیشکر از دست تو خوردم / تا آہن پیکان ہمگی جزو بدن شد

ہیچ جرمے نیست در عالم ز غمازی بتر / عشق معذور است گر منصور را بر دار کرد

عیب پوش خود نباشم عیب جوی کس نیم / دردمندم در شکست دردمندان نیستم

نعم البدل وعدۂ صد سال وصال است / آن بوسہ کہ نقد از لب پیغام گرفتم

کفے غبارم و عریانی ست کسوت من / نیم عبیر کہ خود را بہ پیرہن مالم

روشن نشد ز آتش ما چشم خانۂ / ہمچون چراغ گور بویرانہ سوختیم

فرصتِ عرضِ تمنا کو کہ در ایام وصل | یار مستغنی و من مستغرقِ نظّاره ام
زین سرکہ فروشان نتوان بادہ خریدن | صفرای می از بادۂ خوناب شکستیم
ورقِ ہستیم از ہم بدر انید کہ من | دیدہ ام آنقدر اصلاح کہ باطل شدہ ام

(۲۷) اسیر میرزا جلال بن میرزا مومن شہرستانی

شاعرِ دابند است و موجدِ اندازہاے دلپسند۔ ابو طالب کلیم گوید ؎

میرزای ما جلال الدین بس است | از سخن سنجان طلبگار سخن
راستی طبعش استادِ من است | کج نہم بر فرق دستارِ سخن

و میرزا صائب سخن او را مکرر تضمین میکند و در مقطعے میگوید ؎

خوشا کسے کہ چو صائب زِ صاحبان سخن | تتبعِ سخنِ میرزا جلال کند

اسیر اگرچہ تلمیذ فصیحی ہروی است امّا با میرزا صائب اعتقاد تمام دارد۔ و مکرر نغمۂ ستایش می سنجد۔ و جای می گوید ؎

با وجودِ آنکہ اُستادم فصیحی بودہ است | مصرعِ صائب تو اندیک کتابِ من شود

میرزا از اجلۂ ساداتِ شہرستان صفاہان است و بمصاہرت شاہ عباس ممتاز زمان پیوستہ سرگرم صحبتِ اربابِ کمال بود۔ و بعلو ہمّت و سمو فطرت اتصاف داشت۔ اما با گردش جام و شرب مدام آنقدر خوگر شد کہ در عین جوانی بر بستر ناتوانی افتاد۔ و در سنہ تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) غبار ہستی بباد فنا داد۔

دیوانش سیر نمودہ شُد۔ غث و سمین دارد۔ و مضامین تازہ کم واقع شدہ این چند رشحہ از خمستانش می چکد ؎

گرچہ آن قیمت ندارد دل کہ پامالت شود | صرف آتشبازیِ طفلانِ ہمسالت شود
رخصتِ کشتنم بدہ نرگسِ کم نگاہ را | یا مکن آشنای دل گرمی گاہ گاہ را

باميدِ كسے نگذاشت بيدادش دلِ ما را | خدا اجرے دہد در كشتنِ ما قاتلِ ما را
بلب ہر دم زشادی شکر این سودا نمی گنجد | کہ در دامِ تغافل غیرِ صیدِ ما نمی گنجد
پس از عمرے بسویم گز نگاہے کرد جا دارد | شہیدِ زخمِ شمشیرِ تغافل اجرہا دارد
خطِ یار گرچہ سر زد نگہِ ستمگرش ہست | چہ غمِ خمار دارد مِی ناز در سرش ہست
بکدام جان بباز د بکدام سر بہ بخشد | چہ کند کسے بہ یکدل کہ ہزار دلبرش ہست
جولان دل شکاریش از کار بردہ است | مستانہ می رود جلوے میتوان گرفت
غیرت روا نداشت کہ تنہا گزارمش | عمرِ عزیز در قدم نامہ بر گزشت
نہ خوب دانم و نے زشت اینقدر دانم | کہ ہر چہ ہست بغیر از من انتخابِ من است
گرچہ استغناست ناحق کشتگان را خون بہا | چشمِ خوبان را نگاہِ عذر خواہی لازم است
در پریشان کدۂ یاس بود فیض رسا | سایۂ بید خوش آیندہ شمالے دارد
صبح خندان می شود بر روے تیغِ آفتاب | کاملے باید کہ از تقصیر جاہل بگذرد
بدوستی کہ چو در کوی او غبار شوم | نسیم را خبر از سرگزشت من مکنید
بگذارید کہ بگذارم و آہے بکشم | عمرہا سوختہ ام تا نفسے یافتہ ام
گفتم ندہی دل نشنیدی سخنم را | از آئینہ دیدی چہ قدر ناز کشیدی
دستے کہ بر نگیرد از پا فتادۂ را | چون آستینِ خالی است بیکار تا بگردن

رباعی

آگاہی چیست سیر دُنیا کردن | در مملکتِ وجود سودا کردن
چون مہر سفر کن کہ بود کار زنان | از سرمۂ سایہ دیدہ بینا کردن

(۲۸) ادائی۔ میر محمد مومن یزدی

کلامش اداہائے خوب دارد۔ و اندازہائے مرغوب۔ در دیار خود متہم بالحاد گردید

ومجال اقامت ندیده رخت بوسعت آباد هند کشید و در سنهٔ ثلثین والف (۱۰۳۰)
وارد دکن شد۔ و دران الکه مراحل زندگانی بپایان رسانید۔
سیّارات ابیاتش از افق بیان طلوع می کند ؎

بی روی تو روزیکه رهم بر چمن اُفتد — دیوار به از سایه که بر روی من اُفتد
یک دل آزاد درین دامگهِ فانی نیست — یوسفے نیست درین مصرکه زندانی نیست
چاشنی گیر زهر کاسهٔ این خوان گشتم — خوش نمک تر ز سر انگشتِ پشیمانی نیست

رباعی

این عمر بباد نو بهاران ماند — این عیش بسیل کوهساران ماند
زنهار چنان بزی که بعد از مردن — انگشت گزیدنی بیاران ماند

(۲۹) سعیدا نقشبند یزدی

نقشبند کارگاه خوش تلاشی است۔ وصورت آفرین هیولاے خوش قماشی میرزا
صائب اورا بزبان ادب یاد می کند و می گوید ؎

این خوش غزل از فیض سعیدای نقشبند — صائب ز بحر دل تبامّل رسیده است

سعیدا در صفاهان اقامت داشت۔ ونزد اکابرِ وقت معزز و مُحترم می زیست
نقش خیال در پرند عبارت چنین می بافد ؎

کس نیست که خارم ز دلِ ریش برارد — این خار مگر آتشے از خویش برارد

(۳۰) نظیر مشهدی

نظیر عندلیب بهار است۔ وعدبل طوطی شیرین گفتار۔ در سنهٔ ثلثین والف
(۱۰۳۰) احرام بیت الله بست و بعد از ادراک این سعادت متوجه هند گشت۔ و

دراثناء راه شدائد بسیار کشید و کشتی او شکست - بعد محنتِ تمام به شهر بیجاپور رسید۔ و در سلک مقربان عادل شاه انخراط یافت۔

اول نظیری تخلص می کرد۔ باشندهای نظیر نیشاپوری نظیر قرار داد۔ گویند نظیری عوض حرف یا ده هزار روپیه به نظیر تسلیم کرد۔ و این سوال وجواب ظاهراً غلط شده باشد۔ زیرا که نظیر بعد فوت نظیری به هندوستان رسید و الله اعلم

نظیر آهوانِ معانی را باین قسم شکار می کند ے

نگذاشت زسامانِ تنم ضعف جدائی	چندانکه نگاهِ شوم و از مژه خیزم
در سلسلهٔ بال فشانانِ هوائی	خم ناشده از نامهٔ من بال و پرِ نیست

(۳۱) نادم لاهیجانی

سرخروئی معرکهٔ شعراست۔ اما از شکستِ نفس نادم تخلص می گزیند۔ و صدر آرای مجلس فصاحت۔ لیکن از فروتنی در صفِ آخر می نشیند۔ الکن طلق اللسان بود۔ و قصب السبق از رائضانِ مضمار زبان آوری می ربود۔ از دیار خود بممالک دکن افتاد۔ و با مولانا نظیری نیشاپوری صحبت معتقدانه داشت۔ بعد چندے بصوب بنگاله خرامید۔ و از انجا به عظیم آباد پٹنه حرکت کرد۔ آخر به اصفهان معاودت نمود و همانجا مرحلهٔ آخرت پیمود۔

ریحانِ کلامش در سرزمینِ ورق سبز می شود ے

در کعبه اگر دل بسوے یار نباشد	احرام کم از بستنِ زنّار نباشد
هرگز این طفل مزاجی نرود از یادم	گر بتا بوت روم شوخی گهواره کنم
باعثِ جلوهٔ گل دیدهٔ بیدار من است	بلبلان شور برآرید که خوابم نبرد
هنوز ش رنگ طفلی هست گل چیدن نمیداند	بدامن آشیانِ بلبل از گلزار می آید

(۳۲) سروری کابلی

عالم بیگ نام دارد۔ نکات رنگینش گلدستۂ سروری است۔ وخیالاتِ دلنشینش سرمایۂ حضوری۔ در اُردوی جہانگیری بسر مے برد۔ و در زمرۂ خوش خیالان می زیست نہال فکرش باین رعنائی می بالد ؎

لطف و دشنام تو تسکین دلِ بیہوش است — آتش از آب چہ گرم و چہ خنک خاموش است

در رقص دست و پا زدن اختراعِ ماست — چون نبض زیر پوست تپیدن سماعِ ماست

چوگان صفت بطلب خود پشت پا زدیم — پیوندِ ما بمطلبِ ما انقطاعِ ماست

عُذرِ دست تہی است خُلق کریم — میوۂ بید سایۂ بید است

(۳۳) مطیع تبریزی

طوطی بے بدل و مطیع استاد ازل است۔ میرزا صائب مصراع اور اتضمین می کند و می فرماید ؎

جواب آن غزل است اینکہ گفتہ است مطیع — کلید کعبہ و بتخانہ در بغل دارم

مطیع تجارت پیشہ بود۔ از دیار خود بسیر ہند خرامید۔ روزگارے مُہنّا داشت طرۂ اشعارش پیرائیہ عارض ورق می شود ؎

آہے کہ مرا از دلِ پُر درد بر آید — چون شاہسواری است کہ از گرد بر آید

چو وسعتِ عدمم در خیال می آید — ز تنگنائے وجودم ملال می آید

(۳۴) اوجی نطنزی

فکر بلندش طرفہ اوجے دارد۔ و شعر آبدارش عجب موجے۔ میرزا صائب سخنِ

اورا تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب مصرعِ اوجی که وقتی گفته است — پادشاهی عالم طفلی است یا دیوانگی

و اوجی نسبت بمیرزا می گوید ؎

صائب نمود جوهرِ شعرِ مرا به من — تیغِ برهنه ام که جگر دار یافتم

اوجی با حسن خان شاملو حاکم هرات بسر مے برد۔ و در مدح او فراوان قصائد پرداخت۔

دیوان او بمطالعه در آمد و این چند بیت بالتقاط رسید ؎

کرم گلے است که در باغِ خود نمائی نیست — کریم ساخته بودن کم از گدائی نیست

گر شامگہِ شیب وگر صبحِ شباب است — پوشیدنِ چشم از دو جهان یکسره خواب است

ساغر بغیر داد زرِ شکم خراب ساخت — آتش بدیگرے زد و ما را کباب ساخت

نگہِ گرم عنانم صفِ دیدار کجاست — بوسهٔ بے ادبم کنج لب یار کجاست

رطلِ گران بقیمت جان می توان خرید — این است گوهرے که گران میتوان خرید

درین زمانه پسر با پدر نمے سازد — درین حدیث گواهم شراب انگوری است

بهر یک لب خنده نتوان منّتِ شادی کشید — منصبِ گل گردهند غنچهٔ تصویر باش

ما حریفِ این قدر بار تعلّق نیستیم — می بزور این رنگ را بر چهرهٔ ما بسته است

خاطرِ جمعی ندارم از تو آخر دیده ام — همچو دستار پریشانم ز سر وا کردهٔ

کے بآرایشِ ویرانهٔ ما مے آید — آنکه در آینه یک جلوه بصد ناز کند

من گرفتم خویش را بے غم تسلّی ساختم — خاطرِ غم را باین معنی تسلّی چون کنم

با آن که قتلِ ما بتحمّل حواله کرد — چندان امان نداد که خاکے بسر کنم

صفائے رویِ عرقناک یار را نازم — که صلح داد بهم آفتاب و شبنم را

از باده نمے توان بریدن — زین آب گذر نمے توان کرد

او جی این قطرۂ خونی کہ اجل خواہد ریخت — صرفہ آنست کہ در گردنِ دشمن باشد

(۳۵) مشرقی میرزا ملک مشہدی

در نظم و نثر منشأ بدائع آثار است و مشرقِ فراوان انوار۔ چندے در خراسان با حسن خان شاملو گزرانید۔ آخر با صفہان شتافت۔ و در سلک منشیان شاہ عباس ماضی انتظام یافت۔ خان مذکور در مفارقت او غزلے گفتہ۔ از آن است ؎

تا مشرقی از کنار من رفت — از مشرقم آفتاب رفتہ

دیوان مشرقی بملاحظہ در آمد۔ قصائد غرا در مدح شاہ صفی بنظم آوردہ۔ و مقطعات ہجو بسیار گفتہ۔ محرر اوراق التزام کردہ کہ زبان خامہ را از ہجویات و ہزلیات شعر آنگاہ دارد۔

مشرقی مضامین خوب در قصائد تلاش کردہ۔ این چند بیت از غزلیات او برچیدہ شد ؎

نمی گویم کہ آتش رنگ یا گل بو بگرداند — الٰہی آن گلِ آتش طبیعت خو بگرداند

دوستان بوی مَی از خرقۂ ما مے آید — نکہتِ یوسف ازین کہنہ قبا می آید

ہمچو خورشید قدم بر سرِ دنیا دارم — عالمے در تہِ یک آبلۂ پا دارم

پرتوِ شمع رخے افتاد در کاشانہ ام — سوزشِ یاقوت شد خاکسترِ پروانہ ام

دل را بشمیم گل داغے نرساندیم — پروانۂ خود را بچراغے نرساندیم

چو عندلیب مدام بآہ و نالہ گزشت — چو گل تمام بہارم بیک پیالہ گزشت

باغبان چون غنچۂ نرگس مراد رخواب چید — تا بحسرت در کدامین بزم چشمے وا کنم

زکعبہ آیم و رشک آیدم بخون نابے — کہ از زیارت دلہاے خستہ مے آید

کار بہ دوبارہ عیش تباراج دادن است — می راز خم بجام کن و در سبو مکن

مطلب ز اضطراب بمقصد رسیدن است — از شیشہ تا بلب نرسد می رسیدہ نیست

نہ در بہار نشاطے نہ در خزان المے — فلک مرا بچہ امید در قفس دارد

نہ زخم خار کشیدم نہ بوی گل دیدم — زعندلیب شنیدم کہ نوبہاری ہست

آب حیات تیغت جان داد مشرقی را — ہرگز کسے ندارد جان دادنی چنین یاد

(۳۶) منیر ابو البرکات لاہوری بن ملا عبد المجید ملتانی

صاحب طبع منیر و نظم و نثر دلپذیر است۔ در منشآت خود گوید "من بے خانمان کہ در قلمرو سخن وطن گزیدہ ام صد ہزار بیت بلند بنیاد نہادہ ام" منثورات او و شرحے کہ بر قصائد عرفی شیرازی نوشتہ متداول است۔ مولد و منشأ منیر دار السلطنت لاہور است

در عہد شاہجہانی اول با میرزا صفی مخاطب بہ سیف خان ناظم الہ آباد بسر می برد این سیف خان داماد میرزا ابو الحسن مخاطب بہ آصف خان بن میرزا غیاث بیگ اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری است۔ بعد ازان منیر با اعتقاد خان حاکم جونپور پسر خورد اعتماد الدولہ مذکور مربوط گشت۔ و از خوان احسان او زلہ برداشت۔

وہفتم رجب سنہ اربع وخمسین والف (۱۰۵۴) در مستقر الخلافہ اکبر آباد رخت حیات بربست۔ نعش او را بلاہور نقل کردہ زیر خاک سپردند۔

طبع منیر سواد سخن را چنین روشن می کند ؎

قدم برون ننہد ماہ من ز منزل خویش — بود چو صورت آئینہ زیب محفل خویش

سہی قدان کہ گرفتار جلوۂ خویش اند — چو نخل شمع دو انند ریشہ در گل خویش

(۳۷) قدسی۔ حاجی محمدؐ جان مشہدی

جان سخن پروری است و روح معنی گستری۔ سعادتِ زیارتِ حرمین شریفین اندوخت۔ و بگلگشت ہند خرامش نمود۔ و در شہر ربیع الآخر سنہ ثنتین واربعین والف (۱۰۴۲) بتقبیل عتبۂ صاحبقران ثانی منتے برلب گذاشت روز اول قصیدۂ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

ای قلم برخود ببال از شادی و بکشا زبان در ثنائے قبلۂ دین ثانی صاحبقران

بعنایت خلعت و انعام دو ہزار روپیہ کامیاب گشت۔ و در ذیل ثناطرازان انخراط یافت۔ و بیومیۂ بیش قدرے موظف گردید۔ و بارہا بجوائز کام دل اندوخت

شیخ عبدالحمید صاحب شاہجہان نامہ در وقائع جشن نوروز سال ہزار وچہل و پنج ہجری می نگارد کہ :۔

"روز پنجشنبہ دوازدہم شوال سریرآرای آسمان چہارم پرتو اعتدال برساحت حمل"
"انداخت و افسردہ طبعان نباتات را باہتزاز در آورد۔ شانزدہم ماہ مذکور۔"
"حاجی محمد جان قدسی درجلدوی قصیدۂ کہ بمدح پادشاہی محلی ساختہ بود برزبر"
"کشیدہ مبلغ وزن را کہ پنج ہزار و پانصد روپیہ شد باو مرحمت گردید و در اواسط شہر"
"ربیع الاول سنہ تسع واربعین والف (۱۰۴۹) بعنوان صلۂ شعر صد مہر عنایت"
"شد۔ و در جشن شفا یافتن جہان آرا بیگم بنت صاحبقران ثانی از آسیب آتش"
"در اوائل شوال سنہ اربع وخمسین والف بعنایت خلعت و دو ہزار روپیہ تمتع"
"برگرفت"۔

شیرخاں در مرآۃ الخیال می نویسد کہ :۔

"حاجی محمد جان قصیدۂ رنگین در مدح صاحبقران ثانی گفتہ بعرض رسانید پادشاہ"

"اقسام جواہر قیمتی طلبیدہ فرمود تا ہفت بار دہانش از آن پر کردند انتہی[۱]"

اما مؤلفین شاہجہان نامہا مثل مُلّا عبدالحمید لاہوری و مُلّا علاء الملک تونی و صاحب عمل صالح کہ ہر کدام حالات پادشاہی مستوفی می نگارد صلۂ پُر کردنِ دہانِ قدسی بجواہر بہ زبانِ قلم نیاوردہ اند۔

قدسی پادشاہ نامۂ صاحبقرانی نظم آوردہ۔ چون نام عبداللہ خان فیروز جنگ در وزن پادشاہ نامہ نمی گنجید۔ باین حسن بیان اداکرد ؎

نہنگے کہ از غایتِ احتشام نگنجد بحر از بزرگیش نام

بخاطر ناقص می گزرد کہ برای نگنجیدنِ نام دو تعلیل آورد۔ از غایت احتشام و از بزرگی۔ احدہما زائد است۔ اصلاح برین وجہ می تواند شد ؎

نہنگے ست از غایتِ احتشام نگنجد بحر از بزرگیش نام

وطورے بتکلف معنی می تواند شد کہ ضمیر شین را راجع بنام سازند یعنی نہنگے کہ از غایت احتشام او نام بمرتبۂ بزرگ شدہ است کہ در بحر نمی گنجد۔ و اصلاحے کہ کردہ شد معنی را صاف ادا می کند۔

مثنوی و قصیدۂ قدسی خوب است لیکن غزلش چندان رتبہ ندارد۔ انتقال او در سنہ ست و خمسین و الف (۱۰۵۶) اتفاق اُفتاد کلیم در مرثیۂ او ترکیب بندے گفتہ و تاریخ چنین یافتہ مصرع دور از ان بلبلِ قدسی چمنم زندان شد ۱۰۵۶ھ

شیخ عبدالحمید می گوید کہ "قدسی بعارضہ اسہال در دار السلطنت لاہور درگزشت" و غنی کشمیری در قطعہ تاریخ وفات کلیم گوید کہ ؎

خاک بر سر کرد قدسی و سلیم عمرہا در یاد او زیر زمین
گشتہ اند این ہر سہ در یکجا مقیم عاقبت از اشتیاقِ یکدگر

[۱] تذکرہ مرآۃ الخیال صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمۂ حاجی محمد جان قدسی۔

ظاہر منطوق عبارتِ ہمین است کہ ہر سہ دریکجا مدفون اند و این وقتے تواند شد کہ جسد قدسی را بہ کشمیر نقل کردہ باشند۔

و میر طاہر نصیر آبادی می نویسد کہ "استخوان او را بمشہد مقدس رسانیدند"

دیوان قدسی بنظر تصفح در آمد و این چند بیت اختیار اُفتاد ؎

زود بہ کردم منِ بے صبر وداغ خویش را | اولِ شب می کُشد مفلس چراغ خویش را

در جلوہ گری مثل تو نرگس یاد ندارد | نادر بود آن پیشہ کہ اُستاد ندارد

در مجلسے کہ یاران شربِ مدام کردند | نوبت بما چو آمد آتش بجام کردند

اینجا غمِ محبّت۔ آنجا جزای عصیان | آسایشِ دو گیتی بر ما حرام کردند

در چنین فصلے کہ بلبل مست و گلشن پر گل است | گر ہمہ پیمانۂ عمر است خالی خوب نیست

ہر چہ با زلفِ تو می ماند دل از من مے برد | روز عمرم در تمناے شبِ یلدا گزشت

غمِ ہجوم آورد من در فکر بے سامانیم | میزبان خجلت کشد ہر چند مہمان آشناست

عیش این باغ باندازۂ یک تنگدل است | کاش گل غنچہ شود تا دلِ ما بکشاید

گر دستِ شام ہجران گیرد گلوی شب را | مشکل کہ تا قیامت از صبح دم بر آید

عشق چون قسمتِ اربابِ معیشت میکرد | لالہ داغے زمیان برد کہ داغم دارد

تابِ ہجرانِ شرابم نیست تا وقتِ صبوح | پیشتر از صبح می خندد گلِ پیمانہ ام

نگذاشت بخواب عدمم شیونِ بلبل | گل ریختہ بودند مگر بر سرِ خاکم

(۳۸) سلیم میرزا محمد قلی طرشتی

از طبقۂ ادراک و نکتہ سنجان بلند ادراک است۔ صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم۔ در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بے انباز۔ ابتداء حال با میرزا عبد اللہ وزیر لاہیجان بسر می برد۔ و بمزید مصاحبت امتیاز داشت۔ در آن

ایام مثنوی رنگینے در تعریف لاہیجان انشا کرد۔
آخر الامر در عہد شاہجہانی سرے بہند کشید و مثنوی مسطور را تغیر دادہ بنام کشمیر ساخت ۔ ازان است در صعوبت راہ کشمیر ؎

چنان معلوم می گردد کہ این راہ	رہِ موران بود بر خرمنِ ماہ
زبس رہرو در و سنگین خرآمد	زپایش رشتہ پنداری برامد
ہمانا کافراست این کوہ خونخوار	کہ دارد برکمر زین راہ زُنّار
مغلطان سنگ ازو تا مے توانی	کہ باشد بد بلائے آسمانی
بسامان رفتنِ این راہ زشت است	مجرّد شو کہ این راہ بہشت است

بعد ورود ہندوستان ندیم میر عبدالسلام مشہدی شد و در مدح او قصائد بلند پرداخت ۔ میر عبدالسلام از عمدۂ امرا شاہجہانی است و در عہد شاہزادگی بمنصب شایستہ و خطاب اختصاص خان اختصاص داشت و بعد سریر آرای سلطنت اول بخشی دوم شد ۔ پس ازان ناظم گجرات و عقب آن ناظم بنگالہ ۔ سپس بخطاب اسلام خان و والا پایۂ وزارت مباہی گشت ۔ و چون نوبتِ وزارت بہ سعد اللہ خان رسید پادشاہ اسلام خان را با یالت ممالک دکن سرفراز فرمود و ہم در زمانِ حکومت دکن سنہ سبع و خمسین و الف (۱۰۵۷) جہان فانی را وداع نمود ۔ مقبرۂ او در سواد اورنگ آباد معروف است عمارتے دلنشین دارد ۔

محمد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بسر مے برُد ۔ و در سالے کہ اسلام خان فوت کرد یعنی سنہ سبع و خمسین و الف (۱۰۵۷) او ہم در کشمیر رخت سفر ازین عالم بر بست ۔ و در دامن کوہے کہ مشہور بہ "تخت سلیمان" است مشرف بر تالاب ڈل خلوت نشینِ خاک گردید ۔

این چند بیت از دیوان سلیم بر ارباب ذوق سلیم عرض می شود ؎

مگذار ز دستم که گلِ باغ وفایم | بر دستِ تو شایسته تر از رنگ حنایم

تا چند دیر و کعبه مخوان این فسانه را | همچون کمانِ حلقه یکی کن دو خانه را

بدست آئینه از عکس رخش گلدسته را ماند | ز شانه زلف او هندوی ترکش بسته را ماند

ای تازه روز زخم خدنگِ تو داغ ما | از روغنِ کمانِ تو روشن چراغ ما

در قفس رفت چو قمری چمن از یاد مرا | بهتر از سرو بود سایهٔ صیاد مرا

مدعی گر نکند بحث سخن دلگیر است | در جدل گوش و زبانش سپر و شمشیر است

تا سحر امشب شراب ناب می باید گرفت | خونبهائے شمع از مهتاب می باید گرفت

نارسائی به هنرور همه جا همراه است | جامهٔ سرو ز موزونی او کوتاه است

جدل از خصم هنر باشد و از من عیب است | چون رگِ لعل ز دانا رگِ گردن عیب است

هما نصیب تو از من چنانکه خواهی نیست | که استخوانِ مرا مغز همچو ماهی نیست

امشب که ز بختم بسوی بزم تو راه است | چون شمع سراپای تنم وقف نگاه است

صید ما را از خدنگش در دل و جان آتش است | ناوکِ او را مگر چون شمع پیکان آتش است

ساقیِ گلفام صحنِ باغ را میخانه ساخت | از طرب چون صبح صوفی سبحه را پیمانه ساخت

واقف کسے ز شیوهٔ آن کجکلاه نیست | چون صورتِ فرنگ نگاهش نگاه نیست

نیم بلبل که فصلِ گل بگلشن آشیان گیرم | دهم صد گل که همچون شمع یک برگِ خزان گیرم

چو بلبل باعثِ شوریدهٔ گفتاری نمی دانم | چو گل تقریب این آشفته دستاری نمی دانم

با وجودِ صد هنر لا فم ز شعرِ دلکش است | خامه در دست هنرور تیر روی ترکش است

روزیِ کس را خورد کے دیگرے زان چوب را | آب نتواند فرو بردن که رزقِ آتش است

بهر کدام نمک لطف می کنی خوب است | که داغهائے دلم را ز هم جدائی نیست

راحتِ مردان هم از سرپنجهٔ مردانگی است | شیر را در وقتِ خفتن دست و بازو متکا ست

ذوقے از دیدنِ معشوق بدلگیری نیست | غنچه در چاکِ قفس قفلِ درِ زندان است

نگردد گریهٔ مستانه ام کم
که این بارانِ شب سینه گرفت است

نتوان نمود نقش ترا آنچنانکه هست
آئینه پیش روی تو چون صبحِ کاذب است

خنده بر سرو مکن این همه در محفلِ خویش
جامهٔ کوته اش اولی است که خدمتگار است

تسلیم از مهِ نو حالِ آسمان پیدا است
نشانِ مرکبِ طفلان رکاب کوتاه است

چون تندروی کاشیان تبدیل سازد میشود
تا لبِ مجنون تهی لیلی چو در محمل نشست

به بزم باده مرو بے صحیفهٔ غزلے
سفینهٔ بطلب تا توان در آب نشست

مهمان بخانهٔ دیر چو ماند عزیز نیست
کوتاهی زمانهٔ عمرِ درازِ ماست

گر سرو بود بجلوه در بر زده دامان
منعش نتوان کرد از ینها که جوان است

هیچ کس حالِ سرِ مارا نمی داند که چیست
عالمے را چشم همچون صبح بر دستارِ ماست

شاهان چرا سلیم برو رشک مے برند
ملکِ سخن چو بیش زیک گوشواره نیست

دل درونِ سینه ام می رقصد از حرف و سخن
هیچ سازے ماهیان را چون صدائے آب نیست

تیغ او پیش از اجل می سازدم از غم خلاص
راه پل دور است می باید مرا بر آب زد

از یار مصلحت نیست آهنگِ شکوه کردن
چون دف بحلقهٔ ما دیوار گوش دارد

در مقامِ عشق دل را از تعلق پاک کن
با نمد آئینه را نتوان بدستِ شاه داد

سلیم گفت که دارم بطره ات سخنے
بخنده گفت که هندو زبان چه می داند

یوسفِ من چشمِ طفلان نیست تنها بر رهت
شوقِ مکتوبِ تو پیران را کبوتر باز کرد

هیچ کس پروردهٔ خود را نمی خواهد زبون
آب و آتش را خصومت بر سرِ خاشاک شد

اعتبارے دولتِ جمشید را پیدا نشد
تاک تا از دودمانِ خود باو دختر نداد

نسبتے در عاشقی ما را به مرغ بسمل است
تا ز ما صیاد سر نگرفت ما را سر نداد

نیست در ایران زمین سامانِ تحصیلِ کمال
تا نیامد سوی هندوستان حنا رنگین نشد

باخبر باش از زبانِ خود که دانا یانِ راز
از خموشی حلقه در گوشِ سخن چین کرده اند

جهانِ سفله اگر داد جرعهٔ آبے — همان نفس چو حباب آن را بروی من آورد

از عذر نیست هرگز دلگیرِ وعدهٔ او — کاہل ہمیشه خواهد همراهِ لنگ باشد

شانه می آید بکارِ زلف از آشفتگی — آشنایان را در ایامِ پریشانی بپرس

چو تند بادِ حوادث مشو غبار انگیز — پناه مردمِ بے دست و پا چو مژگان باش

بسکه دارم ذوقِ جستن از فضاے روزگار — در میانِ خانه ہمچون تیرِ میدان می کشم

سفرِ اوّلِ شوق است بکوییت مارا — صید ما زود توان کرد که نو پرو ازیم

حیف باشد که زبے مهریِ او شکوه کنیم — ما که معشوق پران ہمچو کبوتر بازیم

چنان قناعتِ فقر است سازگار مرا — که چون حباب شوم فربه از ہوا خوردن

عهد کردم که گر این بار بکوی تو رسم — سرمهٔ دیده کنم سایهٔ دیوار ترا

مخفی نماند که در تتبع فقیر اول کسیکه تضمین چسپان در مقطع غزل طرح انداخت سلیم است۔ می گوید ؎

سلیم امشب بیادِ تربتِ حافظ قدح نوش است — اَلَا یَا اَیُّهَا السَّاقِیْ اَدِرْ کَاسًا وَّنَاوِلْهَا

وے گوید ؎

گفتِ حافظ دید چون کلکِ بیانم را سلیم — بلبلے برگِ گلے خوش رنگ در منقار داشت

زبان زدِ خلق است که او معانیِ بیگانه را با خود آشنا می ساخت۔ چنانچه مُلّا وارسته گوید ؎

دخلے که نکردی بکلام الله است — بیتے که نبردهٔ تو بیت الله است

طرفه اینکه سلیم از دستِ دیگران می نالد و می گوید ؎

دیوانِ خود بدستِ حریفان مده سلیم — غافل مشو که غارتِ باغِ تو می کنند

و نیز می گوید ؎

دیوانِ کیست از سخنانم تهی سلیم — تنها نه بر من این ستم از دستِ صائب است

نامِ میرزا صائب را تصریح کرده اما بالغ نظران می دانند که میرزا صائب خیلے صاحب قدرت سیر بضاعت است۔ حاشا که باخذو جر پردازد۔ ومتاع بیگانہ را دستمایۂ خود سازد۔ مضامینے که از سلیم و صائب همسایه یکدیگر واقع شده و بنظرِ تتبع این نارسا رسیده دریں جا ثبت می نماید۔ وچون تاریخ وفات سلیم مقدم است اول شعر سلیم مذکور می شود۔

سلیم ؎ مشاطه را جمالِ تو دیوانه می کند کائینه را خیالِ پریخانه می کند

صائب ؎ دل را نگاه گرمِ تو دیوانه می کند آئینه را رُخِ تو پریخانه می کند

غنی کشمیری نیز این مضمون را می بندد که ؎

هرکس که دید روی تو دیوانه می شود آئینه از رُخِ تو پریخانه می شود

سلیم ؎ چشمِ تو ام زهوش تهیدست می کند یک سرمه دان شراب مرا مست می کند

صائب ؎ از چشمِ نیم مستِ تو با یکجهان شراب ما صلح کرده ایم بیک سرمه دان شراب

سلیم ؎ صدا چگونه بر آید که این سیه چشمان بسنگ سرمه شکستند شیشۂ ما را

صائب ؎ نماند نالۂ دل در دپیشۂ ما را بسنگ سرمه شکستند شیشۂ ما را

مُلّا طاهر غنی نیز این مضمون بسته است ؎

زبیمِ آنکه مبادا صدا بلند شود زسنگِ سرمه شکستیم آبگینۂ خویش

سلیم ؎ ز آشفتگی طرّۂ مقصود خبر داد هر فال که از شانۂ شمشاد گرفتیم

صائب ؎ خواهد فتاد دامنِ زلفش بدستِ من این فال را ز شانۂ شمشاد دیده ایم

سلیم ؎ زینت ارباب معنی جوهرِ ذاتی بس است لاله در کوهِ بدخشان گر نباشد گو مباش

صائب ؎ شمع برخاکِ شهیدان گر نباشد گو مباش لاله در کوهِ بدخشان گر نباشد گو مباش

سلیم ؎ اگر بچشمِ حقیقت نظر کنی دانی که طوقِ فاخته بر پاے سروِ خلخال است

صائب ؎ حسن بالادست را آرایشے چون عشق نیست طوقِ قمری سرو را بهتر ز خلخالِ زر است

سلیم ؎ سلیم ہندِ جگر خوار خوردخونِ مرا | چہ روز بود کہ راہم باین خراب فتاد

صائب ؎ صائب از ہند جگر خوار برون می آیم | دستگیرِ من اگر شاہِ نجف خواہد شد

امّا ملا نوعی خبوشانی پیش از ہر دو می گوید ؎

گداخت ہند جگر خوارم ای اجل مپسند | کہ استخوانِ ہمائی غذای زاغ شود

و ملا مشرقی نیز ہند را باین صفت یاد می کند و می گوید ؎

دلم در آرزوے ہند خون شد | کہ خون باد ادلِ ہندِ جگر خوار

مقتضای حُسن ظن آنکہ اشتراک مضامین را حمل بر توارد کنند و تا کہ محمل حسنی داشتہ باشد چرا در پے محمل دیگر روند۔

علامۂ تفتازانی در مطول نقل می کند ملخص کلامش اینکہ :۔

"حکم سرقہ وقتے کردہ میشود کہ اخذ ثانی از اول یقینی باشد والا احکام سرقہ مترتب نمی تواند"
"شد واز قبیل توارد خواہد بود۔ و در صورتے کہ اخذ ثانی از اول معلوم نباشد باید"
"گفت کہ فلان شاعر چنین گفتہ است و دیگرے سبقت بُردہ چنین یافتہ۔ و باین حُسن"
"تعبیر مغتنم داند فضیلت صدق را۔ و محفوظ دارد خود را از دعوی علم بغیب و نسبت"
"نقص بغیر انتہیٰ"

و اگر کسے بنظر تفتیش ملاحظہ کند کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد چہ احاطۂ جمیع معلومات خاصۂ حضرت علم الٰہی است تعالی شانہٗ۔ خامۂ معنی نگار تیرے بتاریکی می افگند چہ داند کہ صید وارستہ است یا بال و پر بستہ ابو طالب کلیم خوب گفتہ و گوہر انصاف سُفتہ ؎

منم کلیم بطورِ بلندیِ ہمت | کہ اِستفادۂ معنی جز از خدا نکنم
بخوانِ فیض الٰہی چو دسترس دارم | نظر بکاسۂ دریوزۂ گدا نکنم

لہ اطول جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ بحث سرقہ مطبوعہ

دلے علاجِ توارد نمی توانم کرد مگر زبان بسخن گفتن آشنا نہ کنم

فقیر جزوے از اشعار توارد فراہم آوردہ۔ چند بیت از تواردات سخن سنجان متاخرین بر سبیل استشہاد عرض می شود

امیر خسرو ؎ بستم دلِ اسیران بکجا گریزد از تو بحوالیِ دو چشمت چشم بلا نشستہ

صنائع ؎ بحوالی دو چشمت چشم بلا نشستہ چون قبلہ کرد لیلی ہمہ جا بجا نشستہ

بنائی ؎ قضا کہ بر لب او خطِ عنبرین دارد برای کشتن من زہر در نگین دارد

صنائع ؎ اُمیدِ جانِ شیرین داشتم از لعل سیرابش ندانستم کہ از خط زہر در زیرِ نگین دارد

میر سنجر ؎ دمِ واپسین زلیخا بہمیں ترانہ تن زد کہ بہ جذبۂ محبّت پسر از پدر گرفتم

نقی ؎ چہ غم از فریبِ دشمن کہ محبتِ زلیخا بکشاکشِ نہانی پسر از پدر برآرد

سلیم ؎ شوق رویش ہمہ کس را بغریبی دارد سبب این است جلاے وطنِ آئینہ را

کلیم ؎ چند ور خانہ اش آتش فتد از پرتو او زین ستم آینہ در فکر جلائے وطن است

سلیم ؎ چون کشم بار گرانِ غمِ دوری کہ ضعف نگہ خود نتوانم ز رخت بردارم

کلیم ؎ ز ناتوانیِ خود اینقدر خبر دارم کہ از رخت نتوانم کہ دیدہ بردارم

اسیر ؎ نیست جوہر بہ تیغ یار اسیر بہرِ قتلم نوشتۂ دارد

میر صیدی ؎ نیست جوہر کہ بشمشیر تو تصویر شد است رقمِ قتل جہانے است کہ تحریر شد است

ملا غنی ؎ قضا جدا از تو خونم چرا نمے ریزد مگر ز دستِ قضا این قدر نمے آید

اسیر ؎ بار ہرگز ببر نمے آید از قضا این قدر نمی آید

سلیم ؎ مگر از صبح محشر روزنِ من روشنی یابد کہ شبہاے سیاہم ابروِ پیوستہ را ماند

واعظ ؎ چون دو ابروی سیاہ کہ بہم پیوست است بے تو شبہائے درازم ہمہ برہم بست است

حزنی ؎ مرا بر سادہ لوحیہاے حزنی خندہ می آید کہ دارد چشم لطف از دلبرِ نامہربانِ من

فطرت ؎ مرا بر سادہ لوحیہاے فطرت خندہ می آید کہ عاشق گشتہ و چشم وفا از یار ہم دارد

سلیم — آنکه پیغامی برد از ما بسوی او دل است | نامهٔ بی طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است

فطرت — می توان از دل تپیدن یافت احوالِ مرا | نامهٔ بی طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است

صائب — سرچشمهٔ حیات لبِ میچکانِ اوست | عمرِ دوباره سایهٔ سروِ روانِ اوست

فطرت — عیشِ ابد بکامِ دلِ دردمندِ تست | عمرِ دوباره سایهٔ سروِ بلندِ تست

صائب — صحبتِ ناجنس آتش را بفریاد آورد | آب چون در روغن افتد میکند شیون چراغ

علی — آب چون در روغن افتد ناله خیزد از چراغ | صحبتِ ناجنس را باشد ثمر آزارها

مشرقی — برگِ حنائیم و بامید رنگ و بو | در دستِ دیگری است خزان و بهار ما

خالص — ما را خبر ز شادی و غم نیست چون حنا | در دستِ دیگری است بهار و خزان ما

واعظ — مدعا از دل برون کن تا بر آید مدعا | شد نگین با نام تا افگند از خود نام را

وحید — دور فگن نام را که نام فگندن | صاحبِ نام و نشان نمود نگین را

ناظم در معراج — چنان بگذشت زین سقفِ شفاف | که سیلابِ نگه از عینکِ صاف

وحید — ز چشمِ مه سوی بالا سفر کرد | چو نورِ دیده از عینک گذر کرد

فیاض — بباغ بسکه ز شرمِ رخت گل آب شود | غلافِ غنچهٔ گل شیشهٔ گلاب شود

وحید — بگلشنی که رخِ دوست بی نقاب شود | ز شرمِ غنچهٔ گل شیشهٔ گلاب شود

دانش — لب تشنهٔ تیغیم بگو قاتلِ ما را | کو آب که شیرینی جان زد دلِ ما را

قاسم دیوانه — دم آبی ز تیغت مستمندم | دلم می سوزد از شیرینیِ جان

صائب — همیشه صاحبِ طولِ امل غمین باشد | که چین بقدر بلندی در آستین باشد

بیدل — دستگاهت هر قدر بیش است کلفت بیشتر | در خورِ طول است چینهائی که دارد آستین

وحید — بالِ مرا شکستگی پر نبسته است | پرواز ما چو رنگ ببالِ شکسته است

بیدل — ما لافِ همت از مددِ عجز می زنیم | پرواز ما چو رنگ ببالِ شکسته است

صاحب گلشن راز — عدم آئینه، عالم عکس و انسان | چو چشمِ عکس در وی شخصِ پنهان

جہان انسان شد و انسان جہانے — ازین پاکیزہ تر نبود بیانے

انسان سے ہستی شخص و عدم چو آئینہ بہ پیش — عالم بمثال عکس بے خویش و بخویش
انسان بمثل چو چشم عکس است در و — آن شخص عیان نمود پاک از کم و بیش

این مضمون توضیحے میخواہد لہٰذا بشرح رباعی پرداختہ می آید۔

شرح

ہستی را کہ در اصطلاح صوفیہ صافیہ عبارت از حقیقتِ حق است تعالیٰ شانہٗ تشبیہ می دہد بشخصے کہ خود را در آئینہ مشاہدہ می کند۔ جہت جامع آنکہ ہر دو محتوی بر نوعے از کثرت اند۔ کثرت در ذات رائی باعتبار اعضاؤ در ذات حق عزّ شانہٗ بحسب شیونات ذاتیہ چنانچہ می فرماید کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًا۔ و ہر دو خواہانِ ظہور اند آن تناسبِ اعضا می بیند و این کمال اسمائی و صفاتی جلوہ می دہد چنانچہ می فرماید فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ۔

و عدم را کہ در اصطلاح این طائفہ علیہ عبارت از علم حق است جل برہانہٗ تشبیہ می دہد بہ آئینہ۔ بعلاقہ آنکہ ہر دو منشاء انکشاف اند۔

و عالم را بعکس آن شخص۔ وجہ تشبیہ آنکہ حقائقِ عالم کہ نزد صوفیہ صور علمیہ است در مرتبۂ علم متجلی می گردد چنانچہ عکوس در مرآت منطبع مے شود و بر ارباب بینش ہویدا ست کہ چنانچہ در آئینہ عکس جمیع اعضا می اُفتد عکس چشم نیز می اُفتد۔ و در عکس چشم عکس آن شخص بتمامہ نمودار می گردد۔ پس حقیقتِ انسان را کہ از جملہ حقائق عالم مخصوص بجامعیت و مظہریت اتم است تشبیہ می دہد بعکس چشم کہ آن ہم ممتاز است از عکوس سائر اعضا کہ آئینہ داری آن شخص می کند و او را باو باز می نماید بخلاف عکوس دیگر وَ ھٰذَا مَعْنیٰ کَلَامِ الشَّیْخِ الْاَکْبَرِ قُدِّسَ سِرُّہٗ وَکَانَ اٰدَمُ ھِیَ الْمِرْاٰۃُ الْمَجْلُوَّۃُ۔

واشتراک اسم مشبہ ومشبہ بہ یعنی انسان وانسان العین لطفے خاص دارد وتخلص شاعر کہ انسان است این لطف را دوبالا کرد۔

پس معنی رباعی چنین باشد کہ ہستی یعنی ذات حق کہ جامع جمیع شیونات است درمرتبۂ علم کہ بمنزلۂ آئینہ است جلوہ نمود وعالم بمثال عکوس وظلال آن شخص متمثل شد۔

ومعنی بے خویش وبخویش آنست کہ عالم را مانند عکس دو جہت پیدا شد۔ ازین رو کہ موجود علیحدہ می نماید وبوصف غیریت بنظر می آید بے خویش است یعنی ہیچ زیرا کہ آن شخص درحقیقت خود برخود مشہود می گردد وعکس را جز در وہم غلط نما وجودے نیست۔ وازین رو کہ عکس درحقیقت خود اوست کہ برخود متجلی است بخویش یعنی موجود فی حد ذاتہ۔

اما حقیقتِ انسان ازجملہ حقائق عالم مانند چشم عکس است یعنی عکس چشم کہ ذات حق درو جلوہ فرمود باجمیع مراتبے کہ درعالم متجلی است۔

ومعنی پاک ازکم وبیش آنست کہ ظہور حق تعالیٰ درحقیقت انسان وظہور او درتمام عالم باہم متضاد ومتناقض نیست مگر بحسب اجمال درانسان وتفصیل درعالم۔ چنانچہ صورتِ آن شخص درآئینہ ودرچشم عکس تفاوتے ندارد الا بہ اعتبار کبر درمرآت و صغر درچشم عکس۔ ونظر بہمین انسان را عالم صغیر می نامند وعالم را انسان کبیر۔

این معنی برطبق اصطلاح مشہور است واگر برمکشوف حضرت مجدد قدس سرہٗ حمل کنند نیز می تواند شد۔

نزد مجدد قدس سرہٗ حقائق عالم اعدام است وصفات عالم اعدام صفات الہیہ بشرط آنکہ وجود حق جل شانہ، ووجودات صفات دراعدام متجلی شوند بحیثیتے کہ اعدام بمنزلۂ مواد باشند۔ ووجودات بلکہ عکوس آنہا بمثابۂ صور۔ وہریک حقیقت ازین مادہ وصورت ترکیب یافتہ واللہ اعلم۔"

شیخ غلام مصطفےٰ انسان

درین مقام دو کلمہ ترجمہ صاحب رباعی بقلم می آید نام انسان شیخ غلام مصطفےٰ است واصلش از کنبو و مولد و منشأ او مراد آباد از توابع شاہجہان آباد۔ انسانِ کامل بود و در احاطۂ علوم عقلی و نقلی ممتاز اماثل تحصیل معقولات بیشتر از ملّا قطب الدین شہید سہالوی نمود و نبذے در خدمت شیخ غلام نقشبند لکھنوی تلمذ کرد و سلسلۂ سند حدیث بہ شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ رسانید۔ و رسمِ ارادت در طریقۂ قادریہ بجناب شیخ جان محمد شاہجہان آبادی بجا آورد۔

شیخ جان محمد

شیخ جان محمد از کملاءِ عصر بود و در عزلت و استقامت یگانۂ وقت می زیست۔ شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی می فرمود کسیکہ دریافت صحبتِ اسلاف تمنا داشتہ باشد۔ صحبتِ شیخ جان محمد دریابد۔

شیخ غلام مصطفےٰ در فنون دیگر سوای علوم درسی نیز دستگاہ عالی داشت مثل طب و نجوم و خوشنویسی و فنون حرب و علم شانہ بینی و علوم ہندی بحیثیتے کہ اکثر برا ہمہ حل غوامض از خدمتِ شیخ می کردند و شعر ہندی نیز خوب می گفت۔ صنادید شعراء ہندی در حضور او سر فرو می آوردند۔ و اصلاح کبت و دوھہ می گرفتند۔

کتب جمیع فنون در لوح سینہ محفوظ بود۔ و کراسی از کتب در ملک نداشت۔ و استعارہ ہم نمی کرد۔ وقت درس سوائی حل کتاب آن قدر فوائد زوائد بقدر حوصلۂ مستمع ذکر می کرد کہ ہرگاہ این کس رجوع بحواشی می نمود فوائد مسموعہ را از فوائد مکتوبہ زیادہ می یافت و ہر کس از ارباب فنون بخدمتِ شیخ می رسید بہر فنے کہ مناسبِ آن کس می دید صحبت می داشت۔

اکثر عمر بعنوان نوکر پیشگی گذرانید۔ در عہد عالمگیر پادشاہ بہ علاقۂ منصبداری از ہند بدیار دکن خرامید۔ و مدتے درین دیار بسر برد آخرہا ترک نوکر پیشگی کردہ در بلدہ ایلچپور پائے اقامت افشرد۔

می فرمود در ایام طالب علمی با جوانے تعلقِ خاطر پیدا شد۔ جوان در قصبهٔ از قصبات سکونت داشت۔ خود را بمسکن محبوب کشیدم و دست از تحصیل باز کشیدم قضا را جوان فوت شد و من سر بصحرا دادم وقتے مولانا قطب الدین را گذرے بران قصبه اُفتاد و از مردم استفسار حال بنده نمود۔ صورت واقعه بعرض رسانیدند۔ فرمود کسی برود و او را بیارد مردم گفتند او بآبادی زنهار نمی آید۔ حضرت ملا قلم گرفته بر شقهٔ نوشت اَطْرِقْ كَرَا اَطْرِقْ كَرَا اِنَّ النَّعَامَةَ فِي الْقُرٰى[1]

این کلام افسونِ عرب است که بآن جانور وحشی را صید کنند۔ استعمال این کلام درین مقام نظر بحال شیخ و حضرت ملا که اُستاد بود بسیار بموقع واقع شد۔

بمجرد دیدنِ شقه سَمْعًا وَّطَاعَةً بخدمت ملا شتافتم و سعادت ملازمت دریافتم

شیخ پیش از انتقال بسه سال لباس را تغیر داد و لبس قمیص اختیار کرد۔ شب اول در خواب دید که گوینده می گوید رَجُلٌ خَيْرٌ تَعْمَلُ خَيْرًا

انتقالِ او در سنه اثنین و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۲) واقع شد۔ مدفن الحبیوپه

بقیه بحث

اکنون گلگون قلم بر جادهٔ مدعای اصلی می خرامد۔

گرفتیم که شاعرے جمیع دواوین زبانے را احاطه کرد دواوین زبان دیگر را چه علاج می تواند کرد۔ و جامع السنهٔ مختلفه بودن خود بسیار نادر است مثلاً علامهٔ چلپی متخلص بفارغ گوید ؎

جرم از طرفِ غیر و ملامت همه بر من　　گوئی سر انگشتِ ملامت زدگانم

این مضمون بعینه در شعر ابن شرف قیروانی واقع شده که می گوید ؎

غَيْرِي جَنٰى وَاَنَا الْمُعَاقَبُ فِيْكُمُ　　فَكَاَنَّنِيْ سَبَّابَةُ الْمُتَنَدِّمِ

ابن شرف این شعر خود را بر ابن رشیق خواند و پرسید که مثل این مضمون شنیدهٔ۔

---

[1] تاج العروس جلد ۶ صفحه ۱۳۱ ۱۳۰ مطبوعه مصر شرح ملا جامی صفحه ۱۰۴ مطبوعه کانپور ۱۲۹۳ء۔

گفت بلے شنیدہ ام و بیت نابغہ ذُبیانی برخواند ؎

فَکَلَّفْتَنِیْ ذَنْبَ امْرِءٍ وَّ تَرَکْتَہٗ   کَذِی الْعُرِّ یُکْوٰی غَیْرُہٗ وَ ھُوَ رَاتِعٌ

عُر بضم عین مہملہ مرضے است کہ در شتر میشود و شتر صحیح را داغ کنند تا سرایت نکند۔

ابن رشیق بعد خواندن شعر با ابن شرف گفت کہ تو این مضمون را ازینجا گرفتۂ و فاسد ساختۂ زیراکہ معاقب غیر جانی باید۔ در بیت تو ہر دو یکے است و در بیت نابغہ جدا است۔

راقم الحروف گوید در شعر ابن شرف تقابل عضو با عضو است نہ شخص با شخص مثلاً زبان ناگفتنی گفت و این کس انگشت گزید پس می بایست کہ زبان را تعذیب می کرد۔ وہمچنین چشم نادیدنی دید یا گوش ناشنیدنی شنید۔ وشاعر را این اعتبارات کفایہ می کند و مُلّا محمد سعید اشرف مازندرانی گوید ؎

نگاہ گوشۂ چشمی سوی ما می توان کردن   نماز وقت بیماری بایما می توان کردن

و برہان الدین قیراطی در ہمزیۂ خود گوید ؎

کَمْ سَلَامٍ بِالطَّرْفِ مِنْھَا عَلَیْنَا   کَصَلٰوۃِ الْعَلِیْلِ بِالْاِیْمَآءِ

وشوکت بخاری گوید ؎

تاکیم مژگان چشم داغ باشد تیر او   دیدۂ زخم مرا ابرو بود شمشیر او

و ابن نباتہ مصری گوید ؎

خَلَقْنَا بِاَطْرَافِ الْقَنَا فِیْ ظُھُوْرِھِمْ   عُیُوْنًا لَّھَا وَقْعُ السُّیُوْفِ حَوَاجِبُ

طرفہ آنکہ شاعرے پیش از ابن نباتہ این مضمون را یافتہ۔ چنانچہ علامۂ تفتازانی در خاتمۂ فن ثالث از مطول بیان کردہ۔

وسید حسین خالص گوید ؎

خونے ز دم تیغ تو ای شوخ چکید است   آن خال کہ بر گوشۂ ابروے تو پیدا است

ومؤلف کتاب پیش از اطلاع این بیت گفته ؎

لَبِسَتْ مِنَ الْمِسْكِ خَیلانٌ بِوَجْنَتِهٖ دَمٌ تَقَاطَرَ مِنْ صِمْصَامِ لَحْظَتِهٖ

وعلماء گفته اند که اگر ثانی از اول در بلاغت افزون باشد محمود است و اگر دون باشد مذموم - و اگر مساوی باشد فضیلت اول راست و ثانی بعید از ذم است - بشرطیکه آثار سرقه هویدا نباشد -

عارف جامی قدس سره در بهارستان تحت ترجمۂ سلمان ساوجی میفرماید که :-

وے در سلاستِ عبارات و دقت اشارات بے نظیر اُفتاده - در جواب اُستادان قصائد دارد - بعضے از اصل خوبتر و بعضے فروتر و بعضے برابر - وی را معانی خاصه بسیار است و اکثرے از معانی استادان بہ تخصیص کمال اسمٰعیل در اشعار خود آورد چون ثانی در صورت خوبتر و اسلوب مرغوب تر واقع شده محل طعن نیست ؎

معنیِ نیک بود شاهدِ پاکیزه بدن که بهر چند در و جامه دگرگون پوشند

کسوتِ عار بود بازپسین خلعتِ او گر نه در خوبیش از پیشتر افزون پوشند

هنر است این که کهن خرقهٔ پشمین ز برش بدر آرند و در و اطلس و اکسون پوشند

مضمونِ این قطعه را محرر کلمات در بیتے آورده و بر منطوق قطعه شاهدے گزرانیده - بیت این است ؎

شاهدِ معنی که باشد جامۂ لفظش کهن نکته دانے گر حریرِ تازه پوشاند خوش است

(۳۹) کلیم ابوطالب

همدانی المولد کاشانی الموطن - عارج طور معانی است و مقتبسِ نور سخندانی - مُبیضهٔ سخنش ید بیضا است و خامۂ سحر شکنش همدست عصا - در جمیع اسالیب نظم قدرت عالی دارد و همه جا داد سخنوری می دهد - لهذا جمعے اورا خلاق المعانی ثانی گفته اند

دوبار بسیر ہند شتافت کرت اولی در عہد جہانگیری رسید و با شاہ نواز خان بن میرزا رستم صفوی صحبت کوک گردید۔ بعد چندے (اورا) یاد وطن دامنگیر شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بعراق عجم صرف عنان نمود و "توفیق رفیق طالب" [۱۰۲۸] تاریخ مراجعت خود یافت لیکن بیش از دو سال در آبخانہ استاد۔ و کرت ثانی شبدیز عزم جانب ہند جلوریز ساخت و با میر جملہ شہرستانی متخلص بروح الامین مصاحب و مربوط گشت و تمتع بر داشت۔ و در مدح او و شاہ نواز خان قصائد غرا پرداخت آخر دست بدامن دولت صاحبقران ثانی شاہجہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ زد و در ثنا گستران قوائم سریر خلافت رتبۂ سر حلقگی بہم رساند۔ و بخطاب ملک الشعرائی بلند آوازہ گشت۔ و سالہا در رکاب والا مشمول عواطف بود۔

صاحبقران وقتے کہ از سفر اول کشمیر نوای معاودت برافراخت و چتر سلطنت در قرب مستقر الخلافہ اکبرآباد سایۂ وصول انداخت ساعت در آمدن شہر و جلوس بر تخت مرصعے کہ حسب الامر بصرف یک کرور روپیہ زینت ترتیب یافت۔ و در عرض ہفت سال صورت اتمام پذیرفت۔ و شعراء پای تخت اشعار آبدار در تعریف این سریر بے نظیر پرداختہ اند۔ و مورخان روزگار برخے از ان اشعار در تاریخ نامہا ایراد ساختہ۔ باختیار انجم شناسان روز جمعہ سوم شوال سنہ اربع و اربعین و الف (۱۰۴۴) مقرر شد۔ و تا رسیدن ساعت در نزدیکی شہر توقف نمود۔ و غرۂ شوال این سال نیر اعظم در نزہتکدۂ حمل خرامید۔ و معانقۂ عید و نوروز نشۂ سرور جہانیان را دو بالا ساخت۔ پادشاہ بتاریخ مقرر داخل شہر شد۔ و بر تخت مرصع جلوس نمود۔ و تا نہ روز جشن عالی انعقاد یافت۔

ابو طالب کلیم در تہنیت اربع و توصیف تخت مرصع قصیدۂ نظم کردہ بپایۂ سریر اعلیٰ معروض داشت مطلعش این است ؎

خجستہ مقدم نوروز غرۂ شوال   فشاندہ اند چہ گلہاے عیش برسر سال

قصیده درجۂ قبول یافت۔ وکلیم بمیزان عنایت خسروی سنجیده شد۔ مبلغ پنج ہزار و پانصد روپیہ ہم سنگ بر آمد۔ و بآن زبدۂ موزونان انعام شد۔

و در جشن نوروز سال دیگر یعنی خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) حاجی محمد جان قدسی در مقابلۂ قصیده بزر سنجیده شد۔ وہمین قدر مبلغ ہموزن بر آمد چنانچه در ترجمۂ او گزارش یافت۔

و در سنه ست و اربعین و الف (۱۰۴۶) باقیا نائینی قصیدۂ تہنیتِ نوروز بعرض صاحبقران رسانید و بزر برکشیده شد۔ و مبلغ پنج ہزار روپیہ مساوی وزن حاصل کرد۔

و بوضوح پیوست که قدسی و کلیم بپایۂ سریر شاہی چنانچه در میزانِ اکرام ہم سنگ بودند در میزانِ انعام ہم رتبۂ مساوات داشتند۔ و چنانچه این ہر دو از باقیا در موزونِ معنوی راجح اند در موزونِ صوری نیز رجحان داشتند۔

و در جشن وزن شمسی سنه ثمان و اربعین و الف (۱۰۴۸) در دار السلطنت لاہور کلیم را ہزار روپیہ بصیغۂ جائزۂ شعر عنایت شد

کلیم در آخرِ ایام حیات خود نظم فتوحات صاحبقران تقریب ساخته رخصتِ کشمیر حاصل کرد۔ و در آن خطۂ بہشت آئین رنگِ اقامت ریخت و بتقرر سالیانه از سرکار پادشاہی آسوده حال می گزرانید۔

چون الویۂ صاحبقران در سنه خمس و خمسین و الف (۱۰۵۵) بصوب کشمیر ارتفاع یافت۔ و غرۂ ربیع الاول این سال ظل ورود بر خطۂ کشمیر انداخت۔ ابو طالب کلیم قصیدۂ در تہنیتِ مقدم بسمع پادشاه رسانید و بمرحمت خلعت و دو بیست اشرفی طلاے احمر بہره مند گردید۔

و ہمچنین روزے که موکب سلطانی موافق چہارم شعبان ہمین سال از

گلگشتِ کشمیر عطف عنان نمود- کلیم را در صلۂ قصیدہ دو لیست مہر انعام شد-
فوت کلیم پانزدہم ذی الحجہ سنہ احدی وستین والف (۱۰۶۱) وقوع یافت
و در نزدیکی قبر محمد قلی سلیم مدفون گردید ؎

گفت تاریخ وفاتِ او غنی — طور معنی بود روشن از کلیم
۱۰۶۱ھ

این چند بیت از دیوانِ کلیم نقل می شود ؎

دل دامنِ مجاورتِ چشمِ تر گرفت — با طفلِ اشک صحبت دیوانہ در گرفت

زان چشم ندیدم کہ نگاہے بمن اُفتد — بیمار عجب نیست اگر کم سخن اُفتد

نہ رحم کرد کہ خونِ دلِ خراب نخورد — غرورِ او ز سفالِ شکستہ آب نخورد

کے تمناے تو از خاطرِ ناشاد رود — داغِ عشقِ تو گلے نیست کہ برباد رود

دماغ بر فلک و دل بزیر پائے بتان — ز من چہ مے طلبی- دل کجا- دماغ کجا

گر قفس تنگ است از بیرحمی صیاد نیست — صید از ذوقِ گرفتاری بخود بالیدہ است

دیدۂ اُمید را کردی سفید از انتظار — دوستداران را نبود این چشم از دلدار نیست

ہر آنچہ رفت ز دستم برون ز دل ہم رفت — میانِ دست و دلم چون صدف جُدائی نیست

از جہان بے بہرہ را نبود تمنا عمرِ خضر — روز کوتاہ از برایِ روزہ داران بہتر است

تو پادشاہِ حسنی - مشمار بوسہ بر ما — زیرا کہ عیبِ شاہان دانستنِ حساب است

ہر کہ خود بین و خود آرا - ز ہنر محروم است — ہمچو طاؤس کہ پُر زینت و کم پرواز است

سر برتنِ صدف نبود ز انکہ روزگار — یکجا بہیچ کس سر و سامان نمی دہد

کبابِ حُسنِ توام قدر حظ نکو دانم — ز سایہ ذوق نگرد آنکہ آفتاب نخورد

اغنیا بہرہ ز اندوختۂ خود نبرند — کہ ہمین تشنہ لبی قسمتِ دریا باشد

مژہ را داد ز کف چشمِ تو در آخر حُسن — تُرکِ مفلس چو شود تیغ ببازار برد

دوستان نازک مزاج و ما بسے نازک دماغ — چون کسے اوقات صرفِ پاس خاطرہا کند

بتان زصحبتِ ہم می کنند کسب غرور | ترا با آینہ ہم آشنا نمی خواہم
دشنام و بوسہ ہرچہ عوض می دہی بدہ | حاشا کہ با تو بر سرِ دل گفتگو کنم
چون رشتۂ گلدستہ بگردِ ہمہ خوبان | گردیدم و یک یار وفادار ندیدم
آخر لبانِ فاختہ ام شد گلو کبود | منت زخلق بسکہ بگردن گرفتہ ام
از اداے خارج ہر کس خجالت می کشم | باکمال بے دماغی من وکیلِ عالمم
نہال سرکش و گل بے وفا و لالہ دورو | درین چمن بچہ اُمید آشیان بندم
مکشاے زبان بہ زخودے راچو بہ بینی | زنہار کہ شمعِ شبِ مہتاب نباشی

(۴۰) معصوم میر معصوم

پسر میر حیدر معمائی کاشی و برادر میر سنجر است۔ صاحب ذہن ثاقب۔ د
ہم طرح ابوطالب کلیم و میرزا صائب بود۔
میرزا صائب غزلے می فرماید و یکرنگیِ ہر سہ معنی طراز باہم بیان می نماید

خوش آن گروہ کہ مستِ بیانِ یکدگرند | زجوشِ فکر میِ ارغوانِ یکدگرند
نمی زنند بسنگِ شکست گوہرِ ہم | پے رواجِ متاعِ دکانِ یکدگرند
زنند بر سرِ ہم گل زمصرعِ رنگین | زفکرِ تازہ گلِ بوستانِ یکدگرند
سخن تراش چو کردند تیغِ الماس اند | زنند چو طبع بگنارہ ی فسانِ یکدگرند
بغیر صائب[۱] و معصوم[۲] نکتہ سنج و کلیم[۳] | دگر کہ ز اہلِ سخن مہربانِ یکدگرند

میر معصوم مدتے با حسن خان حاکم ہرات بسر بردہ در عہدِ شاہجہانی قصدِ ہند کردہ در نواحی بنگالہ اُفتاد۔ اعظم خان ناظم بنگالہ میرا باعزاز و احترام پیش آمد۔ ولوازم قدرشناسی بتقدیم رساند۔ اعظم خان جدّ ارادت خان واضح است۔ احوال او مجملاً در ترجمۂ واضح سمت وضوح می پذیرد۔

میر معصوم مدتے رفاقتِ اعظم خان برگزید- واز موائد احسان او کامیاب گردید-
سکۂ سخن باین خوش عیاری رواج می دہد-

مرا کشایشِ خاطر نہ از گلستان است　　کلیدِ قفلِ دلم بردۂ بیابان است

ای کہ ہمراہِ موافق زجہان مے طلبی　　آن قدر باش کہ عنقا ز سفر باز آید

خرابِ ہمتِ خویشم کہ صبح چون گردون　　گر آفتاب بدستم فتاد شام نماند

نازم قاصد چون برآمد قالب من شد تہی　　مرغِ روحِ من جوابِ نامۂ دلدار بود

بعد تحریر سرو آزاد معلوم شد کہ میر معصوم در سنہ اثنین وخمسین والف (۱۰۵۲)
در ہند وفات یافت- وقطعۂ تاریخ فوتش در دیوانِ میرزا محمد علی ماہر بنظر در آمد- مادۂ
تاریخ این است مصرع معصوم نزد حیدر وسنجر قدم نہاد-
۵۲　۱۰ھ

(۱۴) شیدا

مؤلد و منشأ او فتحپور از توابع اکبر آباد است- صاحب ذہن رسا و فکر آسمان پیما
بود و شعر را بسرعت تمام میگفت- و بچشم زدن جواہر فراوان می سفت طبعش در مسلک
سخن طرازی اگرچہ راست می رفت اما از جادۂ حسن خلق انحراف داشت-

قصیدۂ اعتراضاتے کہ در مقابلۂ قصیدہ حاجی محمد جان قدسی بنظم آوردہ شہرت
تمام دارد- وطالبائے آملی و میر الٰہی و دیگر مردم را ہجو کردہ- چون شیوۂ ہجا
شعار خود ساختہ بود- خود نیز ہدف ناوک حریفان می شد- مناظرۂ شیخ فیروز با شیدا
مشہور است-

صاحب تاریخ صبح صادق روایت می کند "عدد اشعارش بصد ہزار رسید"
در اوائل حال چندے رفیق خانخانان بود و یاے ملازم آستانۂ شہریار
بن جہانگیر بادشاہ- بعد از ان در سلک ملازمان صاحبقران ثانی شاہجہان-

اَنَارَ اللّٰہُ بُرْہَانَہٗ منخرط شد۔ و در زمرۂ احدیانِ سرکار والا داخل گردید۔ و چون مطلع او کہ ؎

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے
حُسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

بسمع پادشاہ رسید در غضب آمد بجہت آنکہ اُم الخبائث را در لباسے کہ نباید وصف کرد۔ وحکم صادر شد کہ از ممالک محروسہ اخراج نمایند۔ شیدا قطعہ عذری املا نمود۔ و قول عارف جامی قدس سرہ استشہاد آورد کہ ؎

از صراحی دو بار قلقل مے
پیش جامی بہ از چہار قل است

پادشاہ از سرِ عتاب درگزشت ؎

الحق در عہد اکبر پادشاہ و جہانگیر پادشاہ وہنے در بنیاد اسلام راہ یافتہ صاحبقران ثانی از سرِ نو مؤسّسِ قوانین شریعت شد و سلطان اورنگ زیب عالمگیر متمم۔ و این ہر دو پادشاہ غفران پناہ حق عظیمے بر اسلامیان ہند ثابت کردہ اند۔

شیدا آخر حال در خطۂ کشمیر گوشہ گیر شُد و بمواجبے از سرکار صاحبقرانی موظّف گشت۔

از منظوماتِ اوست مثنوی مسمی بہ دولت بیدار در برابر مخزن اسرار مطلعش این است ؎

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
آمدہ سرچشمۂ فیض عمیم

درین چمن نیست گل و لالہ شبنم اندود است
کہ خندۂ گل این باغ گریہ آلود است

بیک دل کے توان اندیشۂ دنیا و دین کردن
کہ نتوان ہر دو دستِ خویش در یک آستین کردن

گفتن دعا بہ لطف تو تحصیل حاصل است
با خضر کس نگفت کہ عمرت دراز باد

فسونگر داند آن خاکے کہ از وی بوی مار آید
شناسم بوی زلفت را اگر در مشکِ تر پیچی

هوایت در سرے گنجد کہ در زیر دمِ تیغت ‌ ‌ ‌ چو شمع از جیبِ خود هر دم سرِ دیگر برون آرد

شهیدِ حسرتِ آغوشت ای نازک بدن گشتم ‌ ‌ ‌ بجائے موے سر در ماتمم بند قبا بکشا

(۴۲) ادہم میرزا ابراہیم بن میر رضی

از اجلۂ سادات ارتیمان من توابع همدان است پدرش میر رضی نیز صاحب سخن بود۔ دیوان مختصرے ازو بنظر در آمد۔ طور قدما دارد۔ ساقی نامۂ او شیرین افتادہ ازان است ؎

دماغم زمے خانہ بوئے شنید ‌ ‌ ‌ حذر کن کہ دیوانہ ہوئے شنید

بگیرید زنجیرم اے دوستان ‌ ‌ ‌ کہ پیلم کند یادِ ہندوستان

دور ازان در اشک بیتابم بمژگان آشناست ‌ ‌ ‌ دست با سر، سر بزانو، پا بدامان آشناست

ادہم بیانے خوش دارد و زبانے دلکش۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ؎

این جوابِ آن غزل صائب کہ ادہم گفتہ است ‌ ‌ ‌ گر منش دامن نگیرم خون من خود مردہ بہ

ادہم از جانب مادر صفوی نژاد است۔ در ریعان شباب قصدِ گلگشتِ هندوستان کرد۔ و در عهد شاهجهانی درین دیار رسیدہ۔ بذریعہ حکیم داؤد مخاطب بہ تقرب خان کہ از امراء عمدۂ شاهجهانی بود باریاب محفل خلافت گردید۔ و نوئینان عظام نظر بہ نجابت خاندان طرف مراعات او نگاہ می داشتند۔ لیکن از بسکہ برندی و بیباکی مجبول بود ۔ وسوداۓ نیز در سر داشت۔ و علانیہ مرتکب مناهی می شد۔ و با اعیان شوخیها می کرد۔ از مرتبہ افتاد۔ و چون با تقرب خان هم بے ادائیها از حد گزرانید۔ خان مذکور او را بمحبس فرستاد۔ تا در سنہ ستین و الف (۱۰۶۰) در دار الخلافہ شاهجهان آباد زندان هستی را پدرود نمود۔

بہارِ سخنش چنین جوش مے زند ؎

رسائی بین کہ چون برخیزد از جا قدِّ رعنایش ۔۔۔ فتد گیسوئے او چون سایۂ شمشاد بر پایش

(۴۳) الٰہی ۔ میر الٰہی

از سادات اسد آباد من توابع ہمدان است ۔ کلامش لطافتے و عذوبتے دارد ۔ ومذاق فہار الذتے خاص می بخشد ۔

در صفاہان بسیار بودہ ۔ و با حکیم شفائی و آقا رضی صحبت داشتہ ۔ آخر بہ نزہتکدۂ ہند شتافت و در سلک ملازمان شاہجہانی انتظام یافت ۔ بسیار خوش خُلق و درویش مزاج بود ۔ و نزد اکابر معزز و محترم می زیست ۔

فوتش در سنہ اربع وستین والف (۱۰۶۴) واقع شد ۔ غنی کشمیری این مصرع تاریخ یافت ۔ مصرع بُرد الٰہی زجہان گوی سخن

سیف کلکش جوہرہا باین خوبی عرض می کند ؎

زمانہ بسکہ مرا خاکسار مردم کرد ۔۔۔ زآب دیدۂ من می توان تیمم کرد

رباعی

از دوریت ای تازہ گلِ باغِ مراد ۔۔۔ چون غنچۂ چیدہ خندہ ام رفتہ زیاد

گریان چو پیالۂ پُرم در کفِ مست ۔۔۔ نالان چو سبوی خالیم در رہِ باد

(۴۴) یحییٰ ۔ میر یحییٰ کاشی

شاعرے است احیاء معانی کارش ۔ و جان در کالبد سخن دمیدن شعارش ۔ از ولایت خود در عصر صاحبقران ثانی شاہجہان رہگرا ے ہند شد و در ذیل ثنا طرازان شاہی منسلک گردید ۔

مُلّا عبد الحمید مؤلف شاہجہان نامہ گوید :-

"غرۂ ذی القعدہ سنہ تسع وخمسین والف (۱۰۵۹) میر یحیی شاعر را صد مہر انعام شد انتہی"

وچون قلعہ ارک دار الخلافہ **شاہجہان آباد** باسائر عمارات بصرف مبلغ شصت لک روپیہ در سنہ ثمان وخمسین والف (۱۰۵۸) انجام گرفت۔ وصاحبقران وقت داخل شدن درین عمارات جشن عالی ترتیب داد۔ **میر یحیی** تاریخ بر آورد کہ ع

شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد ۱۰۵۸ھ

دران جشن تاریخ از نظر شاہی گزشت وہزار روپیہ صلہ مرحمت شد[۱]

انتقال او در شاہجہان آباد یازدہم محرم سنہ اربع وستین والف (۱۰۶۴) اتفاق افتاد۔

نخل سخن باین نازکی می بندد ؎

بہ بوریا نہ نہی پا کہ از فقیران است	قدم منہ بہ نیستان کہ جای شیران است
ز روی آدمیت پندِ من ناصح نمی داند	کہ من با آن پری خو کردہ ام آدم نمی خواہم
مدہ ز دست گریبانِ گوشہ گیری را	کہ مومیائی پای شکستہ دامان است
ہر چہ پایم نا نیفشانم نمی گیرم قرار	در کفِ زالِ فلک پیچو چون پرویز نم
نرمی بسیار خواہد با درشتان ساختن	مغز خو نہا خورد تا در استخوان جا کردہ است
ہمچون غلاف گرد موافق یکے شوند	با تیغ شان ز ہم نتوان ساختن جدا
حیا انم نبس بود چندان کہ یکشب با گلے باشم	شود چون روز روشن عمر چون شبنم نمی خواہم
ہر ان نے کہ از رو در ناخنِ دل کردہ بود آخر	برائی فرشِ ایوانِ قناعت بوریا کردم
نیم از ناوکِ صیاد آگہ۔ اینقدر دانم	کہ جائے دام اگر خواہی بخاکم میتوان کردن
دو لب دو ناخنِ مرد است تا بہم نرسند	گرہ ز خاطرِ خود وا نمی توان کردن

---

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۶۹۴ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ء

(۴۵) دانش میر رضی بن میر ابو تراب رضوی مشهدی

شاعرِ عالی جناب است و معنی تازه یاب۔ زلال فکرش در کمال صفا و شیرینی و نهال بیانش در نهایت نازکی و دلنشینی۔

در عهد شاهجهان پادشاه با والد خود عازم هند گردید و در اشتیاقِ هند گفت ؎

راهِ دورِ هند پابستِ وطن دارد مرا چون حنا شب در میان رفتن بهندستان خوش است[۱]

بعد وصول هندوستان بار باب محفل شاهجهانی گشت۔ و در شعبان سنه خمس و ستین والف (۱۰۶۵) قصیده در مدح پادشاه بعرض رسانید۔ و دو هزار روپیه صله عنایت شد۔ بیتے ازان قصیده این است ؎

بخوان بلند که تفسیر آیهٔ کرم است خطے که از کفِ دستِ مبارکش پیداست

و چندے خود را در ملازمان شاهزادهٔ دارا شکوه در آورد و به الطاف خاص نوازش یافت۔ شاهزاده را این بیت او که ؎

تاک را سرسبز کن ای ابر نیسان در بهار قطره تا می میتواند شد چرا گوهر شود[۱]

بسیار خوش آمد و لک روپیه بهاے شعر مرحمت نمود۔

و ایامے در بنگاله با شاهزاده محمد شجاع بن شاهجهان نیز بسر برد۔ ازانجا رخت سفر به حیدر آباد دکن کشید۔ و نزد عبد الله قطب شاه والی آنجا اعتبار تمام بهم رسانید۔

میر ابو تراب والدِ میر رضی هم طبع نظم داشت و فطرت تخلص می کرد۔ و در حیدر آباد در سنه ستین والف (۱۰۶۰) بر بستر تراب خوابید۔ قبر او در دائرهٔ

---

[۱] مراة الخیال صفحه ۲۵۸ مطبوعه کلکته۔

میر محمد مومن استرآبادی دیدہ شُد۔ بر لوح مزارِ او کندہ اند کہ این رباعی را دم آخر بنظم آوردہ[۱]۔ رباعی

فطرت بنوروزگار نیرنگی کرد ۔۔۔ نتواخت بمہر خارج آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمے درو می گنجید ۔۔۔ اکنون ز تردد نفس تنگی کرد

و رباعی دیگر از میر رضی کہ در فراق والد خود گفتہ ہم بر لوح مزار میر ابوتراب تحت رباعی مذکور نقش است رباعی

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز ۔۔۔ کاید بزمانِ کم بسر عمر دراز
گیرم کہ چو عیسےٰ بفلک بر شدۂ ۔۔۔ آید بچہ کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبداللہ قطب شاہ میر رضی را نائب الزیارۃ خود مقرر نمودہ در سنہ اثنین وسبعین والف (۱۰۷۲) رخصت مشہد مقدس ساخت کہ در روضۂ رضویہ از جانب سلطان مراسم زیارت بتقدیم رساند و در ازاء این خدمت دوازدہ تومانِ تبریزی سالیانہ از سرکار سلطان باو می رسید۔ نقل فرمان تقرر سالیانہ در منشآت حاجی عبد العلی طالقانی کہ منشیِ سلطان عبداللہ بود۔ بنظر رسید۔

انتقال میر رضی در سنہ ست وسبعین والف (۱۰۷۶) واقع شد۔ منتخب دیوانش بملاحظہ در آمد و این اشعار منتخب گردید ے

نمک شناس اسیران گر از قفس رستند ۔۔۔ بہ نخلِ خانۂ صیّاد آشیان بستند

روی ماہِ نو بروی بادۂ گلگون بہ بین ۔۔۔ آب عمرافزا بنوش و حُسن روزافزون بہ بین

---

[۱] ہمین رباعی با دنی تغیر در مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۵۸۸ مطبوعہ کلکتہ در ترجمہ علامۂ فیضی مذکور است و وفات او در سنہ یک ہزار و چہار اتفاق افتادہ میر ابوتراب در سنہ یک ہزار و شصت رو دادہ پس از اینجا باید فہمید کہ حقیقت حال این رباعی چیست۔

در بزم کہنم سیر کہ جائے دگرم نیست ۔۔۔ از حلقہ برون چون قدح می سفرم نیست

بتارِ ساز درین بزم نسبتے داریم ۔۔۔ خوش اند اہلِ نشاط از ضعیف نالیہا

پرحذر از آفتِ ہم صحبتِ دیرینہ باش ۔۔۔ کاش از اول نبودے شیشہ با سنگ آشنا

صفحۂ دشت بامداد رفیقان طی کُن ۔۔۔ چون قلم بے دوسہ یارے بسفر نتوان رفت

کُشادہ روئیِ خوبان در آخرِ حُسن است ۔۔۔ درین چمن ہمہ جا موسمِ خزان باز است

متاب رُخ نفسے تابجائے خود باشیم ۔۔۔ چو عکسِ آئینہ ما زندہ از نگاہ تو ایم

شبِ عید است و می بینم قدح در دستِ رنگینش ۔۔۔ شبستانِ حنا امشب چراغ روشنے دارد

(۴۶) مسیح حکیم رکنا کاشی

مسیح و مسیحا و مسیحی تخلص می کند۔ شاعری ست عیسیٰ نفس۔ در تشخیص مزاج معنی زود رس خادمِ طبیعتِ سخن۔ روح آفرین قوالب کہن۔

میر اصائب نام اورا بتعظیم میگیرد و می گوید ؂

این آن غزلِ حضرتِ رکناست کہ فرمود ۔۔۔ پائے ملخے پیش سلیمان چہ نماید

درفن طبابت نیز یدِ طولی داشت۔ و آثار تخلص خود بظہور می رسانید۔

سالہا از مصاحبان خاص شاہ عباس ماضی بود۔ شاہ مکرر منزلِ اورا بپرتوِ قدوم برافروخت۔ آخر مزاج شاہی منحرف شد۔ حکیم کم التفاتی شاہ مشاہدہ کردہ از ولایت برآمد و درین باب گوید ؂

گر فلک یک صبحدم با من گران باشد سرش ۔۔۔ شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش

و خود در ابدار الامن ہندکشید۔ و در آستانۂ اکبر بادشاہ باسودگی می گُزرانید[۱]

و در عہد جہانگیری نیز قرین کامرانی و باریاب محفلِ سلطانی بود تا آنکہ بتقریبے جانب

لہ[۱] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمہ رحمت خان۔

الہ آباد رفت۔ وچندے دران مصر رحل اقامت افگند۔

آخر بار سفر بصوب حیدر آباد دکن بربست۔ میر محمد مومن استرآبادی وکیل السلطنت محمد قلی قطب شاہ بدیدن حکیم تشریف آورد حکیم برسم تواضع شیشۂ گلاب را غلط کردہ شیشۂ شراب بر میر افشاند۔ میر آزردہ گشت وحکیم غرقِ عرقِ انفعال شدہ راہ بیجاپور گرفت۔ ودر انجا نیز زمانہ موافقت نکرد۔ ناگزیر بہ آرووی جہانگیری معاودت نمود۔ وبا مہابت خان ملازم گشت۔

چون صاحبقران ثانی شاہجہان براورنگ فرمانروائی برآمد حکیم قطعۂ تاریخی املا کردہ بعرض رسانید وبانعام دوازدہ ہزار روپیہ کامیاب گردید ازان قطعہ است ؎

پادشاہِ زمانہ شاہ جہان	خرم وشاد وکامران باشد
بہرِ سالِ جلوس او گفتم	درجہان بادتا جہان باشد

۱۰۳۷ھ

ودر سنۂ احدی واربعین والف (۱۰۴۱) بنا بر کبرِسن التماس رخصتِ مشہد مقدس نمود۔ وقتِ رخصت بعنایت خلعت وپنج ہزار روپیہ کام دل اندوخت ودرین رفتن توفیق زیارتِ حرمین شریفین یافت وبا یران دیار برگشت۔ آوجی نطنزی گوید ؎

میانِ ہمنفسان خواستم مسیحا را	ہزار شکر کہ دیدم حکیم رکنا را
سفینۂ سخن از ورطہ برکنار آمد	گزر بساحلِ ایران فتاد دریا را
کہن شراب جوان نشۂ طبیعت او	نویدِ عمرِ طبیعی دہد اَحِبّا را
زمے مباد تہی دستِ ساقیئے کہ رساند	بپای بوس صراحی پیالۂ مارا

بعد ادراک زیارت روضۂ رضویہ بجاذبۂ حب الوطن متوجہ کاشان گردید۔ دایامے توقف کردہ بہ ارادۂ درگاہِ شاہ صفی رو بصفاہان آورد واز شاہ چندان التفات نیافتہ بہ شیراز آمد۔ پس از چندے باز رخت سفر بہ کاشان کشید۔

میرزا امینائی قزوینی مؤلف شاہجہان نامہ می طرازد کہ :-

"حکیم رکنا بعراق مراجعت نمودہ بدعائیے دولت ابد پیوند مشغول گشت - و چون در"

"سلک مدحت سرایانِ این دودمانِ علیہ انتظام داشت - و دارد - در اکثر سنوات"

"اور ا از روی مرحمت بہ انعامے یاد و شاد می فرمایند-"

وفاتش در سنہ ست وستین والف (۱۰۶۶) واقع شد این مصرع تاریخ یافتہ اند[۱]

رفت بسوی فلک باز مسیح دُوُم
۶۶ ۱۰

کلیاتش قریب بصد ہزار بیت است - معجون سخن چنین مرتب می سازد ؎

اگر خواہی کہ سنجی زور فقر و سلطنت باہم ۔۔۔ بچینیہای فغفوری بزن کشکول چوبین را

سبزہ پامال است در زیرِ درختِ میوہ دار ۔۔۔ در پناہِ اہل دولت ہست خواری بیشتر

درہجر یکدو روز صبورم کہ از فراق ۔۔۔ چون شاخ نو بریدہ ندارم خبر ہنوز

رباعی

ہرگز نشدم بسوزنی بارِ کسے ۔۔۔ وین دیدہ ندوخت چشم بر تارِ کسے

صد شکر کہ در جہان نبستم ہرگز ۔۔۔ تحت الحنکی بقصد دستارِ کسے

(۴۷) حاذق - حکیم حاذق بن حکیم ہمام گیلانی

واقفِ فن است و نبض شناس سخن - میرزا صائب بتضمین مصراع اوسے

پرواز دو می فرماید ؎

جواب آن غزلِ حاذق است این صائب ۔۔۔ بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

مولد حاذق فتحپور سیکری است و در عہد جہانگیری بمنصبے شایستہ سرفرازی داشت -

و چون حکیم ہمام باتفاق میر سید صدر جہان پہانوی در زبان اکبری

---

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۸۷ -

بسفارت عبداللہ خان والی توران نامزد شدہ بود۔ صاحبقران ثانی شاہجہان در سال اول جلوس خود حکیم حاذق را بہمان اعتبار نزد امام قلی خان والی توران رخصت فرمود۔ حکیم حاذق بعد ادای سفارت مراجعت نمود و از درگاہِ خلافت بمنصب سہ ہزاری و خدمت عرض مکرر بمعرضِ امتیاز در آمد۔

و پایان عمر در مستقر الخلافہ اکبر آباد گوشۂ انزوا گرفت و بسالیانہ پانزدہ ہزار روپیہ از سرکار پادشاہی مؤظف گردید۔ و تا سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) سالیانہ او باضافہای متعدد بچہل ہزار رسید۔

حکیم در شوال سنہ سبع و ستین و الف (۱۰۶۷) در اکبر آباد شربت فنا چشید۔

ادہم خامہ را باین روش جولان می دہد ؎

زگردشِ فلک اسرار مہر و مہ شد فاش — بیک کلاہ دو سر مشکل است پوشیدن

ماقدر جوانی چہ شناسیم کز اوّل — تصویر کشان قامتِ ما پیر کشیدند

بقولِ من نرسید است فعلِ من ہرگز — خوشا کسے کہ دراز است از زبان دستش

درینجا مجملے احوال سید صدر جہان[1] کہ در ترجمۂ حاذق ضمناً مذکور شد بزبان خامۂ تقریب جو حوالہ می شود

سید صدر جہاں

مولد و منشأ سید پہانی است بکسر بائے فارسی و یائے تحتانی در آخر قصبہ ایست از توابع لکھنؤ۔ سید فاضل جید بود۔ و طبعے ظریف و نکتہ سنج داشت۔

ابتداء حال بوساطت شیخ عبد النبی صدر بملازمت اکبر بادشاہ رسید و منصبِ افتاء ممالک محروسہ بر و قرار گرفت۔

و در سنہ اربع و تسعین و تسعمائۃ (۹۹۴) پادشاہ او را باتفاق حکیم ہمام نزد عبداللہ خان والی توران بایلچی گری فرستاد بعد تقدیم سفارت معاودت نمودہ

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸۔

درخطۂ کابل پادشاہ را دریافت۔

وپس از چندے بعطاے منصب صدارت کل برصدر عزت نشست ورفتہ رفتہ بپائۂ امارت ومنصب دوہزاری متصاعد گشت

جہانگیر پادشاہ درایام شاہزادگی چہل حدیث درخدمت سید نخواند۔ شاہزادہ اورا بسیار دوست می داشت۔ روزی سید از قرضداری خود شکایت کرد۔ شاہزادہ با سید وعدہ فرمود کہ اگر نوبت سلطنت بمن می رسد۔ قرض شمارا ادا می کنم۔ یا ہر منصبے کہ خواہید میدہم۔ بعد جلوس سید را اختیار کرد۔ او منصب چہار ہزاری درخواست پادشاہ بمنصب مذکور نوازش فرمود۔ وصدارت را نیز بحال داشت۔ و **قنوج** را در اقطاع او تنخواہ کرد۔

سید محسن الزمان نافع الخلق بود۔ در صدارت عہد جہانگیری چندان مددمعاش بمستحقان مقرر نمود کہ میرزا جعفر **آصف خان** بعرض پادشاہ رسانید کہ آنچہ عرش آشیانی **اکبر پادشاہ** در عرض پنجاہ سال بخشید۔ سید در عرض پنج سال بمردم حوالہ کرد۔[1] صد و بیست (۱۲۰) سال عمر داشت۔ اصلاً در عقل و حواس او فتورے راہ نیافت انتقال او در سنہ سبع وعشرین والف (۱۰۲۷) واقع شد مشہور است کہ ہرگاہ سید بسفارت **توران** رفت پادشاہ و امراء آنجا سید را در فنونِ بسیارے امتحان کردند مثل خوشنویسی و تیراندازی و شطرنج وغیرہ سید درہر باب کامل عیار برآمد ومردم آن دیار را در حیرت انداخت

اما ملا **قاطعی** رسالۂ درباب ایلچی گری **حکیم ہمام** و **سید صدر جہان** ترتیب دادہ دران رسالہ جمیع ہنرہا نسبت بہ حکیم ہمام نوشتہ اللّٰہ اعلم مجلس کہ آن را نسبت بسید نقل کردہ۔ وسید بر علماء آنجا غالب آمدہ۔

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۱ مطبوعہ کلکتہ۔

(۴۸) فرج - مُلّا فرج اللہ شوستری

تازہ دماغ نشۂ زود رسی - و انجمن افروز سخن عربی و فارسی است - سید علی معصوم مکّی در سلافۃ العصر کہ تذکرۃ الشعراء عرب جمع کردہ احوال ملا را بطمطراق می نویسد[۱] و میرزا صائب مکرر او را در مقاطع یاد می کند - از انجملہ است ؎

ہمین ز خاک فرج کامران نشد صائب — کہ فیض ہم بظہوری ازین جناب رسید

از وطن مالوف بسیر ممالک دکن خرامید - و در خدمت سلطان عبد اللہ قطب شاہ والی حیدر آباد منزلت و ثروت تمام بہم رسانید

پری زادان سخن را چنین تسخیر می کند ؎

مغان کہ دانۂ انگور آب می سازند — ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

درہوای بادۂ گلرنگ بیتابیم ما — سالہا شد کز ہوا داران این آبیم ما

از رہ ببانگ ہرزہ درایان نمی روم — کی می دہد فریب صدائی جرس مرا

گر زیر سپہر یم عجب نیست کہ دریا — در زیر حباب است و فزون تر ز حباب است

ہمیشہ می خورم از خود شکست پنداری — کہ نیمۂ ز دلم شیشہ نیمۂ سنگ است

و از اشعار عربی اوست ؎

لَا غَرْوَانْ لَمْ تُفْصِحِ الْاَیَّامُ بِی — اَلدَّھْرُ اِبْنُ عَطَا وَاِنِّیْ اَلرَّآءُ

وَبِذَا اَجْرَیٰ طَبْعُ الزَّمَانِ وَاَھْلِہٖ — دَفْنُ الْکَلَامِ وَاَھْلُہٗ اَحْیَاءُ

اشارہ است بہ واصل ابن عطا معتزلی کہ الثغ بود یعنی حرف راء را نطق نمی توانست کرد - و نوعی سخن ادا می نمود کہ حرف راء در کلام او نمی آمد و عیب لثغہ بر سامعان منکشف نمی شد تا بحدی کہ ضرب المثل شد - و شعراء در اشعار خود استعمال کردند -[۲]

---

[۱] سلافۃ العصر نسخۂ قلمی ورق ۲۸۸ فہرست کتب خانہ آصفیہ فن تراجم نمبر ۵۰ - [۲] ابن خلکان نمبر ۷۹۱ حرف الواو مطبوعہ یورپ و کامل مبرد صفحہ ۵۴۷ مطبوعہ یورپ -

ابو محمد خازن گوید در مدح صاحب ابن عباد وزیرے

نَعَم تَجَنَّبَ لَا يَوْمَ الْعَطَاءِ كَمَا ... تَجَنَّبَ ابْنُ عَطَاءٍ لُثْغَةَ الرَّاءِ

و دیگرے گوید

وَجَعَلْتَ وَصْلِي الرَّاءَ لَمْ تَنْطِقْ بِهِ ... وَقَطَعْتَنِي حَتَّى كَأَنَّكَ وَاصِلُ

(۴۹) احسن - ظفر خان

میرزا احسن اللہ نام[1] احسن تخلص بن خواجہ ابو الحسن تربتی - خواجہ در عہد اکبر بادشاہ وارد ہند شد و بوزارت شاہزادۂ دانیال و دیوانِ دکن اختصاص یافت - و چون جہانگیر بادشاہ سریر آرا شد خواجہ را از دکن طلبیدہ اول بخدمت میر بخشیگری نواخت و آخر بتفویض وزارت اعلیٰ و منصب پنج ہزاری ممتاز ساخت و در سنہ ثلث و ثلثین و الف (۱۰۳۳) حکومت دار الملک کابل ضمیمۂ وزارت مقرر گشت و ظفر خان از جانب پدر بہ حکومت کابل مامور گردید -

و چون نوبت دارائی ہندوستان بہ صاحبقران ثانی شاہجہان رسید - خواجہ را بمنصب شش ہزاری شش ہزار سوار سرفراز فرمود -

و در سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) صوبۂ کشمیر مرحمت شد - و نظر بر آق سقالی و دولت خواہی خواجہ را از رکاب جدا ننمودہ ظفر خان را بہ نیابت پدر رخصتِ کشمیر فرمود -

و چون خواجہ نوزدہم رمضان سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) در سن ہفتاد سالگی ودیعت حیات سپرد - صوبۂ کشمیر اصالۃً بہ ظفر خان تفویض یافت و منصب سہ ہزاری و علم و نقارہ مرحمت گردید -

---

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۴۳۷ -

ظفرخان مدتے بہ حکومت کشمیر پرداخت۔ وملک تبت رامفتوح ساخت[۱]۔ و پایانِ عمر در دار السلطنت لاہور فروکش کرد ودر سنہ ثلث وسبعین والف (۱۰۷۳) محمل بہ صحرائے فنا کشید

ظفرخان صاحب جوہر وجوہر شناس بود۔ وسرے بصحبت وتربیت ارباب کمال داشت۔ افتخارش ہمین بس کہ مثل میرزا صائب مادح آستانِ اوست۔

ظفرخان چند جا در مقاطع غزل میرزا را یاد می کند از انجملہ است ؎

طرز یاران پیشِ احسن بعد ازین مقبول نیست	تازہ گوئیہای او از فیض طبعِ صائب است

ہشت عدد قصیدۂ میرزا در مدح ظفرخان بنظر در آمد۔ میرزا تعریف سخندانی او بسیار می کند و پاس نمکخوارگی بجامی آرد۔

دیوان مختصرے از ظفرخان مطالعہ اُفتاد۔ از انجاست ؎

دلم بکوی تو اُمیدوار می آید	نگاہ دار کہ روزے بکار مے آید
درگوشۂ میخانہ ہمین گفت وشنید است	یاران برسانید دماغے شبِ عید است
در بتانِ ہند چون او دلبرِ خودکام نیست	رام رامم گرچہ می گوید ولیکن رام نیست
شادم بدل شکستگیِ خود کہ پیشِ من	قدرِ دلِ شکستہ چو زلفِ شکستہ است
گوشۂ چشمی اگر ساقی بما دارد بجاست	عمرہا در گوشۂ میخانہ خدمت کردہ ام

(۵۰) آشنا۔ عنایت خان

میرزا محمد طاہر نام آشنا تخلص بن ظفرخان مذکور۔ در عہد شاہجہانی منصب ہزار و پانصدی داشت۔ واحوال سی سالہ شاہجہان را ملخص بقید قلم آورد[۲]۔

---

[۱] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۵۸۔ [۲] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۲۔

بعد جلوس خلد مکان در کشمیر زاویۂ عزلت گزید و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) رخت بہ نہانخانہ عدم کشید۔

دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و مثنویات و دیگر قسم شعر بنظر در آمد۔ مثنویہای فقیر متعدد دارد و از انجملہ است ساقی نامہ۔ این بیت ازان است ؎

حکیمانہ ساقی بہ مجلس نشست　　چرا نبض مینا نگیرد بہ دست

این چند بیت از غزلیات او فرا گرفتہ شد ؎

الفت میانۂ دو ستمگر نمی شود　　دندانِ مار قبضۂ خنجر نمے شود

بسکہ در راہِ فنا با خاک یکسان شد تنم　　میتوان ہمچون غبار افشاند از پیراہنم

از حوادث گوہرِ مردانگی کمتر نشد　　تیغ اگر در آب و آتش رفت بے جوہر نشد

ہردم نوید لطف دگر مے دہد مرا　　دل مے برد ز دست و جگر می دہد مرا

گر پوستم چو نافہ کشد آسمان بجاست　　مو شد سفید و تیرگیِ دل ہمان بجاست

کشتئ بدست آور و قت گشتِ مہتاب آب است　　مدعائے میخواران سیرِ عالم آب است

کدام چیز عزیزان ز نگبد بگر گیرند　　بغیر این کہ ز احوال ہم خبر گیرند

بیا در روی تو شبہا کنم نظارۂ ماہ　　زرِ سفید بود از برائے روز سیاہ

خلقِ خوشت مرا بہ ثنا خوانی آورد　　گل عندلیب را بسخندانی آورد

دولت بوقت تیرگیِ بخت نکبت است　　جاروب وقتِ شام پریشانی آورد

تیرہ طبعان بسینہ صاف بد اند　　ذوقِ آئینہ نیست بد رُو را

ما بزندانِ غمت خو با نشستن کردہ ایم　　گاہ گاہے نالۂ برخیزد از زنجیر ما

لقمۂ چربِ خوشامد نکند رام مرا　　دلِ من از سگِ کوی تو وفادار تر است

مرد را تن آسانی باعثِ فنا گردد　　زود بگسلد از ہم رشتۂ کہ بیتاب است

از بسکہ دستِ من ز تعلق بریدہ است　　رنگِ گرفتہ را بہ حنا باز می دہد

سامانِ دل ز قطعِ تعلق شود زیاد | گل بیشتر دہد چو کُنی شاخ را قلم

عقل ناچار کشد زحمتِ آلایشِ نفس | دایہ پرہیز کند طفل چو بیمار شود

طرزِ آئینہ خوش نہ کرد دلم | عیب پوشی بہ از نمد پوشی است

زدور ساختنِ ابرام سفلہ گرد بیش | کہ زد دُرستنِ مو از پے تراش بود

ہر کجا بود مرا نشہ صفت با خود داشت | ہرگزم می نتوانست کہ بیخود سازد

تا درون پر بود از تفرقہ دل وا نشود | چون پر آشوب بود شہر دکان نکشایند

چشم بستانِ آئنہ در عیب خلق نیست | پیوستہ ہمچو عکس خودم در کمینِ خویش

نیست نازک طینتان را طاقتِ سیمای خویش | دیدۂ نرگس ندارد تابِ سیمای چراغ

چند چون رشتۂ تسبیح شوی سرگردان | نتوان کرد سرِ رشتہ ز تقدیر برون

(۵۱) صائب۔ میرزا محمد علی تبریزی اصفہانی

امام غزل طرازان و علامۂ سخن پردازان است۔ ازان صبحے کہ آفتاب سخن در عالم شہود پرتو افشاندہ معنی آفرینی باین اقتدار سپہر دوار بہم نرساندہ۔ چنانچہ خود گوے دعوی در میدان، می اندازد و می طرازد ؎

ز صد ہزار سخنور کہ در جہان آید | یکے چو صائب شوریدہ حال برخیزد

حامل لواے فصاحت۔ منشأ اعلاء کلمۂ بلاغت۔ نور نجابت از ناصیۂ کلامش پیدا و لمعۂ شرافت از سیمائے بیانش ہویدا۔ فوج فوج مضامین برجستہ منقاد جنابش خیل خیل معانی بیگانہ بندۂ حاضر جوابش۔ ذوق سلیم در حدیقۂ اشعارش بنو بر کردن مسرور ذہن صحیح در خزینۂ افکارش بدولت تازہ اندوختن مغرور۔ فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین۔ زلال تقریرش در کمال روانی۔ لآلی تعبیرش در نہایت غلطانی پاے دقتِ خیال باوجِ کمال رسانیدہ۔ معہذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیدہ۔

و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت۔
قصیده و مثنوی ہم دارد اما مشاطۂ فکرش بہ تزیین عروس غزل بیشتر پرداختہ۔ و
این غزل رعنا را بطرز تازہ و انداز خاص جلوہ افروز ساختہ۔ چنانچہ خود می فرماید ؎

رباعی گر مسلم شد ز موزونان سحابی را
غزل گوئی بہ صائب ختم شد از نکتہ پردازان

و نیز می فرماید ؎

نوائے عشق در ایام من کمال گرفت
غزل نبود باین رتبہ ہیچگہ صائب

و از جملہ شرائف اوصاف میرزا است کہ باوصف این جلالت شان از شعراء
معاصرین و متقدمین ہر کرا در اشعار خود یاد کردہ بخوبی یاد کردہ و تیغ زبان را بازخم ہیچکس
آشنا نساختہ و خود می فرماید ؎

گرت ہواست سلیمان این جہان باشی
بہ مور وقت سخن دست طرح دہ صائب

پدرش از کدخدایان معتبر تبارزۂ عباس آباد اصفہان است میرزا در
دار السلطنت اصفہان نشو و نما یافت۔ و بہ کتر فرصت درششش جہت عالم کوس
سخندانی زد۔ و در عین شباب آخر عہد جہانگیری متوجہ ہندوستان گردید۔ چون وارد
دار الملک کابل گشت۔ ظفر خان کہ بہ نیابت پدر خود خواجہ ابو الحسن تربتی ناظم
کابل بود میرزا را بہ کمند حسن خلق صید کرد[۱]۔ و لوازم قدر شناسی نوعے کہ باید بہ تقدیم
رسانید۔ چنانچہ شمۂ ازین ابیاتِ میرزا مستفاد می شود ؎

باین غرور کہ مدحت گرِ ظفر خانم	کلاہ گوشہ بخورشید و ماہ می شکنم
قسم خورد بسرِ کلک ابر نیسانم	ز نو بہار سخایش چو قطرہ ریز شوم
کہ از نسیم ہوا داریت گلستانم	بلند بخت نہالا بہار تربیتا
زبان کجاست کہ در حضرتت فرو خوانم	حقوق تربیتت را کہ در ترقی باد

[۱] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۱۔

تو پای تخت سخن را بدست من دادی | تو تاج مدح نهادی بفرقِ دیوانم
زروی کرم تو جو شید خونِ معنی من | کشید جذب تو این لعل از رگ کانم
تو جان زدخل بجا مصرعِ مرادادی | تو در فصاحتے دادی خطاب سحبانم
زدقّتِ تو بمعنی شدم چنان باریک | کہ میتوان بدلِ مور کرد پنہانم
چو زلف سنبل ابیات من پریشان بود | نداشت طرۂ شیرازہ روے دیوانم
تو غنچہ ساختی اوراق باد بردۂ من | وگرنہ خارنمے ماند از گلستانم
تو مشت مشت گہر چون صدف بمن دادی | چو گل تو زر بسپر ریختی بدامانم

چون حکومت کابل در اوائل جلوس صاحبقران ثانی شاہجہان بہ لشکرخان تفویض یافت۔ وظفر خان بہ ادراک عتبۂ خلافت شتافت میرزا نیز بہ رفاقت ظفر خان بہ سیر ہند خرامید

چون رایات صاحبقران در سنہ تسع وثلثین والف (۱۰۳۹) جانب دکن باہتزاز درامد۔ میرزا با ظفر خان در رکاب موکب سلطانی سرے بدیار دکن کشید۔ از انجا کہ شہر برہان پور گرد بسیار دارد میرزا در حق این شہر مے فرماید ؎

توتیا سازد غبارِ اگرہ و لاہور را | چشم من تا خاکمالِ گرد برہان پور خورد

وچون سید لشکر محمد عارف از مشاہیر اولیا درین شہر آسودہ اند توجیہ گرد از خاطر فقیر چنین برخاست ؎

فتاد بسکہ گذر لشکرِ محمد را | غبار خیز بود کوچہائے برہان پور

دور ایام اقامت برہان پور پدر میرزا خود را از ایران بہ دیار ہندوستان رسانید تا اورا بوطن مالوف برد۔ چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید۔ قصیدۂ در مدح خواجہ ابوالحسن انشا کرد و رخصت وطن التماس نمود و درآنجا می گوید ؎

شش سال بیش رفت کہ از اصفہان بہند | افتادہ است توسن عزم مرا گذار

هفتاد ساله والد پیر است بنده را | کز تربیت بود بمنش حق بیشمار
آورده است جذبهٔ گستاخ شوق من | از اصفهان به اگره و لاهور اشکبار
زان پیشتر کز اگره بمعمورهٔ دکن | آید عنان گسسته تر از سیل بے قرار
این راه دور را ز سر شوق طے کند | با قامتِ خمیده و با پیکرِ نزار
دارم امید رخصتی از آستانِ تو | ای آستانت کعبهٔ اُمید روزگار
مقصود چون ز آمدنش بردنِ من است | لب را بحرف رخصتِ من کن گهر نثار
با جبههٔ کشاده تر از آفتاب صبح | دستِ دعا بدر رفعِ راه من برار

اتفاقاً موکب صاحبقران عنقریب در سنه احدی و اربعین والف (۱۰۴۱) از دکن به اکبر آباد عطف عنان نمود۔ هژدهم محرم سنه اثنین و اربعین والف (۱۰۴۲) **ظفر خان** را حکومت کشمیر به نیابت **خواجه ابو الحسن** مفوض گردید۔ میرزا محمل سفر با **ظفر خان** بر بست و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر عازم ایران دیار گشت و تا آخر ایام حیات نزد سلاطین صفویه مکرم و مبجل زیست۔ و در مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت۔

وفاتش در سنه ثمانین والف (۱۰۸۰) اتفاق اُفتاد و در اصفهان مدفون گردید و غزل میرزا که مطلعش این است ؎

در هیچ پرده نیست نباشد نوای تو | عالم پُر است از تو و خالیست جائے تو

بر طبق وصیت بر سنگ مزار او که یک قطعهٔ سنگ مرمر است کنده شد

راقم الحروف گوید ؎

عندلیبِ نغمه پرداز فصاحت صائبا | رفت ازین عالم بسویِ روضهٔ دار السلام
خامهٔ آزاد انشا کرد سالِ رحلتش | بلبل گلزار جنت صائبِ عالی کلام
۱۰۸۰ھ

دیوان میرزا قریب هشتاد هزار بیت بخط ولایت بنظر رسیده و میرزا اسی وسه ۳۳

غزل متفرق بخط خاص برحواشی آن نسخه قلمی فرمودهٔ اشعارش عالمگیر است و مستغنی از تحریر- چند بیت بنا بر التزام پیرایهٔ این مقام می شود ~

زبانِ لاف رسوامی کند ناقص کمالان را | که رو بر خاک مالد پرفشانی بسته بالان را
نه از روی بصیرت سایهٔ بالِ هما افتد | سیه مست است دولت تا کجا خیزد کجا افتد
از تماشائیِ پریشانِ جهان دلگیر باش | والهِ یک نقش چون آئینهٔ تصویر باش
هیچ همدردی نمی یابم سزائے خویشتن | می نهم چون بید مجنون سر بپایِ خویشتن
رنگین تر از حناست بهار و خزانِ ما | بر دستِ خویش بوسه زند باغبانِ ما
جلوهٔ برق است در میخانه هشیاری مرا | از پے تغییر بالین است بیداری مرا
می خورد با دیگران مستانه بر ما بگذرد | در فرنگ این ظلم و این بیداد حاشا بگذرد
ای که فکرِ چارهٔ بیمارِ دل مے کنی | نسبتِ خود را بچشمِ یار باطل می کنی
عشق سازد ز هوس پاک دلِ آدم را | دزد چون شحنه شود امن کند عالم را
سخت می خواهم که در آغوش تنگ آرم ترا | هر قدر افشردهٔ دل را بیفشارم ترا
از جوانی داغها در سینهٔ ما مانده است | نقش پایِ چند زین طاؤس بر جا مانده است
ز پیری حرصِ دنیا نفس طامع را دو بالا شد | گدا را کاسهٔ دریوزه از کوژی مثنی شد
پا از گلیم خویش نباید دراز کرد | تیغِ ستم بہ بین چہ بزلف ایاز کرد
که حالِ دردمندان پیش چشمِ یار می گوید | که حرفِ مرگ بر بالین این بیمار می گوید
اهلِ کمال را لب اظهار خاموشی است | رمنّت پذیر ماه تمام از هلال نیست
ای خوبیِ اُمید باین دستگاهِ حسن | این یک دو بوسه گر نه شماری چه می شود
رمزی ست ز پاسِ ادبِ عشق که مرغان | شب نوبتِ پرواز بہ پروانہ گزارند
نقش پایِ رفتگان هموار سازد راه را | مرگ را داغِ عزیزان بر من آسان کرده است
مکن اعانتِ ظالم ز ساده لوحیها | که تیغ سنگ فسان را سیاه می سازد

درطلب ما بے زبانان اُمّتِ پروانہ ایم　　سوختن از غرض مطلب نزد ما آسان تر است

عقل کامل می شود از گرم و سردِ روزگار　　آب و آتش می کند صاحب برش شمشیر را

زصدق و کذب سخن سنج را گزیری نیست　　چو صبح تیغ جہانگیر ما دو دم دارد

باخبر باش کہ دل از خمِ زلفت نبرد　　دُرِّ گوشِ تو یتیمی است کہ در عالم نیست

مصرعِ رنگین بمطلع می رساند خویش را　　ہر کہ کسبِ آدمیت کرد آدم مے شود

ما حجاب آلودگان را جُرأتِ پرواز نیست　　گرد سر گردیدنِ ما گردِ دل گردیدن است

صفای سینہ مرا در حرم کند قندیل　　چہ شد برون ز فرنگ آمد است شیشۂ ما

نیرنگ چرخ بین گلِ رعنا درین چمن　　خونِ دل از پیالۂ زر می دہد مرا

صائب ز ملائک مطلب رتبۂ انسان　　آئینۂ بے پشت چہ دیدار نماید

(۵۲) غنی - مُلاّ محمد طاہر اشئوی کشمیری

اشئی قبیلہ ایست از قبائل معتبر کشمیر - از بدو شعور در حلقۂ درس مُلاّ محسن فانی کشمیری تلمذ نمود - چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتے شایستہ بہم رسانید - آخر بغواصی بحر سخن اُفتاد و جواہرے کہ بنقد جان توان خرید بیرون آورد - میرزا صائب کلام او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ می گوید غنی　　یاد ایامی کہ دیگ شوق ما سرپوش داشت

غنی بغناء طبیعی مجبول بود و با وصف بے دستگاہی بحضور خاطر بسر می برد - ازینجا ست کہ غنی تخلص میکند

مُدّۃُ العمر در شہر خود گزرانید - و در سنہ تسع و سبعین والف (۱۰۷۹) دامن از عالم سفلی برچید

دیوانش سائر و دائر است - چند بیت بنا بر ضابطہ ثبت اُفتاد ؎

عاشقان را جنبشِ مژگانِ چشمِ یار کشت — عالمے را اضطرابِ نبضِ این بیمار کشت

تونگر را نه زیبد لب بخواهش آشنا کردن — چون نبود دست خالی بدنما باشد دعا کردن

سیلی نخوری تا ز کفِ اہلِ زمانه — چون مُهرهٔ شطرنج مرو خانه بخانه

تا توانی عاشقِ معشوق ہر جائی مشو — می کند خورشید سرگردان گل خورشید را

سایه گر سایهٔ کوه است سبک می باشد — کسبِ تمکین نکند سفله ز اربابِ وقار

با تو نزدیکم ولے دورم ز فیضِ عام تو — موم در زیرِ نگین خالی ست از نقشِ نگین

از کشته شدن چهرهٔ عاشق نشود زرد — این داغ به پیشانیِ سیماب نهادند

در دمِ صبحِ غنی پیرِ فلک مے گوید — که قضا نان دهد آن وقت که دندان گیرد

نیست چون مُهرهٔ نردم ہوسِ قصرِ بلند — خانه ام ساخته از ریختنِ رنگ بود

خاطرِ او از غبارِ لشکرِ خط جمع نیست — ہر دم آن زلفِ پریشان شانه بینی می کند

رفتیم سوی یار و ندیدیم روی یار — مانند رہروے که رود سوے آفتاب

گر تیغ بر سرم رود از جا نمے روم — لیکن چو کوه ناله ز زخمِ زبان کنم

غنی چو سایهٔ مرغِ پریده در رهِ شوق — اگر بخاک بیفتم نیفتم از پرواز

چشمِ کرم مدار ز شاهان که جز نمد — آئینه خلعتے ز سکندر نیافت است

از نزاکت او نخند مضمونِ من — گر بمضمونِ کسے پہلو زند

چراغ مجلسم نبود مرا تابِ جدل با کس — اگر در پیشِ من دم میزنی خاموش می گردم

ز مضمون بردنِ یاران نمی باشد غمے ما را — چنان بستیم معنی را که نتواند کسے بُردن

سعی بهرِ راحتِ ہمسایه ہا کردن خوش است — بشنود گوش از برای خوابِ چشم افسانه را

راقم الحروف را ہم مضمونے مناسبِ مضمونِ غنی بہم رسیده که ؎

محنتِ ہمسایه ہا بر خود گرفتن خوش نماست — از برای چشم بینی زیر بارِ عینک است

مخفی نماند که چنانچه گوش از استماعِ افسانه افادهٔ خوابِ چشم می کند حظ خود ہم

که سمعِ قول مرغوب باشد مستوفی می گیرد- بخلاف بینی که عینک را حسبۃً للہ بر می دارد- و برای نفع همسایه دیده و دانسته خود را در شکنجه می کشد-

(۵۳) ناظم هروی

عمدهٔ ناظمان جواهر معانی- و زبدهٔ گهر نبدان عرائس سخن رانی است- در خدمت عباس قلی خان ولد حسن خان شاملو اعتبار عظیم داشت و همت بفیض رسانی مردم می گماشت

برهان استعدادش مثنوئ "یوسف زلیخا" ست که یوسف سخن را از چاه و زندان وا رهاند و بمصر بلند پایگی برده بر تخت نشاند- اتمام این کتاب در سنه اثنین وسبعین والف (۱۰۷۲) شده است سنبل شعرش کاکلے می افشاند[۱]

خواہم که رخشِ بدعملِ زهد پے کنم	تسبیح تازیانهٔ گلگون مے کنم
زسیرِ باغ و زندان بر نیاید کام سودایم	نه شاخ سنبلے بر سر نه زنجیری است در پایم
کنی تا چند خواب ای مستِ غفلت ناله سر کن	سر مینای دل بکشا دماغ دیدهٔ تر کن
پیالهٔ مَی ازین شیوه آبرو دارد	بدستگیری اُفتادگان زپا منشین
قطرهٔ آبی کف خونی شد و بر خاک ریخت	آدم خاکی چه طرف از عالم ایجاد بست
بیقراری عضو عضوم را بکام دل رساند	زخم تیغت بر تنم چون ماه نو سیاره شُد
بسکه از بے اعتباریهای خود شرمنده ام	آنچنان سوی تو می آیم که گویا مے روم

(۵۴) واعظ میرزا محمد رفیع قزوینی

نوادهٔ مُلّا فتح الله واعظ قزوینی است- پایهٔ تعریفش از آن رفیع تر که بسلم قلم

---

[۱] این مثنوی از بسکه نادر الوجود است و در کتب خانه آصفیه حیدر آباد دکن موجود-

توان رسید- و شرفهٔ توصیفش ازان بلند تر که ببال اوراق توان پرید- لآلی منظوماتش درکمال خوش جلائی- و جواهر منثوراتش در نهایت بیش بهائی-

حجّت کمالش کتاب **ابواب الجنان** است که قماش سخن را در نهایت نازکی بافته- و باتفاق جمهور کتابے باین خوش بیانی در باب مواعظ ترتیب نیافته- اما عمرش باتمام این کتاب وفانکرد- فرزندش **میرزا محمد شفیع** که تلمیذ والد خود است مجلد ثانی به انجام رسانید- این مجلد در بیان فضائل اعمال است لیکن به آن رنگینی و خوش انشائی نیست

مطالعهٔ دیوان واعظ طبع را در اهتزاز آورد- این چند غزال از ختن افکارش مے آید ؎

از زبانِ کلکِ نقاشان شنیدم بارها — بے زبانِ نرم کے صورت پذیرد کارها

این قدر طولِ امل رہ میدہی در دل چرا — مصحفِ خود را باین خط می کنی باطل چرا

آزادهٔ بهراهی کس بند نگردد — خاصیّتِ سرو است که پیوند نگردد

بریدن از جهان سرمایهٔ از زندگی باشد — که افزون قیمت شمشیر از بُرّندگی باشد

حرفے اگر بعاشق بے تاب مے زند — شرمش طپانچه برگلِ سیراب مے زند

سر برون آورد عکس از روزنِ آئینه گفت — فیضِ صحبت می تواند سنگ را آدم کند

نیک خواهان در جهان مکروهِ طبعِ مردم اند — جز ترش روئی نه بیند شربت از بیمارها

روزگار آخر ستمگر را ستمکش مے کند — شیشه می سازد مکافاتِ شکستن سنگ را

اگر خورشیدِ رُخسارِ تو در پیشِ نظر باشد — چو ماهِ نو زپیری می روم سوی جوانیها

دست برداشتنِ وقتِ دُعا ایمائیست — که شفاعتگرِ ما پیشِ خدا دستِ تهی است

زابنای جنس خود بحذر باش زانکه آب — باآن سرشتِ پاک بآئینه دشمن است

فروتنی بخدا زود تر کند نزدیک — که زود قطع شود راه چون سرازیر است

فیض پروانگیِ محفلِ ما چون نکند | کہ چراغش زصفائیِ قدم یاران است
غم گواراتر بود آزادگان را از سرور | آب تلخی بید را باشد بہ از آبِ نبات
سخنوری نتوان بے سخن شنو کردن | سخن بگوش بود بیش از زبان محتاج
شود از عزل۔ طبعِ ظالم معزول ظالم تر | کمان را زہ گرفتن بیشتر پر زور می سازد
آزاد نیستند بدولت رسیدگان | گردید پاے بند نگین تا سوار شد
گر تہی دستی نہ واعظ مایۂ دیوانگی است | چیست باعث کز درختان بید مجنون میشود
گشت داغم دلنشین تر در ہواے نو بہار | زانکہ بہتر مہر گردد صفحہ چون نم مے شود
باشد از بے خانمانان برگِ عیشِ اغنیا | زندگانی شہر از پہلوی صحرا مے کند
یاد گیر از بید مجنون شیوۂ اُفتادگی | گر گزارند ارّہ بر فرقِ تو سر بالا مکن
ظالم چو اُفتد از کار اُستادِ ظالمان است | سر حلقۂ کمانہاست چون شد کبادہ
صد حیف کہ ما پیرِ جہان دیدہ نبودیم | روزیکہ رسیدیم بہ ایّامِ جوانی
ظاہر آرائی نباشد شیوۂ روشن دِلان | میردِ آتش از برائی جامۂ خاکستری
نیست جز خجلت از احباب تہی دستان را | بیداجز عرقِ بید نباشد ثمرے

(۵۵) رفیع میرزا حسن

شاعرِ رفیع المقدار و منشی کامل عیار بود۔ اصلش از قزوین است۔ مدتہا باقامت مشہد مقدس سعادت حاصل کرد لہٰذا بہ مشہدی شہرت گرفت بعد از آن کہ منازل علوم رسمی طی کرد و دستمایہ فنون بہم رساند۔ نزد ندر محمد خان والی بلخ رفت۔ و بمنصب انشا امتیاز یافت۔

آخر عازم ہند شد و چہار دہم رجب سنہ اربع وخمسین والف (۱۰۵۴) بآستان بوس صاحبقران ثانی شاہ جہان دولت تازہ اندوخت و در ملازمت اول بخلعت

وانعام سه هزار روپیه کامیاب گشت- و در سلک بندگان درگاه در آمد- و در جشن وزن شمسی بیست و چهارم ربیع الاول سنه ست وستین والف (۱۰۶۶) مثنوی تهنیت جشن بعرض رسانید- و مبلغ هزار روپیه بر سبیل جائزه مرحمت شد-

و در عهد عالمگیری بخدمت دیوانی و بیوتاتی کشمیر مامور گردید- انجام کار بعد ز کبر سن از نوکری استعفا نمود و از سرکار پادشاهی وظیفه تقرر یافت- و در دار الخلافه شاهجهان آباد وظیفه حیاتش منقطع گردید-

عندلیب قلم زمزمهٔ او می سراید ؎

آنها که خواب راحت برخود حرام کردند — چون شمع کار خود را یک شب تمام کردند
سهل باشد لذت خاری که در پیراهن است — داغم از ماهی که او را خارها جزو تن است
دل منه بر الفت دشمن که تا گرم است آب — گرچه می جوشد با آتش لیک با او دشمن است
خار را آتش توان زد تا نگیرد دامنی — من نمیدانم علاج خار دامنگیر چیست
نیم بسمل شده مرغی بکف آرم که مرا — در خور حالت خود نامه بری در کار است
بدام زلف تو عالم تمام در بند است — کسی که باز بود دیدهٔ تماشائی است
قفای آینه را به ز روی آینه دان — که رو برو نشود با کسی که خودبین است

(۵۶) ناصح میرزا عرب تبریزی

نکته طراز ممتاز است و مصداق ترانهٔ عندلیب شیراز که مصرع

"هر آنچه ناصح مشفق بگویدت بپذیر"

یعنی کلام او شنیدنی است- و جرعهٔ جام او چشیدنی-

میرزا صائب مکرر شعر او را تضمین می کند و در مقطعی می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که ناصح گفته است — تا لب ساغر بخون من گواهی می دهد

فی الجملہ تحصیل کردہ در عباس آباد متوطن بود۔ و بشیوۂ تجارت اشتغال داشت۔
اشعار بسیار از ناصح بنظر رسیدہ۔ سَواد کلامش سرمہ درچشم ورق می کشد ے

به سرمه رام نگردید چشم جادویش | که از دو میل سیاهی رمید آهویش
درزندگی بمرگ کشید است کارِ ما | خواب گرانِ ماشده سنگِ مزارِ ما
درحقیقت دلِ بیرحم ندارد مغزے | پستهٔ را که نباشد لبِ خندان پوچ است

رباعی

نادان غلطش زِ سُستی رائے خود است | بے قدریش از پستی کالای خود است
بر مرکبِ چوبین چو شود طفل سوار | خوش راهی و بدراهیش از پای خود است

(۵۷) سالک۔ محمد ابراهیم قزوینی

سالکِ مسالکِ خوش بیانی۔ و مخترع عجائب و غرائب معانی است۔ مدتے در صفاہان اقامت داشت۔ و باصاحب کمالانِ آنجا سرگرم صحبت بود۔
آخر عازمِ ہندوستان گردید و بواسطۂ ربط قدسی و کلیم سرمایۂ جمعیتے اندوخت و بوطن مانوس مراجعت کرد۔ خویشانِ او آنچه داشت همه را واکشیدند۔
ناگزیر کرت ثانی خود را به ہندوستان رسانید و مدتے اقامت گزید و باز بجاذبۂ وطن به قزوین برگشت۔ و همانجا درگذشت۔
عنبرِ کلامش چنین بو می دہد ے

مهرو کین شوخیِ چشمانِ ترا آئین است | این دو بادام یکے تلخ و گر شیرین است
چه ذوقِ چاشنیِ درد عافیت جو را | که شیر هم شکر آب است طفل بدخو را
عرقِ سعی محال است بجائے نرسد | ابر را آبلۂ دست گهر می گردد
فرصت به بیشه‌ستیِ تامل نداده ایم | گلگون دوانده بردمِ شمشیرِ خونِ ما

استخوانِ من و مجنون بہ تفاوت بردار | اے ہما چاشنیِ درد فراموش مکن
بے برگیِ من فکرِ سر انجام ندارد | چون شمع تمام است بیک ترک کلاہم

(۵۸) سالک یزدی

رہ نوردِ قلمرو خوش مقالی است و تیز روِ جادۂ باریک خیالی۔

آغاز حال در شیراز بود۔ شانہ رنگ می کرد۔ آخر بکسوت درویشان برآمدہ سرے بہ صفاہان کشید۔ و چندے رحل افگند۔

ازانجا بولایت دکن اُفتاد و در خدمت قطب شاہ والی حیدرآباد می گزرانید چون طائفۂ مغلیہ را ازانجا برآوردند بدار الخلافہ شاہجہان آباد آمد۔ مُلّا شفیعائی یزدی بپاس ہموطنی رعایتِ بسیار نمود۔ و در سنہ ست وستین و الف (۱۰۶۶) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان رسانید۔ و در سلک مدحت گزاران منتظم ساخت۔

مُلّا شفیعائی یزدی مخاطب[۱] بہ دانشمند خان در عہد شاہجہانی بمنصب سہ ہزاری فائز بود۔ و در زمان عالمگیری بمنصب پنج ہزاری و والا مرتبۂ میر بخشیگری متصاعد گشت و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) در گزشت۔

سہیل طبعش عقیق سخن را چنین رنگ می دہد ؎

در ہوائے عشق پرورد م دلِ دیوانہ را | چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را
آشنائی کہنہ چون گردید بے لذّت بود | کوزۂ نو یکدو روزے سرد سازد آب را
نوای نالۂ نے می رسد بغارتِ ہوش | تو برق تازیِ این نے سوار را دریاب
درخورِ خرچ بود دخل زدیوانِ قضا | نرود تا نفسے کے نفسے می آید

[۱] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۳۰۔

زبانِ ہرزہ درایان توان بنر می بست　　　که پنبہ بسرمۂ خاموشی جرس باشد

(۵۹) صیدی - میر صیدی طہرانی

صید بند وحشیان خیال است و دام نه فراوان غزال - فرع شجرۂ سیادت است و صاحب انواع حیثیت -

از صفاہان به ہند خرامید و پنجم ربیع الاوّل سنه خمس وستین والف (۱۰۶۵) به ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان مباہی گشت و قصیدۂ که بمدح شاہی پرداخته بود بعرض رسانید - ہزار روپیه صلۂ قصیده مرحمت شد مطلعش این است ؎

زہے جہانِ خدارا سپہر عدل وکرم　　　بنر بر سایۂ قدرِ تو نیّرِ اعظم

سرخوش گوید :- روزے جہان آرا بیگم بنت شاہ جہان بسیر باغ صاحب آباد می رفت - میر صیدی از بام سرراه بباننگ بلند مطلعِ خود برخواند[۱] ؎

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش　　　تا نکہتِ گل بیخته آید به دماغش

بیگم شنیده مسرور گردید - و پنجہزار روپیه صله عنایت فرمود -

دیوان صیدی بمطالعه درآمد - قصاید در مدح صاحبقران شاہجہان دارد و مثنوی در تعریف کشمیر موزون ساخته - درصعوبت راه کشمیر گوید ؎

زبیمِ جان درو صد جا زیاده　　　شود از یاد بوی گل پیاده

توان بہمتِ مردان دو صد سپاه شکست　　　بزور خود نتوان گوشۂ کلاه شکست

درعشق ہر که ہست مہیاے جنگ ماست　　　بر روی ما کسیکه نه استاد رنگ ماست

ماکه باشیم که در بزم تو داخل باشیم　　　دولتِ ماست که حسرت کشِ محفل باشیم

ہر که خواہد نظرے بد به جمالِ تو کند　　　آن قدر عمر نیابد که خیالِ تو کند

---

[۱] نتائج الافکار صفحه ۲۰۶ مطبوعه مدراس ۱۸۴۳ء -

تنها نگشته بی تو زبانم بکام بند | چون رنگِ گل شد است شرابم بجام بند
مارا به برگ سبز کجا یاد می کند | آن گل که منع بوی خود از باد می کند
صیّاد ما بنای ستم تازه کرده است | مرغی که پر شکسته شد آزاد می کند
غم ز بے مهری او نیست که یکچند نهال | سایۂ مرحمتِ خویش پریشان دارد
کمتر از برگی نباید بود در تسخیر دل | می کند از خود نهالی را که پیوندش کنند
میانِ آشتی و جنگ هم مقام خوش است | تغافلِ نگه آمیز صد ادا دارد
خود را بچشمِ آینه دیدی و سوختیم | با آنکه اضطراب مرا عذر خواه شُد
صورتِ دیوار هم در عالمِ خود زنده است | هر کسے را جامۂ هستی برنگے داده اند
مرد بے برگ و نوا را سبک از جائے مگیر | کوزه بیا بسته چو بینی بدو دستش بردار
چو غنچۂ که بگلشن شگفته باشد فرد | ز گلرخان بتو دارد نظر بهارِ امروز
نقص عشق است که از خار بنالد بلبل | نسبتِ هرچه به گلزار رسد گل باشد
چشمت هنوز از صفِ مژگان به قتل عام | سان در زمینِ آینه بیند سپاه را
هرچه می گویم از ان نامِ تو مطلب باشد | که مرا تندیِ خوے تو معمائی کرد

(۶۰) ماهر- میرزا محمد علی اکبر آبادی

شاعریست ممتاز در نظم و نثر سحر طراز- نقد عمر تا دم آخر در خریداری متاع گرانمایۂ سخن صرف کرد- و با کلیم و قدسی و صاحب طبعانے که بعد ازین دکان تازه گوئی چیده اند صحبت داشت-

بدایت حال ملازم شاهزاده دارا شکوه بود و مرید خان خطاب داشت و چندے در رفاقت دانشمند خان شفیعا شاه جهانی بسر برد-

آخر کار همه را دست زده بر پوست تخت درویشی نشست- و قلمرو قناعت و

آزادی تسخیر نمود۔

سرخوش در تذکرۂ خود گوید کہ:۔

"روزے فقیر گفت۔ نواب دانشمند خان میر بخشی و ہمت خان تن بخشی ہر دو بر حال شما

"مہربان اند چرا منصب شایستہ نمی گیرید۔ خندہ کرد و گفت بہ ترک دنیا مشہور شدہ ام۔ و دم

"از فقیری می زنم۔ اگر الحال باز رغبت بہ دنیا نمایم بآن زن ہندو می ماند کہ باشوہر مردہ برائے

"سوختن رفتہ باشد۔ آتش سوزان دیدہ خواہد کہ بگریزد۔ کناسان بچوبہا سرش را شکستہ

"بسوزانند[1]۔ فقر باستقلال داشت و تا زندہ بود بہ جمعیت و فراغت بود۔

راقم الحروف آزاد گوید کہ فقیر را با نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید خلف الصدق نواب آصف جاہ طاب ثراہٗ ربط عجیبی اتفاق افتادہ بود و موافقتے کہ بالاتر ازان متصوّر نباشد دست بہم داد۔ چون نواب نظام الدولہ بعد رحلتِ پدر بر مسندِ ایالتِ دکن نشست بعض یاران دلالت کردند کہ حالا ہر رتبۂ کہ خواہید میسر است اختیار باید کرد و وقت را غنیمت باید شمرد۔ گفتم آزاد شدہ ام۔ بندۂ مخلوق نمی توانم شد۔ دنیا بنہر طالوت می ماند غرفۂ ازان حلال است زیادہ حرام۔ و این شعر فرو خواندہ شد ؎

درین دیار کہ شاہی بہر گدا بخشند | غنیمت است کہ ما را ہمین بما بخشند

وفات ماہر در سنہ تسع و ثمانین و الف (۱۰۸۹) واقع شد۔ صاحب دیوان ضخیم و مثنوی ہاے متعدد است۔ و مثنوی مختصر در مدح جہان آرا بیگم دختر صاحبقران ثانی شاہ جہان گفتہ بتوسط عنایت خان آشنا تخلص نزد بیگم فرستاد ؎

بذاتِ او صفاتِ کردگار است | کہ خود پنہان و فیضش آشکار است

بیگم را خوش آمد۔ و پانصد روپیہ صلہ فرستاد۔

[1] نتائج الافکار صفحہ ۹۲ ۳ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ء۔

امادر کلیات نعمت خان عالی مثنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت زیب النسا بیگم دختر خلد مکان بنظر رسیده - در آن مثنوی بیت مذکور ہم ہست - توارد اُفتاده باشد ماہر در مثنوی گوید در نعتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم - ؎

گرچه آورد پیش ازین عیسےٰ — مردهٔ را دوباره در دُنیا
ازرهِ معجزِ آن جہانِ کرم — عیسےٰ آرد دوباره در عالم

چشم چگونه دیدنِ رویت ہوس کند — نظاره بر چراغِ تو کارِ نفس کند

حاسدِ اہل سخن داغ زحسن سخن است — انتقامِ پدر از خصم پسر می گیرد

(۶۱) فیاض - مُلّا عبد الرزاق

لاہجی الاصل قمی الوطن - مصنف کتاب "گوہر مراد" تلمذ بخدمت حکیم صدرائے شیرازی نموده و در عقلیات و نقلیات دستگاه عالی بہم رسانده وجلو اندیشه را بسمت سخن طرازی نیز عطف می ساخت -

دیوانش محتوی بر قصائد و مقطعات و غزلیات و ساقی نامه و دیگر نوع شعر بنظر رسید - قصائد طولانی فراوان در مدح ائمه اہل بیت رضوان اللہ علیہم و اُستاد خود حکیم صدرای شیرازی - و استاذ الاستاذ میر باقر داماد استر آبادی - و در مدح شاه صفی صفوی و اُمراء عصر دارد و در حق ہند گوید ؎

حبّذا ہند کعبهٔ حاجات — خاصه یارانِ عافیت جو را
ہر که شد مستطیعِ فضل و ہنر — رفتنِ ہند واجب است او را

سوی زلفش می کشد آشفته سامانی مرا — می کند تکلیف ہندستان پریشانی مرا

گرا دماغ که از کوی یار برخیزد — نشسته ایم که از ما غبار برخیزد

اثر ندیده دل از حرف مہربانیِ تو — چو شمع تا بکی این گرمیِ زبانیِ تو

زشیرین بود خسرو خوشدل فرہاد زان خوشتر | کہ دادِ دلبران خوش باشد و بیداد زان خوشتر
سنگ بالین کن و آنگہ مزۂ خواب بہ بین | تا بدانی کہ چہ در زیرِ سرِ مردان است
ہراس جح کند ار باغبان باین نرسد | کہ وقفِ مشہدِ بلبل کند گلستان را
قسمتِ ما زین چمن بارے تعلق بود و بس | سرورا نازم کہ آزاد آمد و آزاد رفت
دریاب این اشارہ کہ شاہانِ نامجو | نامِ بلند خود بہ نگینی سپردہ اند
ہرکس کہ زخمِ کاریِ ما را نظارہ کرد | تا حشر دست و بازوی او را دعا کند
بیک زخمِ دگر جانِ مرا در اضطراب افگند | نمی دانم چہ سان معذور دارم قاتلِ خود را

(۶۲) تجلّی - مُلّا علی رضا اردکانی

از کدخدازادگان اردکان من اعمال فارس است - بعد ازان کہ قدم در مرحلۂ سنِّ شعور گزاشت بہ ارادۂ تحصیل علم بہ اصفہان رفت - و نزد آقا حسین خوانساری کہ از مشاہیر نحاریر است تلمذ نمود و تحصیل را بپایۂ تکمیل رسان آنگاہ عازم کشور ہند گردید - علی مردان خان ولد گنج علی خاں کہ در سال یازدہم جلوس شاہ جہانی از قندھار بہند آمد و بمنصب ہفت ہزاری و خطاب امیر الامرائی سرمایۂ مباہات اندوخت - مقدمِ او را گرامی داشت و بہ تعلیم فرزند خود ابراہیم خان مقرر نمود - و رعایتِ فراوان بعمل آورد - و ہمچنین سائر اُمراء ایران با او مہربانی و گرمجوشی بتقدیم می رسانیدند -

بعد چندے ہوای وطن اصلی در حرکت آمد - و ازین دیار بہ صفاہان معاودت نمود - شاہ عباس ثانی مشمول رافت ساخت - و در شہور سنہ اثنتین و سبعین والف (۱۰۷۲) قریہ از مضافات اردکان در سیورغال او عنایت فرمود - و در سنہ ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) شاہ سلیمان صفوی او را بہ درگاہ

طلب کرد۔ وبحضورِ مجلس خود اختصاص بخشید۔ از ان وقت در صفاہان مقیم بود۔ و بر جادۂ ذکر علم و تالیف فنون مستقیم۔ تا آنکہ بمنزلِ خاموشان شتافت۔

شاعرِ خوش خیال معنی یاب و بطالع شہرت کامیاب است۔ دیوان غزل و قصائد دارد۔ و مثنوی **معراج الخیال** او مشہور است منتخب دیوانش بنظر در آمد و این چند بیت بہ تحریر رسید ؎

خیالش چون شود خمیازہ فرمای بر و دوشم | لبالب می شود چون ہالہ از مہتاب آغوشم
در رہِ محمل نشینانِ وفا واپس مباش | تا توانی بوی گل گردید خار و خس مباش
خواہم چہ بہلہ با تو دمی ہمرہی کنم | دستے بران میان زدہ قالب تہی کنم
بیا کہ بینو بہ چشم نظارہ زندانی است | نگہ بدیدہ چو زنّار در سلیمانی است
ہرچہ آید در نظر آئینہ دارِ ناز اوست | کفر و ایمان چون دو چشم از یک ادا در گردش است
نفسِ بد را اگر رسد فیضے نصیب دیگر است | آنچہ باز نبور می ماند ہمین نیش است وبس

(۶۳) اشرف مُلّا محمد سعید

پسر مُلّا محمد صالح مازندرانی است وصبیہ زادہ مُلّا محمد تقی مجلسی فاضلِ صاحب جودت بود۔ و شاعرِ والا قدرت۔ طبع چالاکش معانی تازہ بہم می رساند۔ و عجائب گلہا از جیب و دامن سامعہ می افشاند۔

در آغاز جلوس خلد مکان بہ ہند رسید۔ و بہ ملازمت سلطانی استسعاد یافت۔ و بہ تعلیم زیب النساء بیگم دختر پادشاہ مقرر گردید۔ مدتے باین عنوان بسر برد۔ آخر حُبّ الوطن مستولی گشت۔ و قصیدہ در مدح زیب النسا بیگم مشتمل بر درخواست رخصت بنظم آورد۔ در انجامی گوید ؎

یکبار از وطن نتوان بر گرفت دل | در غربتم اگرچہ فزون است اعتبار

پیشِ تو قرب و بعد تفاوت نمی کند گو خدمتِ حضور نباشد مرا شعار
نسبت چو باطنی است چه دہلی چہ اصفہان دل پیشِ تست تن چہ بہ کابل چہ قندھار

و در سنہ ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) بہ اصفہان معاودت نمود۔ و کرت دیگر قائدِ روزگار زمام او را جانب ہند کشید و در عظیم آباد پٹنہ با شہزادہ عظیم الشّان بن شاہ عالم بن خلد مکان کہ در آخر عہد جد خود بنظم آن صوبہ می پرداخت۔ بسر می بُرد۔ شہزادہ خیلی طرف مراعات او نگاہ مے داشت۔ و بنا بر کبر سنِ در مجلسِ خود حکم نشستن کردہ بود۔

ملّا در پایان عمر ارادۂ بیت اللہ کرد و خواست کہ از راہِ بنگالہ در جہاز نشستہ عازم مقصود شود۔ امّا در شہر مونگیر از توابع پٹنہ منزل اول اجل در رسید۔ و او را بعالم دیگر رسانید۔ قبرِ مُلّا در آنجا مشہور است۔

میرزا اولاد او در بنگالہ می باشند۔ میرزا محمد علی دانا تخلص پسر مُلّا محمد سعید مردے فاضل و شاعر بود۔ و در مرشد آباد فوت کرد۔ چند ورق اشعار بخط خودش بنظر در آمد۔ از انجا فرا گرفتہ شد ؎

تا سینۂ ما نیست رسا ناوکِ نازت کوتہ نظری حیف ز مژگانِ درازت
دل ز من رم کردہ در ابروے جانان ماندہ است یاد من کے می کند در طاق نسیان ماندہ است
زان دل از کشمکشِ ہند پریشان ماند است کہ ز ہر روپیہ دہ ماشہ بما خوا باند است
نہت چو بدر شود با دلم چہ خواہد کرد ہلالِ یک شبۂ ابروت کتانم سوخت

دیوان مُلّا محمد سعید اشرف بمطالعہ در آمد۔ انواع شعر قصیدہ و غزل و مثنوی و قطعہ و غیرہا دارد۔ و ہمہ جا حرف بقدرت می زند

وقتے زیب النّساء بیگم پرستارے را برائے مُلّا فرستاد کہ در خدمتِ خود نگاہ دارد۔ مُلّا نامحظوظ شد و قطعہ طویلے در مذمت پرستار نظم کردہ بہ زیب النسا بیگم

ارسال داشت - اولش این است ؎

قدر دانشور شناسا نور چشم عالما — ای که هرگز قدرت ہم چشمیت حور انداشت

درین قطعه آیه کریمه قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى را جائے آورده که نمی توان بر زبانِ قلم گزراند - خداوند ورجزای این بی ادبی بجہ عقوبت گرفتار خواہد گشت - ازینجا ست که حق تعالےٰ می فرماید اَلشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ -

این چند بیت از غزلیات او ایراد می شود ؎

اشکے که راز عشق بگوید فشاندنی است — طفلے که خوش محاوره اُفتد نماندنی است

سبحه گردانی به ہنگام پریشانی کند — عاقل از بیمایگی دولاب گردانی کند

از غم افلاس او قاتم به بیہوشی گزشت — چون چراغِ مفلسان عمرم بخاموشی گزشت

در ایران نیست جز ہند آرزو بے روزگاران را — تمام روز باشد حسرتِ شب روزه داران را

حیات از صحبتِ افسردگان نابود می گردد — که چون فصلِ زمستان شد نفسها دود می گردد

مہر خود را از تو ای بے مہر کے خواہم برید — تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مُرید

بدُنیا چون در آید آدمی بدبخت می گردد — ہوا چون در میانِ مشک آید سخت می گردد

بشانِ پلّهٔ میزان نگر که از تمکین — بلند ساختهٔ پا در برابرِ خود را

کنی اگر رهِ باریک آدمیت سر — منه ز کف چو رسن باز لنگرِ خود را

ساقیا ساغر بگردش آر تمکین واگذار — کشتیِ دریا کشان را لنگرے درکار نیست

گر نگین نیست نگین دانِ طلا را عشق است — حسن لیموی آن آبله رو ہم بد نیست

گشت مستغنی ز وصل اشرف بیادِ عارضش — ہمچون آن حافظ که مصحف را تمام از بر نوشت

کاہلان را جز لگد کوبِ حوادث چاره نیست — می کند مالیدگی سستیٔ اعضا را علاج

غافلان را چرک دنیائیست زینت در لباس — جامۂ تصویر از روغن مصفا تر شود

درجوانی روشِ حالت پیری دارم | چون گلِ زرد بهارم بخزان می ماند
همچو درویشے کہ شیرینی برِ منعم برد | عاشقان پیشِ تو اول جان سپاری میکنند
جاہلان اہل جہان را تیر روی ترکش اند | فرد چون گردید باطل جلد دفتر می شود
رفته رفته آبرو را برطرف سازد غضب | آب را چندانکه جوشانند کمتر مے شود
جمالِ نازنینِ نو خطم ماند مرقع را | که خطش درکمالِ خوبی و تصویر ہم دارد
نقره چون انگشتری گردید می پیچد بلعل | می شود در وقتِ پیری حرص دنیا بیشتر
مرد را خلقِ نکو کم زنجابت نبود | موم خوشبو چو شود ہست چو عنبر ممتاز
کار خود کن راست چون فوّاره بے امدادِ غیر | خود نہالِ خویش و خود آبِ روانِ خویش باش
طفل صاحب حُسن را در خانه بودن بهتر است | اشک رنگینم نمایان گر نباشد گو مباش
چو برگِ لاله نشینند گر دہم عُشّاق | بحصّه کردنِ داغِ تو در میانهٔ خویش
چو نور چشمِ ضعیف از نظارهٔ عینک | شود ز ساغرِ مَی خاطرِ پریشان جمع
درد سر بیمار را بسیار دادن خوب نیست | اُز نگاهِ ناتوانِ او بچشمک ساختم
همچو چشمی دردناکے کز فروغ آید بهم | کلبه ام تاریک گردد از چراغ دیگران
کام شیرین نکنم از قِیِ زنبورِ عسل | سر بزرگی نتوان گرد ز شانِ دگرے
بوقتِ عرضِ مطلب قفل خاموشی بلب دارم | چو آن شخصے که در خمیازه گیرد بر دہان دستے

(۶۴) راقم۔ میرزا سعدالدین محمد مشہدی

راقم نقوشِ غریبه و ناظم جواہر عجیبه است۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ؎

این جواب آن غزل صائب که راقم گفته است | تیغ دائم آب در جو دارد و خون می خورد

پدرش خواجه غیاثا به ہندوستان تجارت می کرد۔ و میرزا سعدالدین محمد

درخدمتِ اسلام خان مشهدی شاه جهانی معزز و محترم بسر می بُرد۔
آخر بدار السلطنت صفاہان عود کرد۔ اول وزیر ہرات شد۔ بعد ازان وزیر مجموع ممالک خراسان۔
شوکت بخاری مادحِ اوست و مدتے با او بسر بُرد
دیوان راقم پیش ازین بنظر رسیدہ بود۔ در وقت تحریر بدست نیامد۔ عرائس افکارش بر منصۂ ورق جلوہ می نماید؎

همیشه بست وکشادِ من از هنر باشد　　کلید وقفلِ صدف هر دو از گهر باشد
گره ز ناخنِ تدبیر کی کشاده شود　　که از کلیدِ غلط بستگی زیاده شود
بس بود در سفرِ کعبۂ مقصد مارا　　توشۂ ره قدمے چند که برداشته ایم

(۶۵) شوکت بخاری (محمد اسحٰق)

معنی یاب دِقت آفرین۔ و گلدستہ بندِ خیالات رنگین است۔ از عنفوان شعور زلفِ سخن راشانہ کشید۔ و چہرۂ عرائس معانی را غازۂ تازہ مالید۔
در اصل صراف پسرے است از بخارا۔ ہمانجا نشوونما یافت۔ و بنقادی نظر خداداد طلای جیّد در بازار نکتہ سنجے رائج ساخت
وقتے اُوزبکے او را رنجانید[1]۔ دکّان را برہم زدہ ترکِ وطن گفت و رختِ ہجر بہ مشہد مقدس کشید و ناصیۂ سعادت بآستان سائی روضۂ رضویہ منوّر ساخت وصحبت او با میرزا اسعد الدّین وزیر ممالک خراسان بر آمد و سالہا با او بسر بُرد۔ وقصائد غرا در مدحِ او پرداخت۔ در یکے از قصائد می گوید؎

ستارۂ فلکِ اقتدار سعد الدّین　　کہ سعد اکبر ازو کرد استفادۂ نور

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

بیاضِ شعر و سوادِ خطِ ترا نازم　　که به زِشامِ ہرات است و صبحِ نیشاپور

روزے مرزا اسعد الدین کسی را در طلب شوکت فرستاد۔ شوکت دران وقت بیدماغ بود۔ جواب داد۔ میرزا آزرده شد۔ و باحُضّار گفت یاران بہ بینید۔ من با شوکتا چہ بدکردم۔ این حرف بہ شوکت رسید۔ متاثر شد و این بیت فروخواند

منتِ اکسیر ما را زنده زیرِ خاک کرد　　از طلا گشتن پشیمانیم ما را مس کنید

ہمان ساعت ہمہ را پشتِ پا زد و نمد درویشی دربر کرد۔ و سرے بصوب اصفہان کشید و بقیہ عمر در دار الامانِ انزوا بسر آورد۔

چاشنی درد و مذاق شکستگی بمرتبۂ اتم داشت۔ میر عبد الباقی صفاہانی نقل کرد کہ من در اصفہان بودم کہ شوکت بخاری تشریف باصفہان آورد۔ اکثر بخدمت اومی رسیدم۔ گاہے اتفاق ملاقات نیفتاد کہ اورا بے گریہ دیدہ باشم۔ و اعزہ کہ با او مدتہا یار بودند می گفتند کہ تا اورا دیدہ ایم چنین دیدہ ایم۔

شوکت اکثر مضامین اِدّعائی می بندد۔ و معانی و قوعی کم دارد چنانکہ بر ناقدان عیارِ سخن مبرہن است۔

گلگشتِ دیوانش[1] اتفاق اُفتاد و این چند بیت در سلک تحریر در آمد

دراز بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد　　کہ از وحشت بشامِ دیدۂ آہو حنا بندد

در شامِ غمِ خویش مرا صبحِ اُمید است　　گر نقشِ نگین تیرہ بود نام سفید است

از برای سرخروی سعی بیش از پیش کن　　چون گُلِ رعنا خزان را زیر دستِ خویش کن

نفس از بدن رہے سوی آن آشنا نہ یافت　　بو کرد خاک را سگِ ره بے بخانہ یافت

خونِ من صد بار می ریزی و می بندی حنا　　نیست دلگیری دمے از کشتن و بستن ترا

نباشد آسمان را آفتے از لامکان سیران　　خطر از زنگ می بیرون ز دنہا نیست مینا را

[1] دیوان شوکت بخاری قلمی نایاب در کُتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است۔

یکمشت استخوان شدم ازبس گرفته است — چون کعبتین داغ تو از شش جهت مرا
وقت آن شد که سبکروحیم از دست برد — چون حنای سرِ ناخن شده ام پا به رکاب
دیدو وادید بود مایۂ سرگردانی — گردشِ عیدِ مرا سنگ فلاخن کرد است
ماتم وشور جهان دست بهم داده اند — خندۂ مینائےمے گریۂ مستانہ است
هیچ مرگے نبود سخت تر از خود بینی — پیش صاحب نظران آینہ خشتِ لحد است
می توان دادن ازان کنج دهن کام مرا — آرزویم گرچہ بسیار است از کم بیش نیست
غنیمت است جوانی که موسفید شدن — بقدر فرصتِ یک شیر گرم کردن نیست
عشق معشوق چو شد حسن کند تسخیرش — شیشۂ سرو پری زاد ز قمری دارد
هستیِ جاوید باشد ماتمِ خود داشتن — خضر پیراهن بمرگِ خویش آبی می کند
خودآرا شوخ زاهد مشربی افگنده از پایم — که دستش سبحه از تخم گلِ رنگِ حنا دارد
بود کوچک دلے سرمایۂ عزت بزرگان را — اگر دریا کند گرد آوری خود را گهر باشد
قیمتِ گوهرم افزون زنگه می گردد — گردشِ چشم خریدار کند غلطا نم
سخن را قطع کن تا قطع راهِ دل توانی کرد — که من از قرصِ مُهر خامشی زادِ سفر دارم
طمع در مذهبِ آزاد مردان کفر می باشد — چرا گیرم ز ناصح پند آخر همتے دارم
بمردن هم نیفتد از بلندی رتبۂ نامم — برنگِ مُردۂ فیروزه تابوت از نگین دارم

رباعی

در دهر کسی که ارجمندی دارد — عیبش مکن ارچه خود پسندی دارد
ازبس کُروی فتاده ایجاد زمین — هر کس بمقام خود بلندی دارد

(۶۶) قاسم - قاسم دیوانه مشهدی

درعنفوانِ سنِّ تمیز به اصفهان رفت و بتحصیل علم اشتغال ورزید و در عین

شباب رو بہ ہندوستان آورد- و مدتے درین دیار بسر برد و در دار الخلافت
شاہجہان آباد رخت بوادی خاموشان کشید
دیوانش بملاحظہ در آمد- و این چند بیت پیرایۂ تحریر پوشید ؎

می طپید دل در برم از شوخیِ سیّارۂ — چشم داغم می پرد می آید آتش پارۂ
لب خموش و شکوه در دل چارۂ ما کردنی است — ماند در منزل کلید و قفل در وا کردنی است
می شود ہر چند نیکو یار بدخو می شود — ناز چون برخویش بالد چینِ ابرو می شود
رقمے از خط مشکین تو تحریر نشد — دو جہان زیر و زبر شد زبر و زیر نشد
خامۂ بوقلمون در کفِ اندیشہ گداخت — رنگ آخر شد و نیرنگ تو تصویر نشد
قاتل دو کار در حقِ ما کرد روزِ قتل — دستم گرفت و خونِ مرا پایمال کرد
رسد لافِ تجرد قاصدِ صحرا نوردے را — کہ مانندِ نگاه از خانۂ خود فرد برخیزد
چون نسخۂ دقیق بہ نزدیک کم خرد — از دیدن تو آینہ را خواب می برد
فسرده دل ہمہ شب داغہای من شمرد — چو مفلسے کہ زرِ دیگران حساب کند
باین طراوت اگر بگذری بکوچۂ نقاش — برائی ماہی تصویر فکر دام نماند
کار مژگانِ تو از گوشۂ ابرو آید — بر کمانِ تو چرا منتِ ترکش باشد
بے مشقّت نبود قطعِ تعلق قاسم — رشتہ ہر چند ضعیف است گسستن دارد
اگر از حق پرستانی- متاب از خلق روی دل — کہ شکل آدمی بت را خدای آدمی سازد
بسکہ بے روی تو دشوار نظر باز کنم — مژه موئے ست کہ از داغ جدا می گردد
طفل بے پرواست آمیزش نمی داند کہ چیست — می کند کم خانۂ آئینہ تمثالش ہنوز
خدا داند کہ سر از دیده یا از دل برون آرد — ز مژگان شوخ تر خاری کہ من در پای خود دارم
درین چمن ثمرِ نخلہاے بیوندم — فتاده است بہ شاخِ دگر رسیدنِ من
باش ہموار کہ آسیب درشتی نہ کشی — صافیِ آینہ بیکار کند سوہان را

رُتبۂ حرفِ سخنور ز سخن سنج بپرس　　خبر از قیمتِ گوہر نبود دریا را
رازِ دل نتوان بزور از مرد بینا وا کشید　　آب کے بیرون تراود از فشار آئینہ را

(۶۷) طغرا۔ مُلّا طغرای مشہدی

طغرای منشور استعداد است و فروغ پیشانی قابلیت خداداد۔ طرح نثر بطور نو انداختہ و لآلی عبارات را بجلای تازہ نظر فریب جوہریان ساختہ از ولایت خود بسواد اعظم ہند خرامید۔ و یکچند در ظل عنایت شاہزادہ مراد بخش بن شاہ جہان پادشاہ بمراد دل کامیاب گردید۔

و در رکاب شاہزادہ بسیر ممالک دکن پرداخت۔ آخر در کشمیر جنّت نظیر گوشۂ انزوا گرفت و ہمانجا بمقر اصلی شتافت۔ و در نزدیک قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید طغرای کلامش بہ این خوش نقشے صورت می بندد ؎

دلا چو شمع رگِ گردنے ملائم کن　　زبہر دادنِ سر پائے خویش قائم کن
کج نیا بدکام دل بے اتفاقِ راستان　　تا بقربانت شود با تیرے ساز د کمان
کلاہ فقر ز ترکِ گل و گیاہ مکن　　بغیر ترک ہوا صرف این کلاہ مکن
اگر چہ آینہ سر تا قدم شوی ہمہ چشم　　بسوی دوست نگر۔ سوی خود نگاہ مکن
گدای عشق گرت جانشینِ خویش کند　　نشستہ باش و تواضع بہ پادشاہ مکن
عروسان را بسوی حجلہ نتوان برد بے سازے　　بہ آوازِ دف و نے دخترِ رز را بمینا کن
باید چو برق خندہ زنان از جہان گزشت　　نتوان چو ابر بر سرِ دنیا گریستن
موی سیہ کا فتد ز سر ہرگز نمی گردد سفید　　از عیش غربت کی کند پیری تصرف در جوان
سایہ می اُفتاد از طغرا در ایام شباب　　پیر چون شد می خورد از سایہ طغرا بر زمین
مینا بپای ساغر چون سر نہد بہ سجدہ　　چیزے دگر نخواہد غیر از دعائے یاران

درسه فصلِ عمر باید سر بجیبِ غم کشید — تا توانی همچو گل یک فصل خندان زیستن

شاید به بیند آنچه بما کرد آسمان — از دودِ آه سرمهٔ چشمِ ستاره کن

(۶۸) مخلص (میرزا محمد کاشانی)

از عالی تلاشانِ خطهٔ کاشان است۔ قیاس صحیحش منتج مضامین تازه و کلام ملیحش مفید حلاوتِ بے اندازه۔

دیوان غزلش بنظر رسید۔ سیر تمامش از تنگی فرصت اتفاق نیفتاد چند بیت عجالۃ الوقت فرا گرفته شد ؎

کرد بیجا دلم از طرّهٔ جانانه جدا — دستِ مشاطه الٰهی شود از شانه جدا

نظر بنامهٔ این خاکسار نیست ترا — دماغ خواندنِ خطِّ غبار نیست ترا

چه لازم در مقامِ بحث با دشمن میان بستن — نمی باشد سلاحی بهتر از تیغ زبان بستن

چگونه خواجه باسمِ سخا عَلَم گردد — که چون سوال کنی حاتمِ اصم گردد

ما چون قلم سخن بزبانِ دگر کنیم — چون کارِ ما بحرف رسد گریه سر کنیم

این خوارئے که بر سرِ کویِ تو می کشیم — هرگز نشد که نقل بجای دِگر کنیم

قدت بیجا نشد مشهور در عالم به رعنائی — تخلص بیشتر شهرت کند از نام موزون را

زعصیان لب گزیدن در جوانیها نمک دارد — ازین نعمت چه لذت می بری چون ریخت دندانها

چون گرفتی بیت شاعر در عطا سستی مکن — تا کسے مضطر نباشد کے فروشد خانه را

بدستِ غیر دادی ساعدِ چون نقرهٔ خامت — بقربانِ سرت گردم مکن این خام دستیها

هست تا محشر بپای بیگناہے یک قدم — امن بودن می کند نزدیک راهِ دور را

حدِّ هر نااہلے بدستور یست در قانونِ عقل — چوب از مضراب می باید خرِ طنبور را

نمود نام نکویِ تو عالمے تسخیر — اگرچه غیر نگین نیست یک سوار ترا

می شود دور ز نقاش چو شد نقش تمام — هر قدر کار تو صورت نپذیرد خوب است

بیگانه وار می گذری از سواد چشم — ای نور دیده حبّ وطن در دلِ تو نیست

هر که نامش بر زبان آرد برد از جا مرا — حالتم با دانۂ تسبیح در ذکرش یکی است

(۶۹) موسوی[1] - موسوی خان میرزا معزّ الدین محمد

از اجلۂ سادات قم - و چراغ دودمان امام ہفتم است - و صبیہ زادہ میر محمد زمان مشہدی کہ سر آمد علماے مشہد مقدس بود

موسوی خان از عنفوانِ شعور دامنِ سعی اکتساب علوم برزد - و اوائل کتب در وطن خود تحصیل کرد - و در ریعانِ شباب با پدر خود میرزا فخرا برہم زدہ - بدار السلطنت صفاہان شتافت و دہ سال در حلقۂ درس آقا حسین خوانساری تلمذ نمود - و جادۂ عقلیات و نقلیات نور دیدہ خود را باقصی حدود کمال رسانید -

و در سنہ اثنتین و ثمانین والف (۱۰۸۲) تشریف بہ ہندوستان آورد و خلد مکان بواسطۂ جوہر ذاتی و نسبتی موردِ الطاف ساخت - و بتزویج صبیۂ شاہ نواز خان صفوی و سِلف ساختن با خود فرقِ عزّتش برا فراخت - اول بدیوانی صوبۂ عظیم آباد - پٹنہ مامور گردید - اما صحبتش با بزرگ امید خان ناظم پٹنہ پسر امیر الامرا شایستہ خان برنیامد - چہ بزرگ امید خان از جلالت خاندان خود دماغ بر فلک داشت - و میر از رشتۂ سِلفیتِ پادشاہ و علاوہ فضل و کمال سر بہ تبعیت ناظم فرو دنمی آورد - آخر ناچاقی صحبتِ ایشان بسمع پادشاہ رسید - میر حضور طلب شد -

[1] مآثر الامرا جلد ۳ صفحہ ۶۲۳ - مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ء -

و در سنہ تسع وتسعین والف (۱۰۹۹) بخطاب موسیٰ خان و دیوان تن سرافرازی یافت - و بعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک دکن کامیابی اندوخت سال تولد میر سنہ خمسین والف (۱۰۵۰) است و سال انتقال کہ در ولایت دکن اتفاق اُفتاد - سنہ احدی و مأتہ والف (۱۱۰۱)

اول فطرت تخلص می کرد - آخر موسوی قرار داد - و خطاب خانی ہمبرین تخلص گرفت -

دیوانش متداول است - این چند رشحہ ازان سحاب می چکد ؎

جز یاد تو فکرِ دلِ ناشاد ندارد — این شیشۂ مَی غیر پری زاد ندارد

نباشد آشنائی در جہان غیر از مَیِ نابم — اگر در خانۂ خود نیستم در عالمِ آبم

نو توبہ ایم کہنہ شرابی بجام کن — ساقی عیار ناقصِ ما را تمام کن

بدل افگند آتش باز زلفِ عنبرین موئے — چراغے نذر این بتخانہ آورد است ہندوئے

چہ خوش باشد کہ بکشایم بر ویش چشم گریانی — کشم در رشتۂ نظارۂ مروارید غلطانی

نظر بر گریۂ مستانہ ام گر دوش مے کردی — شرابِ جلوۂ در ساغرِ آغوش مے کردی

تیرہ روزم پستیِ اقبال معمارِ من است — چون نگین روی زمین سرکوب دیوارِ من است

شراب با گلِ مہتاب نشئہ بیش دہد — لبش ز خندۂ دندان نما ربود مرا

با ہیچ مسلمان نظرِ رحم ندارد — شمشیر نگاہِ تو مگر کار فرنگ است

اینکہ از بے سخنی کُشت مرا چیزی نیست — زندہ ام کرد بیک حرف قیامت این است

در قتلِ ما نکرد کمی انتظارِ تو — کوتاہیئے کہ بود ز عمرِ دراز بود

نمی باشد نگینِ قیمتی را نقش در طالع — ہنر ہر کس کہ دارد در جہان گمنام میگردد

ندارد با بزرگان چہرہ گشتن صرفۂ فطرت — کہ کہسار از جوابِ ہیچ کس ملزم نمی گردد

مژدۂ زخم نوی گر بہ شہیدان ندہند — بچہ اُمید سر از خواب عدم بر دارند

دران صحرا کہ بودم آگہ از ذوقِ گرفتاری	غزالان را سراغ خانۂ صیّاد می دادم
ہمّتِ ما صفحۂ تقویم را یکسر نوشت	گر سیہ روزیم وقتِ عالمی از ما خوش است
در فکر آن دہانم و در یاد آن کمر	چون من بروزگار دگر ہیچکارہ نیست

(۷۰) راسخ - میر محمد زمان سہرندی

سہرند شہریست مشہور در وسط راہ دہلی و لاہور - نام قدیمش سہرند است چون سلاطین غزنویہ از غزنی تا سہرند متصرف بودند - سرہند زبان زد خلائق شد و چون صاحبقران ثانی شاہجہان کابل را تا قراباغِ غزنی در تصرّف داشت - حکم شُد کہ سرہند را بنام قدیم کہ سہرند است - می نوشتہ باشند -

راسخ سید والانژاد بود و راسخ القدم جادۂ استعداد - معانی تازہ می یابد و خوبانِ خیال را در لباس رنگین جلوہ می دہد[۱] -

از عمدۂ ملازمان و مصاحبان شاہزادۂ محمد اعظم بن خلد مکان بود و بمنصب ہفتصدی سرافرازی داشت -

وفاتش در سہرند سنہ سبع و مآتہ والف (۱۱۰۷) واقع شد "راسخ برد" ۱۱۰۷ھ تاریخ است -

طوطیِ ناطقہ آہنگ کلامش سر می کند ؎

گر نبودے تاجِ بسم اللہ باءِ بوتراب	کجکلاہی ہانکردے بر سرِ اُمّ الکتاب
باد از شامِ غمِ بزمِ خموشان کردیم	مُشتے از سُرمہ گرفتیم و پریشان کردیم
جامۂ صبر بہ بالائے جنونِ تنگ آمد	آنچہ از دست بر آمد بہ گریبان کردیم

[۱] یک مثنوی راسخ سہرندی بہ حیدر آباد دکن در مطبع اختر دکن بقالب طبع در آمدہ است -

(۷۱) علی (شیخ ناصر علی سهرندی)

شیر نیستانِ سخنوری است و مرد میدانِ معنی گستری۔ ذوالفقار کلکش بہ تسخیر قلمرو بیان پرداختہ۔ و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساختہ۔ سرخوش گوید ؎

در ملکِ سخن بود جہانگیر علی　　در مشربِ دل ولی علی - پیر علی
با شعرِ علی نمی رسد شعر کسے　　زانسان کہ بخطِ کس بخطِ میر علی

گلِ وارستگی بر سر داشت و جام استغنا در دست۔ چاشنی گیر مشرب بلند بود۔ و متمسک سلسلۂ علیۂ نقشبند۔ استفادہ از جناب شیخ محمد معصوم خلف الصدق مجدد قدس اللہ اسرارہا نمودہ۔ و در مثنوی زبان بہ مدح حضرت شیخ کشودہ کہ ؎

چراغِ ہفت کشور خواجہ معصوم　　منور از فروغش ہند تا رُوم
رِدا از ماہتابِ شرع بر دوش　　چو صبح از پاکیِ باطن قصب پوش

مولد ناصر علی و موطن و منشا سہرند است۔ ابتداء حال با میرزا فقیر اللہ مخاطب بہ سیف خان بدخشی چون جوہر شمشیر ملازم بود۔ چون سیف خان را حکومت الہ آباد از پیشگاہ خلافت مفوض گشت۔ در رفاقت او بگلگشت الہ آباد خرامید۔ و چندے بسیر مجمع البحرین دماغ را تازہ کرد۔

سیف خان پسر تربیت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاہجہان و داماد اسلام خان خوستی۔ سفیدونی متخلص بہ والا است۔ در عہد خلد مکان سنہ تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹) بہ صوبہ داری کشمیر ریاض آمالش نضارت یافت۔ بعد چندے بعلتے گوشۂ انزوا گرفت و در سنہ ست و ثمانین و الف (۱۰۸۶) بعنایت بحالی منصب و خطاب و خلعت خاصہ و شمشیر از تنگنای عزلت بر آمد۔ و پس ازان بنظم صوبہ الہ آباد ویرانی خاطرش آبادی پذیرفت۔ و

بیست و پنجم رمضان سنہ خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) پیمانۂ حیاتش لبریز گردید۔
سیف آباد یک منزل از سہرند آباد کردۂ سیف خان است کہ خلد مکان
او را بطریق آل طمغا عنایت نمود۔ سیف خان جوہر قابل و قابل دوست بود۔
"راگ درپن[1]" در فن موسیقی و رقص ہندی بعبارت پارسی تالیف اوست۔
بعد از گذشتن سیف خان۔ ناصر علی در سنہ ہزار و صدم (۱۱۰۰) از سہرند
بہ بیجاپور رفت۔ و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان
موافقت دست بہم داد۔ بلے علی بود ذوالفقارے بدست آورد و در مدح او
غزلے پرداخت کہ مطلعش این است ؎

ای شان حیدری ز جبین تو آشکار ‌‌‌‌‌‌ ‌ نام تو در نبرد کند کار ذوالفقار

ذوالفقار خان یک زنجیر فیل و مبلغے خطیر صلہ داد[2]۔ ناصر علی ہمان ساعت ہمہ
را بر مردم پاشید۔ و تہی دست بمنزل خود برگشت۔
و چون ذوالفقار خان در سنہ ثلث و مآتہ و الف (۱۱۰۳) بہ تسخیر ملک
کرناتک اقصای ملک دکن متوجہ گردید۔ با او بہ کرناتک رفت و ایامے
معدود در ان نواحی بسر برد۔ و با شاہ حمید اعتقاد تمام بہم رسانید در مدح
او می پردازد ؎

اینک اینک ساقی شیرین رسید ‌ ‌ نوبت جام حمید الدین رسید
حلقۂ درگاہ بیچون جام او ‌ ‌ از زمین تا آسمان در دام او
جام او خورشید ربانی بود ‌ ‌ انجمن افروز سبحانی بود
گر جمال او براندازد نقاب ‌ ‌ روزن ہر خانہ گردد آفتاب

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۴۸۴۔
[2] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء۔

ورجلالش برکشد تیغ از نیام　　غیر او باقی نماند والسلام

واین شاہ حمید مجذوبے بود در چنجی - بعد فوت او علی دوست خان از رؤساء نوایت ارکات برمرقدِ او قبۂ عالیشان بنا کرد۔ شاہ حمید مجذوب

واز ممدوحانِ ناصر علی شاہ عادل پسر خواجہ شاہ مخاطب بہ شریف خان است - شریف خان از سرافراز کردہای خلد مکان بود و چندے بمنصب صدارت کل امتیاز داشت - گویند شاہ عادل ترک دُنیا کردہ بود - و دامن دولت فقر بدست آوردہ - ناصر علی در مدح او قصیدۂ دارد کہ مطلعش این است ؎

منم آن طفل نظر کردۂ استاد قدیم　　کہ بود نقطۂ سہو القلم فکرِ حکیم

وبا غضنفر خان ربط کلی داشت - واین غضنفر خان از رفقا ذوالفقار خان بود و بحکومت کنجی می پرداخت - کنجی شہر یست مشہور بر مسافت دوازدہ کردہ از ارکات ویکے از معابدِ سبعۂ ہنود است - در مدح غضنفر خان گوید ؎

ہمچو پیلِ بے جگر بگریزد از میدانِ ما　　بشنود گر کوہ آوازِ غضنفر خانِ ما

آخر الامر از دکن بہ ہندوستان عطف عنان نمود - و در شاہجہان آباد بے نیازمندانہ می گزرانید - وہمین جا بیستم رمضان سنہ ثمان و مأتہ و الف (۱۱۰۸) بجنۃ الماوی خرامید - عمرش قریب شصت سال و قبرش در حوالی مرقدِ سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہ۔

سید جعفر روحی رنبیر پوری نقل می کرد کہ روزے با جمعے از یاران بزیارت خاک شیخ ناصر علی رفتیم وباہم صحبت داشتیم - یارے رو بقبر شیخ ناصر علی آوردہ گفت - بارے آن قولِ شما چہ شد کہ ؎

خاک گردیدیم و می رقصد ہنوز افغانِ ما　　خُم شکست امانمی ریزد میِ جوشانِ ما

گفتم بر زبانِ شما این افغانِ ناصر علی است کہ برقص درآمدہ - یاران تحسین کردند۔

صریر کلکش در گنبدِ خضرا پیچیده - این چند بیت بنا بر قانون کتاب بحر بر رسیده

یک شهر چشم خوش نگهان فرشِ راهِ اوست / آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاهِ اوست

بس بود یک جنبشِ ابروے تیغ قاتلم / می توان از سایهٔ شمشیر کردن بسملم

گوارا نیست عشقت طبع ناپرهیزگاران را / چه لذت از نشاطِ عید باشد روزه خواران را

دوش یک لحظه بخواب آئینهٔ یار شدم / طپشِ دل چه ستم کرد که بیدار شدم

خویِ نازک بدلِ من چه ستمها که نه کرد / شیشه بر شیشه زدن کار چه خارا که نکرد

قد آرا خلعتے در عالمِ امکان نمی باشد / دلِ تنگی نیاز آورده ام این جامهٔ بیابان را

خودنمائی ست گذشتن ز لباسی که تراست / در تهِ پیرهن از خویش چو تصویر بر آ

درین دریا نکردم لب بحرفی آشنا هرگز / چو ماهی شد زبانم آب از شرمِ شکایتها

ما و تو ای پریوش در کیش هم تمامیم / گر از تو بهتری نیست از ما بتر نباشد

آشیان گم کردهٔ چون من گرفتارش مباد / سخت بے رحم است می ترسم که آزادم کند

انتقامِ داد خواهانِ قیامت شد تمام / می فشاند چشم قاتل سرمه بر سوزم هنوز

ز معنیهای بیغش سیر نتوان ساختن دل را / بود گر صد پری در شیشه باشد همچنان خالی

چشم بر بند اگر مے طلبی رزق حلال / مرغ بسمل خورشِ باز نظر دوخته است

بود دنیا و دین پشت و رخ آئینهٔ هستی / بزرگ آید وجودِ خویشتن در چشم شاهان را

نشاطِ این جهان هر چند کمتر سیر حاصل تر / بطفلان عید روزِ جمعه آهے بود و افسوسے

خشم اهلِ کرم از لطفِ بخیلان بهتر / تشنه را آتشِ یاقوت به از آب بقاست

کلاه سلطنتِ خسروان شکست نداشت / نمی زدند اگر پشتِ پا فقیرانش

سرمه آه از درای کاروانِ وحشت است / ناقهٔ ما بسته از چشمِ غزالان زنگها

(۷۲) وحید میرزا محمد طاهر قزوینی

یگانهٔ عصر بود - و در فنون علوم و نظم و نثر گرو از همعصران می برد۔

الحق در ایجاد مضامین تازہ و ابداع مُدّعا مثل بے نظیر اُفتادہ و آن قدر دوشیزگانِ معانی کہ از صلب طبیعتش زادہ۔ دیگر حرف آفرینان را کم دست بہم دادہ۔ میر صیدی طہرانی گوید ؎

صیدی امروز نور چشمِ کمال　　میرزا طاہر وحیدِ من است

و نیز می گوید ؎

صیدی امروز سخن سنج وحید است وحید　　فرصتش باد کہ سرخیلِ ہُنر کو شان است

ابتداء حال بتحریر دفترے از دفاتر توجیہ نویسی **شاہ عباس ثانی** صفوی کہ در سنہ اثنین و خمسین و الف (۱۰۵۲) بر تخت فرمانروائی بر آمد۔ مامور بود۔ و بنا بر فرط سلیقہ **اعتماد الدّولہ** سارو تقی کہ وزیر اعظم شاہ بود بہ پیشدستی خود نواخت۔ و چون **اعتماد الدّولہ** بقتل رسید و منصب وزارت بر سیّد **علاو الدّین** مشہور بہ خلیفہ سلطان قرار یافت۔ میرزا طاہر را عہدۂ پیشدستی بحال ماند۔ و رفتہ رفتہ بہ مجلس نویسی شاہ کہ عبارت از وقائع نگاری کل باشد سر بلند گردید۔

و در عہد **شاہ سلیمان** کہ در سنہ سبع و سبعین و الف (۱۰۷۷) بر مسند دارائی نشست نیز چندگاہ دران کار مستقل بود و بکمال تقرب اختصاص داشت آخرالامر بوالا پایۂ وزارت متصاعد گشت۔

و در آغاز عہد **سلطان حسین میرزا** کہ در سنہ خمس و مأتہ و الف (۱۱۰۵) جلوس نمود مورد عتاب گردید۔ تا آنکہ از کدورتِ ہستی وا رست و رخت سفر ازین عبرتکدہ بعالم دیگر بربست۔

دو مثنوی دارد۔ یکے مقابل **مخزن اسرار**، مطلعش این است ؎

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم　　ہست نہالے ز ریاضِ قدیم

و دیگرے **ناز و نیاز**، مطلعش این است ؎

خدایا سینهٔ بے سوز دارم دلے ہمچون چراغِ روز دارم

ودرین مثنوی گوید در مدح شاه عباس ثانی

چنان آباد شد از وے زمانه که چون شانِ عسل پر شد ز خانه

دیوان غزل قریب سی ہزار بیت از و بنظر در آمد- تا کجا کسے بنظر تامّل ملاحظه کند- بمطالعهٔ سرسری چند بیت برچیده شد ؎

نورِ معشوق ازل در دلم از یار اُفتاد عکس خورشید ز آئینهٔ بدیوار اُفتاد

مراز صحبتِ جاہل چه باک مے باشد که در دہانِ نجس حرفِ پاک مے باشد

چو می بینم بدی از خصم خود در مہر می کوشم ز آبِ سردِ دائم چون سفالِ گرم می جوشم

می کشد ہر کس بدامن پا بجائے می رسد جمع سازد مرغ در پرواز پای خویش را

نا قصان را جور می باشد گوارا تر ز لطف آتشِ سوزان به از آب است خشتِ خام را

دزد وقتِ ساعت آخر خود بخود رُسوا شود یافتم از ناله در زلفش دلِ دزدیده را

سیم و زر دُنیا پرستان را منافق می کند پشت و رو باشد یکے آئینهٔ بے سیم را

دل اگر میگویم از طفلی نمی دانی که چیست آنچه روزِ اول از ما بردهٔ آن را بده

چارهٔ نبود شکستِ توبه را جز انفعال از گداز خویش باشد مومیائی شیشه را

آگه کسے از ناخوشیِ زادهٔ خود نیست از تلخی گفتار خبر نیست زبان را

بر میوهٔ رسیده زدن سنگ ابلہی است زنہار از سوال مرنجان کریم را

دائم برہنه ہمچو قلم راه مے رود باشد اگر چه کفشِ طلا تیره بخت را

چون کاغذِ مشقی ز جمالِ تو نگاہم ہر چند که شوید عرقِ شرم تو خوانا ست

دراثر بیش است سالک گر بظاہر در قفاست نقش پای اسپ ہموار است پیش از جاے دست

مرا به ریختنِ خونِ خود مضایقه نیست کسے اگر بتو گوید چرا چه خواہی گفت

چون نمیرم یار می گویند عاشق می کشد من نه تنہا عاشقم بر دوست خود ہم عاشق است

بود خاصیتِ آبِ بقا خوے ملایم را — کہ از دندان زبان را زندگانی بیشتر باشد

بشاہان می رسد از زیردستان فیضِ پنہانی — بنای خانہ را از خشتِ زیرین محکمی باشد

اگر خواہی زعمرِ خود حلاوت تن بسختی دہ — ثمر را وقتِ شیرینی چو آید استخوان گیرد

چو دولت یافتی خوی بدت فرمان روا گردد — کہ در وقتِ سواری دستِ چپ صاحبِ عنان باشد

بزر پاشی بود مشہور خورشیدِ جہان امّا — زرِ پاشیدہ را پیوستہ در دامانِ خود دارد

تواند نفس ظالم از گداز خویش عادل شد — کہ چون شمشیر سوزن گشت کارش دوختن باشد

عیب خود نسبت بعاجز می دہد فرمان روا — بار چون افتد مکاری چوب بر استر زند

گر کند اقبال ما را کامیابِ انتقام — از تغافل ہمتم خون در دلِ فرصت کند

در وصل دلم وا نشود بسکہ ضعیفم — از رشتۂ باریک گرہ دیر کشاید

توان کردن بنرمی کارہاے سخت گیران را — کہ از قفل آنچہ می آید ز مُہرِ موم می آید

بدرویشان چو آمیزی پسندِ حق توانی شد — کہ چون با ریسمان آویخت ابریشم نمازی شد

با اعتبار جنگ ندارد تلاشِ فقر — زربفت باش و پارۂ دلقِ فقیر باش

غلط مکن چو سرت گشت گرمِ فکرِ بلند — کہ باز گشت نباشد فتادہ را از بام

نیایم در شمار امّا بسانِ رشتۂ گوہر — در شتان را بنرمی آشنای یکدگر سازم

شاعران جان از برایِ شعر فہمان می کنند — دخترِ ہر کس وجیہ افتاد مفت شوہر است

درین شعر طرفہ مضمونے واقع شدہ۔ امثال این مضمون ہر چند بلند و نازک باشد بستن و در زبان حرف گیران افتادن چرا۔

مثل عمق بخاری کہ خود را بکہ تشبیہ می دہد و می گوید ؎

بخونِ من شدہ مژگانِ او حریص چنان — کہ شیعیانِ حسینِ علی بخونِ یزید

و شیخ سعدی شیرازی کہ خود را در چہ محل فرود می آرد ؎

بزیر بارِ تو سعدی چو خر بگِل در ماند — دلت نسوخت کہ بیچارہ زیرِ بار من است

وعرفی شیرازی که دہانِ خود را بچہ می آلاید؎

شاہدِ عصمت۔ تلاشِ صحبتِ من کے کند　　خونِ حیضِ دخترِ رز جوشد از لبہاے من

وملا ملک قمی که خود را بچہ حوالہ می کند؎

تا چند بو الفضول زند لاف دوستی　　دادِ ادب دہید و ملک را کتک[1] زنید

ونعمت خان عالی که از چہ مقام حرف می زند؎

بیاکہ شیشۂ می در سجود جام شدہ است　　ببین کہ خانۂ ما مسجد الحرام شدہ است

(۷۳) عالی میرزا محمد شیرازی

حاوی فنونِ وافر بود و جامعِ علوم متکاثر۔ اسلاف او در شیراز بشیوۂ طبابت مشہور بودہ اند۔

پدرش حکیم فتح الدین عم حکیم محسن خان است کہ در ہندوستان با شاہ عالم در وقت شاہزادگی مصاحبتے بہم رسانید۔ وپسرش حکیم حاذق خان در سال آخر عالمگیری بخطاب حکیم الملک امتیاز یافت و در عہد محمد شاہ بہ منصب پنجہزاری و خطاب حکیم الملوک وکمال تقرب محسود اقران گشت حکیم فتح الدین نیز بہ ہند آمدہ

گویند میرزا محمد در ہند متولد شد۔ و در صغر سن ہمراہ پدر بشیراز رفت وکسب کمال نمودہ برگشت۔ و در خدمت ملا شفیعای یزدی مخاطب بہ دانشمند خان نیز تلمذ نمود۔

و در سلک نوکران خلد مکان امتیاز یافت وچون شہر حیدرآباد فتح شد۔ تاریخ فتح از نظر شاہی گزرانید۔ و بمرحمتِ خلعت سرافراز گردید۔ تاریخ این است؎

---

[1] چوبدست قلندران (فرہنگ رشیدی صفحہ ۱۲۹)۔

از نصرتِ پادشاہِ غازی — گردید دلِ جہانیان شاد
آمد بقلم حسابِ تاریخ — شد فتح بجنگ حیدرآباد
۱۰۹۷ھ

و در سنہ اربع و مآتہ و الف (۱۱۰۴) بخطاب نعمت خان و داروغگی باورچیخانہ نعمت فراوان اندوخت و "شکر نعمتِ واجب واجب" تاریخ یافت

و در اواخر عہد خلد مکان بخطاب مقرب خان و داروغگی جواہر خانہ نگینِ دولت بدست آورد

و چون محمد اعظم شاہ بعد از انتقال خلد مکان بہ ارادۂ مقابلت شاہ عالم از دکن نہضت ہند نمود۔ میرزا محمد عالی ملازم رکاب بود۔ و چون محمد اعظم شاہ در وقت قُربِ فِئَتَین بنگاہ را در گوالیار گزاشت۔ میرزا محمد برائے محافظت جواہر خانہ در گوالیار ماند

و بعد کُشتہ شدن محمد اعظم شاہ و ظفر یافتن شاہ عالم۔ میرزا محمد نعمتِ ملازمت شاہ عالم دریافت و بخطاب دانشمند خان سرمایۂ مباہات اندوخت و بتحریر شاہ نامہ مامور گردید۔ لیکن اجل فرصت نداد کہ آن نسخہ را باتمام رساند و قلم قضا پیشدستی نمودہ در سنہ احدی و عشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۱) نسخۂ حیاتش باتمام رسانید[۱]۔

میرزا محمد در نظم و نثر قدرت عالی دارد خصوص در وادی نثر طلسم حیرت مے بندد

دیوان[۲] محتوی بر قصائد و غزلیات و مثنوی مسمے بہ "سخن عالی" و منشآت او بنظر در آمدہ

---

[۱] در دائرہ میر مومن واقع حیدرآباد دکن مدفون شد۔ (گلزار آصفیہ صفحہ ۶۱۲ مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۱۶ھ)
[۲] کلیات نعمت خان عالی بسیار نایاب خوشخط بکتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن موجود است۔

در دیباچه دیوان خود می نگارد که :-

"در بدایت حال به مناسبت شغل طبابت که سمت موروثی بود حکیم تخلص می"
"نمودم- آخر تصحیف بحکم اختیار تخلص حکیم را مانع شد و بفرمودهٔ اُستادے"
"نواب دانشمند خان عالی تخلص کردم"

این چند بیت از دیوانش ملتقط گردیده

نخواهد کرد ترکِ بُت پرستیها دلِ زارم ۔۔۔ که چون سنگِ سلیمانی ست مادرزادزُنارم
موج آبی چو رسد دانه ثمر ساز شود ۔۔۔ ناخن اینجا شکند تا گرہے باز شود
می کند باز این دلِ شوریده آزارِ خودش ۔۔۔ من چرا منعش کنم او داند و کارِ خودش
نگذارد بحرف گریه مرا ۔۔۔ کاغذِ آب دیده را مانم
رشتهٔ حیاتم را ہمچو رشتهٔ تسبیح ۔۔۔ صد گره بکار اُفتاد تا بیار پیوستم
نقش پائی او بهر گامے کند جان در تنم ۔۔۔ خاک راهِ دوست گشتن آبِ حیوانِ من است
یار را در بر گرفتن کے فراموشم شود ۔۔۔ کے رود از یاد کس چیزیکه از بر می کنند
گفتی اگر قرار بگیری رسی بکام ۔۔۔ باری ازین قرار به بینم چه می شود
دین و دلے که داشتم از دست من کشید ۔۔۔ در من نماند جز نفس آن هم کشیدنی ست
دریادلی کن و زکدو پوچتر مباش ۔۔۔ خواهد همیشه مرتبهٔ آشنا بلند
سبزِ باغی که بود بیتو کم از ماتم نیست ۔۔۔ می کند سایهٔ ہر نخل سیه پوش مرا
کشتِ امیدِ مرا نشو و نما معکوس شد ۔۔۔ رو بپائین می کشد قدهمچو باران دانه ام
به بزمِ وصل او کاش اینقدر ہم می شدم محرم ۔۔۔ که چون آئینه حرفی از پس دیوار می گفتم
کوکب سوخته میگردد گر اندک مددے ۔۔۔ همچو آتش به دلِ سنگ تو جامی گردم
بجایِ نامه شمعِ روشنی دادیم قاصد را ۔۔۔ که طوماریست شرح سوز و پیغامِ زبانی هم
از عصای خویش طفلی را جنیبت می کشم ۔۔۔ از رکابش دور وقتِ نیسواری نیستم

لان راهمه سرگشتگی از دستِ خوداست — حاجتِ گردشِ پرکار نشد مانی را

د ناتوان ولے هنرآموز مردم اند — پیران قد خمیده کمانِ کباده اند

رفِ بجاز کس نشنیدم ز اہل ہند — غیر از کسے کہ گفت بمطرب بجا بجا

(۴۷) خالص۔ سید حسین

مخاطب بہ امتیاز خان صفاہانی خلف میرزا بافر وزیر قورچی۔ حاجی الحرمین الشریفین بود۔

بعد ورود ہندوستان در دکن۔ خلد مکان را ملازمت کرد و در سلک ملازمان سلطانی منتظم گردید۔ و بدیوانی صوبۂ عظیم آباد پٹنہ وخطاب امتیاز خان امتیاز یافت۔ وثروت عظیمے بہم رسانید۔

و در عہد شاہ عالم عازم دیار ایران شد۔ و در بلدہ بھکر رسیدہ با علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی برخورد وصحبتہا داشت

امتیاز خان اموال لکوک از نقود وجواہر واقمشہ باخود می برد۔ خدایار خان[1] مرزبان سندھ چشم طمع بر اموال او دوخت۔ علامۂ مرحوم برین معنی اطلاع یافتہ ہرچند مبالغہ کرد کہ پیشتر نباید رفت۔ واز ہمین جا عطف عنان باید نمود۔ گوش نکرد وسر بکف بجولانگاہ قاتل روان شد۔ چون بسیوستان رسید میر محمد اشرف خویش علامۂ مرحوم نائب خدمات سیوستان استقبال کرد و در حویلی خود فرود آورد۔ خدایار خان میر محمد اشرف را بتقریبے در خداباد طلبید۔ وکسان خود را فرستاد تا شبے کار امتیاز خان تمام کردند۔ واین حادثہ در سنہ اثنین وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۲) واقع شد۔ علامۂ مرحوم "آہ آہ امتیاز خان" ۱۱۲۲ھ

[1] مآثر الامرا جلد ۱ صفحہ ۸۲۵ تذکرۂ خدایار خان۔

تاریخ یافته اند۔

دیوانش مطالعہ اُفتاد۔ صاف گوست۔ تلاشہا ہم دارد این چند بیت بزبان قلم ودیعت می شود ؎

ماوطن دائم بخاکِ کربلا می خواستیم ‌ ‌ رشتۂ تسبیح ز دگوئے کہ ما مے خواستیم
بسائل آنچہ برآید ترا ز دست بدہ ‌ ‌ نگاہدار زبان را و ہر چہ ہست بدہ
رسید فصل بہار و زمانہ گلچین است ‌ ‌ سپند آتشِ می شو چہ وقت تمکین است
تیرہ روزی مانعِ عرضِ کمالاتِ دل است ‌ ‌ روز چون شب می شود آئینہ فرد باطل است
نیست تقصیرِ کسے گر ما بہ بند اُفتادہ ایم ‌ ‌ از جنونِ دوریِ خود در کمند اُفتادہ ایم
حق القدم گرفت گہرہائے نیمرو ‌ ‌ پایِ کسے کہ آبلہ زد در سراغِ ما
تو تا از دیدہ رفتی ما نمی بینیم خود را ہم ‌ ‌ جُدائی از تو چون آئینہ تنہا می کند ما را
تا نخوانند مشو سبز بہر انجمنے ‌ ‌ کہ نباشد بہ چمن قدر گلِ خود رو را
بگویش قاصدی معرفت بیدردان زنادانی ‌ ‌ ہمہ مکتوب می دادند من دادم دلِ خود را
دلبرِ من سکہ دارد پشت چشمِ نازکے ‌ ‌ دیدہ گر برہم گذارد بازمے بیند مرا
ای کاش ہمچو رشتۂ تسبیح تار عمر ‌ ‌ در کربلا گسستہ شود گر گسستنی است
یا رخستی کہ لازم ارباب دولت است ‌ ‌ دُشنام می دہند بسائل غنیمت است
نیست بے لطفی جواب نامہ گر ننوشت دوست ‌ ‌ از زبانِ خامہ ما را یاد نتوانست کرد
دیوانہ براہے رود و طفل براہے ‌ ‌ یاران مگر این شہر شما سنگ ندارد
ہمّتِ ہر کس بقدرِ وسعتِ احوالِ اوست ‌ ‌ آب چندین چشمہ از یک چشمۂ پل می رود
لُطفِ حق را کرد بر ما ظلمتِ عصیان غضب ‌ ‌ آب دریا را شبِ تاریک آتش مے کند
نمی خواہم بغیر از من کسے از وی نشان یابد ‌ ‌ چو برگردد الٰہی قاصدِ من بے خبر باشد
ساقی بیا کہ فصل خزان زود مے رسد ‌ ‌ ای می تو ہم برس کہ سفر مے کند بہار

جُناغی راکہ با اغیار من دلخواہ می بندی — اگر منظور دل بُردن بود من ہم دلی دارم
کار نظارہ بعینک چو فتند چشم بپوش — سر بیرت کہ دگر شیشہ بخود بند مکن

(۷۵) باذل[۱] رفیع خان مشہدی

نسبتش بخواجہ شمس الدین صاحب دیوان می پوندد۔ وعمش میرزا محمد طاہر وزیر خان۔ در عہد صاحبقران ثانی شاہ جہان از مشہد مقدس۔ بہ ہند رسیدہ نوکری شاہزادہ اورنگ زیب عالمگیر برگزید۔ بعد جلوس عالمگیری بصوبہ داری برہان پورہ اکبر آباد و مالوا بنوبت سر بلند گردید۔ و در حکومت مالوا سنہ ثلث وثمانین والف (۱۰۸۳) حیات مستعار را وداع نمود۔

وعم دیگرش میرزا جعفر سرو قد در مشہد مقدس مدرسۂ عالی دارد۔ نور الدین محمد خان و فخر الدین محمد خان و کفایت خان پسران میرزا جعفر سرو قد بہ ہند آمدند و بخطابات و خدمات پادشاہی ممتاز بودند۔

اولین دیوان برہان پور شد و در اورنگ آباد سنہ ست وعشرین ومآتہ والف (۱۱۲۶) بساط ہستی در نوردید۔ از اشعار اوست ؎

شد صرفۂ ما تا تو شکستی دلِ ما را — ہر پارۂ این آینہ عکسے ز تو دارد

دومین خانساماں شاہزادہ محمد معز الدین بن شاہ عالم بود۔ آخر داروغۂ بیوتات کشمیر شد وہمانجا در سنہ تسع وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۹) درگزشت۔

میرزا محمود پدر رفیع خان باذل نیز بہ ہند آمد محمود پورہ واقع اورنگ آباد و محمود پورہ واقع برہان پور بنام اوست۔ وقبرش در محمود پورۂ برہان پور است۔

---

[۱] ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۹۴۰ مطبوعہ کلکتہ۔

مولدر رفیع خان باذل دار الخلافہ شاہجہان آباد۔ از معتصمان دامن دولت عالمگیری بود و بحکومت سرکار بانس بریلی سر فرازے داشت۔

وفاتش در سنہ ثلث وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۳) اتفاق اُفتاد۔

خیلے قوت بیانے دارد۔ وبہ اقتضاء تخلص خود فراوان جواہرِ زواہر بذل وایثار می نماید۔ حملۂ حیدری او قریب نود ہزار بیت مشہور عالم است۔

نقشے از کلامش درنگین صفحہ می نشیند ؎

نگردد طور جای نقش پا معراج احمد را	ید بیضا بزک داری کند نورِ محمد را
کمر در کارِ اُمّت تنگ بستن اینچنین باید	بہ ببین در نام او گنجیدنِ میمِ مشدّد را
امشب چو شمع ریخت زہر تار موے ما	ہر گریۂ کہ بود گرہ در گلوے ما
ما مستِ جامِ غبغب و مینائے گردنیم	بر دوشِ مے کشند نکویان سبوی ما

(۷۶) اثرِ شفیعائی شیرازی

سخن سازِ افسون طراز است۔ پدرش از مردم پر شگفت بودہ کہ موضعیت از اعمال شیراز۔

مؤلد ومنشأ شفیعا شیراز است۔ در خورد سالی چشمش از آبلہ بے نور گردید اما چراغ بصیرتش روشنی کامل داشت۔ اکثر در شیراز بسر می برد۔ و باصفہان ہم رفتہ۔ با مستعدانِ آنجا صحبت داشت۔

کسانیکہ اورا دیدہ اند می گویند کہ بسیار کریہ منظر بود اما ہر گاہ در نطق مے آمد مجلسیان را شیفتۂ حسن کلام می ساخت

فوتش بعد عشرین ومأتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد این چند بیت از دیوانش بعجلت تمام التقاط یافت ؎

رشتهٔ طولِ امل تار و جهان طنبور است | چه قدر بر سرِ این کاسهٔ خالی شور است
زآبِ گلستان آموختن شوقم جانفشانی را | بپائی نونهالان صرف کردم زندگانی را
خط کرد ظاہر آن دہنِ غنچه رنگ را | در کار بود حاشیه این متنِ تنگ را
زخلوت خانهٔ خود گوشهٔ درویش محزون را | چنان باشد که گیرد پادشاهی ربع مسکون را
بدعمل را دائم از نقصانِ مردم راحت است | سنگ کم وزدِ ترازو را نگینِ دولت است
چون آن شعرے که انداز ند کج طبعان به تقطیعش | ز موزونی جُدائی بود حاصل عضو عضوم را
دوستان را کسوتِ تجرید مے پوشد خدا | شاه می بخشد بخاصان خلعتِ پوشیده را
نسازد حق شناسان را مقید زیورِ دنیا | زانگشتِ شهادت دست کوتاه است خاتم را
آخر آخر بزلفِ پرفنِ او نقدِ جان دادم | امانتدار خود کردم زنادانی پریشان را

(۷۷) سرخوش - محمد افضل

از مردم سرکار عبداللہ خان زخمی شاهجهانی بود - می فروش مصطبهٔ معانی است و قدح گردانِ انجمن سخن دانی - عمرہا در کوچهٔ شاعری شتافت - وصحبت جمعے از صاحب طبعان عصر خود دریافت - چنانچه از "کلماتُ الشعرا"[۱] که تالیف او ست سمت وضوح می یابد -

شاگرد محمد علی ماہر و موسوی خان فطرت است و از یارانِ شیخ ناصر علی و در مدح او می گوید ؎

باشعر علی نمے رسد شعر کسے | زان سان که خطِ کس بخط میر علی

۱؎ نسخ متعدده از کلمات الشعراء در کتب خانه آصفیه حیدر آباد دکن موجود است و یکے از انها نسخهٔ کتب خانه سراج الدین علی خان آرزو ست که بسیار خوشخط است و اشاعت کننده این کتاب (محمد عبداللہ خان) عزم بالجزم دارد که این نسخهٔ گرانمایه را بطبع رسانیده اشاعت دهد ایزد کارساز توفیق رفیق گرداناد -

شخصے در مجلسے گفت کہ تعدیہ رسد بکلمۂ با مسموع نیست۔ فقیر شاہدے از کلام میرزا محمد قلی سلیم طہرانی گذارش نمود۔

بالطف ساعدت ید بیضا نمی رسد　　پیشِ لبت سخن بہ مسیحائے رسد

اواخر عمر در دار الخلافہ شاہ جہان آباد پا در گوشۂ قناعت شکست و بہ تزوج و تاہل پرداخت۔

ولادت او در سنہ خمسین و الف (۱۰۵۰) واقع شد۔ عمری دراز یافت و در عشرۂ ثالث بعد مائتہ و الف (۱۱۰۰) بخلوت کدۂ خموشان شتافت

جامِ کلامش بگردش می آید[1]

زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد　　سرت چون گرد داز مستی جہان گردِ سرت گردد

نظرے بر گلِ شبنم زدہ اُفتاد مرا　　آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا

کار چون با ناقص اُفتد دست بردار از کمال　　ہمزبانِ لال را ناچار باید گشت لال

تعزیرہم بقدر بزرگی مقرر است　　از اسپ تازیانۂ انسان کلان تراست

ز دست و پا زدنِ بسملِ تو دانستم　　کہ بعد کشتہ شدن ہم تلاشہا باقی است

در عدم ہم ز عشق شورے ہست　　گل گریبان دریدہ می آید

از خوشۂ انگور عیان شد کہ درین باغ　　شیرازۂ جمعیتِ دلہا رگِ تاک است

ہموار ز کس نہ بیند آزار　　نتوان کفِ دست خود گزیدن

(۷۸) طاہر۔ التفات خان نقد اصفاہانی

نام اصلی او میرزا محمد طاہر است از سلسلۂ میرزایان دفترِ سلاطین صفویہ بود۔ مشارٌ الیہ و برادرش میرزا محمد علی در عہد خلد مکان از صفاہان

[1] دیوان سرخوش در کلکتہ بقالب طبع در آمدہ۔

به دکن رسیدند۔ و با مخلص خان ربطی بہم رسانیده بتوجّہ او ملازمت پادشاه حاصل کردند۔ و بمنصبے کامیاب گشتند

نخستین بخطاب التفات خان و دومین بخطاب ملتفت خان مورد التفات گردید۔

التفات خان در عصر خلد مکان فوجدار بیر از مضافات اورنگ آباد بود۔ و در عہد شاه عالم فوجدار گودر از توابع گجرات احمد آباد شد و در زمان محمد فرخ سیر به فوجداری ماندو و مندسور از ملحقات صوبۂ مالوا می پرداخت۔

چون امیر الامرا سید حسین علی خان بدکن رسید۔ خود را بخدمت امیر الامرا رسانید۔ و مشمول الطاف گردید۔

آخر صحبت برہم برخورد تا گزیر متوجّہ دار الخلافه شاہجہان آباد گشت و در نواحی کھرکون رسیده در سنہ تسع و عشرین و مأته والف (۱۱۲۹) بر دست قطاع الطریق رشتۂ حیاتش انقطاع یافت۔

ذکی الطبع بود و نثر مستعدانہ می نوشت۔ و بمثابۂ قدرت داشت کہ سہ کاتب در حضور او با اسباب کتابت می نشستند۔ ہر سہ را عبارت خود می فرمود۔ و فقرۂ لاحق برائی ہر کدام بے تامّل می گفت و ربط کلام از دست نمی داد۔ و باوصف آن خود ہم دران حالت مشغول کتابت می بود۔

از التفات خان است ؎

مکن گویا بعرضِ مدعا یارب زبانم را | بہ بند از موی چینی تار قانونِ فغانم را
شہید بیکسم پوشیده ام بعد از فنای خود | برنگِ مردۂ فیروزه نیلی در عزاے خود
شُہرتِ حُسن نو شد از کشتۂ دیدار تو | از نسیم بالِ بلبل لب شگفد گلزار تو

(۷۹) غبار۔ میرزا ابوتراب

پسر التفات خان۔ خوش ذہن بود۔ و شعر خوب می گفت۔

جعفر عاشق تخلص در ہجو غبار قصیدۂ پرداخت۔ غبار باین رباعی جواب ادا کردہ

گویند کہ ہجو کرد ما را جعفر　　　شیرین ولطیف ہمچو شیر و شکر
صد شکر کہ آنچہ عیب ما بود غبار　　　امروز برای دیگرے گشتہ ہنر

(۸۰) واضح میرزا مبارک اللہ مخاطب بہ ارادت خان

از دودمان امارت است۔ جدش میر محمد باقر از نجباء بلدۂ ساوہ و دامادی او بمیرزا جعفر آصف خان علاوہ بود۔ در عہد جہانگیری بمنصب میربخشیگری دم مباہات می زد۔ و در زمان جلوس شاہ جہان بوالا پایۂ وزارت مترقی گشت و بفرصت قلیل بہ ایالت دکن و خطاب خان اعظم فوز عظیم اندوخت۔ و بتفریق بہ صوبہ داری گجرات و بنگالہ و کشمیر و الہ آباد مامور گردید۔ و ہیچ وقت بیکار نماند۔ آخر پادشاہ او را مجاز کرد کہ حکومت ہر صوبہ کہ خواہد برای خود اختیار کند۔ او فوجداری دار الخیور جونپور برگزید و در ایام حکومت آنجا موافق سنہ ثمان و خمسین و الف (۱۰۵۸) مرحلۂ آخرت پیمود و دختر او با شاہ شجاع منسوب بود۔

و سلطان زین الدین بن شاہ شجاع از بطن آن عفیفہ متولد شد۔ پسر خوردش میر اسحٰق ارادت خان در عصر خلد مکان بعد از فتح دارا شکوہ بحکومت صوبۂ اودھ مامور گشت و در ہمان سال ازین دار ملال در گذشت

پسر او میرزا مبارک اللہ واضح از درگاہ خلد مکان بخطاب موروثی ارادت خان[۱] مامور گردید۔ و در سنہ مائۃ و الف (۱۱۰۰) بفوجداری چاکنہ و در سنہ ثمان و مائۃ و الف (۱۱۰۸) بفوجداری نواحی اورنگ آباد و بعد از آن بقلعہ داری گلبرگہ منصوب گشت۔

[۱] مآثر الامرا جلد صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۶ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء تذکرۂ ارادت خان۔

و در عصر شاه عالم به منصب چهار هزاری امتیاز یافت- و در عهد محمد فرخ سیر سنه ثمان وعشرین ومأته والف (۱۱۲۸) ودیعت حیات سپرد-

دیوان واضح بنظر درآمد- چند غزل بخط واضح برهوامش این نسخه ثبت بود- قصائد وغزلیات ورباعیات ومثنوی متعدد دارد-

این چند گل ازان چمن چیده شده

عارف از و پُر است ولی او نمے شود — آئینه رونما شود و رو نمے شود

زمقراضِ فنا نور است شمعِ زندگانی را — بود آب دمِ شمشیر صندل سرگرانی را

چه اُلفت است بزلفِ تو بیقراران را — بلی سیاه پسند است سوگواران را

موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا — در طپیدن رفت از کف دامنِ قاتل مرا

در عالمِ دل باختنِ خویش رواج است — عمریست که ویرانۂ ما وقفِ خراج است

بجیب صبح زخورشید گلفشانیها ست — بجام پیریِ ما بادۂ جوانیها ست

براهِ او چه در بازیم فی دینے نه دُنیائے — دلے داریم و اندوہے سری داریم وسودائے

واضح به هیچ راه دلم وا نمے شود — این قفل زنگ بست شکستن کلید اوست

برمرادِ دلِ خود بال زدن نقصان است — وقت آن خوش که مراد قفس انداخته است

دست فرسودِ نگه طلعتِ خورشید نشد — حسن بے ساخته از فیض نگهبان دارد

گرچه آزادم ولی جانم فدائے دیگر یست — گرد سرگردانده صیادے مرا سرداده است

رشک فرمائے دلم نیست بجز عیش حباب — یافت یک پیرهن هستی و آن هم کفن است

بیخود شدنم آفت مینائے ادب بود — ساقی کرم افزود که در نشه کمی کرد

رفتنیهائے جهان قابلِ دل بستن نیست — این قدر بس کو دمی خاطرِ خود شاد کنند

گلۂ صاف به ازعفو غبار آلود است — هست دوزخ گنهی که بمدارا بخشند

بکاغذ اخگری پیچیده ام یعنی دلِ خود را
مباد اگر یہ بر حالم کنی ای نامہ بر رحمے

رباعی

در گنجفۂ دہر شہانِ عالم
درصنفِ رعیت اند نے بیش و نہ کم
حکمے دارند زان جہاندار شدند
چون حکم نماند گشت بازی برہم

(۸۱) بیدل میرزا عبدالقادر عظیم آبادی

عمدۂ سخن طرازان۔ و شہرۂ سحر پردازان است۔ در اقسام نظم پایۂ بلند و در اسالیب نثر رتبہ ارجمند دارد۔ طبع درّاکش چہ قدر معانی تازہ بہم رسانده۔ و چہ ثمرہای نورس کہ از نہال قلم افشانده۔ خلاصۂ کلامش شراب میخانۂ ہوشیاران۔ و طلاے دستمایۂ کامل عیاران است از آغاز شعور تا دم آخر چشم بر سیمای معنی دوختہ۔ و چراغ عجیبے بر مزار خود افروختہ۔

از نژاد قوم برلاس است۔ در بلدۂ عظیم آباد پٹنہ از نہانخانۂ عدم بشہرستان وجود خرامید و در ہندوستان نشو و نما یافت

در مبدء حال نوکر شاہزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود۔ و بمنصبے امتیاز داشت یکے از مقربان تعریف میرزا بسمع شاہزاده رسانید۔ شاہزاده فرمود قصیدۂ در مدح ما انشا کند تا رُتبۂ استعدادش دریافتہ باضافۂ منصب و تقرب سرافراز فرمائیم این خبر بمیرزا رسانیدند فی الفور دل از نوکری برداشت۔ ہر چند یاران مقیّد شدند کہ قصیده در مدح شاہزاده توان گفت۔ سر انکار باززد و نوکری را ترک داده در دار الخلافہ شاہ جہان آباد گوشۂ انزوا گرفت و بقیہ زندگانی بعنوان فقر و توکل بسر آورد۔

حق تعالیٰ او را اعتبار و اشتہار ارزانی فرمود۔ امرا و ارکان سلطنت ہمہ

آرزوی ملاقات داشتند و اعزاز و اکرام فوق الحد بجا می آوردند سیما نواب شکر اللہ خان کہ خود با جمیع اہل بیت محو اعتقاد میرزا بود و میرزا نیز مخلص خاص این خاندان است۔

نواب شکر اللہ خان از سادات خواف است و داماد عاقل خان رازی و از پیشگاہ خلد مکان بحکومت سہرند و سہارنپور و میوات سرفرازی داشت آخر در میوات سنہ ثمان و مآئتہ و الف (۱۱۰۸) از منصب حیات مستعفی گشت میر لطف اللہ شکر اللہ خان پسر اوست کہ بخطاب پدر مخاطب گردید و خلف دیگرش میر عنایت اللہ شاکر خان۔ و دیگرے میر کرم اللہ عاقل خان۔

نواب نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ در شعر خود را شاگرد میرزا (بیدل) می گرفت۔ در منشآت میرزا چند رقعہ کہ بنام چین قلیچ خان است عبارت از نواب آصف جاہ باشد کہ خطاب قدیم اوست۔ ہر گاہ میرزا بدولت خانۂ نواب می رفت استقبال و مشایعت میکرد۔ و بر مسند خود می نشاند۔

و میرزا را با امیر الامرا سید حسین علی خان نیز ربط تام بود در ایامی کہ امیر الامرا بنظم ممالک دکن می پرداخت۔ میرزا این دو بیت از شاہجہان آباد بہ امیر الامرا نوشت ؎

ای نشۂ پیمانۂ قدرت بچہ کاری　　ہستی اثری یا پئے تاراج خماری
می در قدحی گل بسری جام بدستی　　رنگ چمنی موج گلی جوش بہاری

لیکن بعد برہم زدن محمد فرخ سیر تاریخ طبع زاد میرزا کہ ع

"سادات بوی نمک حرامی کردند"
۱۱۳۱

شہرت گرفت۔ میرزا متوہم شدہ از دہلی حرکت جانب لاہور کرد۔ عبد الصمد خان ناظم لاہور بتعظیم و تکریم تمام پیش آمد و خدمات شایستہ بتقدیم رسانید۔

وچون دولتِ سادات عنقریب برہم خورد۔ میرزا درہمان ایام بہ شاہجہان آباد معاودت نمود۔ وسیوم ماہ صفر سنہ ثلث وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۳) رخت بعالم باقی کشید۔ و در صحن خانۂ خود مدفون گردید۔

میرزا معنی آفرین بے نظیر است اما عبارت بطور خود دارد و بطور جمہور نیز فراوان جواہر سخن در رشتۂ نطق کشید۔ اگر کلیاتش را انتخاب زنند مجموعۂ لطیف مقبول حاصل می شود و خطِ نسخ بر نسخۂ سحر سامری می کشد۔ چنانچہ درین عدالت گاہ شہود عدل حاضر است۔

وازبس قوّت طبع گاہے بادپای فکر تندمی تازد و بطور مُلّا ظہوری ترشیزی دریک زمین مکرر طرح غزل می اندازد۔

ومیرزا را بحر کامل مرغوب اُفتادہ و درین بحر شناٸی کردہ میر عطاء اللہ صاحب رسالۂ عروض گوید بعضے متاخرین شعراء عجم بر کامل مثمن شعر گفتہ اند۔ خالی ازعذوبتی نیست چنانچہ خواجہ کمال الدّین سلمان ساوجی فرماید ؎

بصنوبرِ قدِ دلکشش اگرای صبا گذرے کنی | بہوای جانِ حزینِ من دلِ خستہ راخبرے کنی

وازمطالع میرزا بیدل است ؎

توکریم مطلق ومن گدا۔ چہ کنی جزاین کہ نخوانیم | درے دیگرم بنما کہ من بکجا روم چو برانیم

دیوان غزل میرزا بنظر درآمد۔ این چند گوہر ازان محیط برآوردہ شد ؎

مستِ عرفان راشراب دیگرے درکار نیست | جز طوافِ خویش دور ساغرے درکار نیست

ادب چہ چارہ کند شوق چون فضول اُفتد | بجای عذر دل آوردہ ام قبول اُفتد

دیدۂ انتظار را دامِ اُمید کردہ ام | ای قدمت بچشم من خانہ سفید کردہ ام

آخر ز فقر بر سرِ دُنیا زدیم پا | خلقی بجاہ تکیہ زد و ما زدیم پا

کافرم گر مخمل وسنجاب می باید مرا | سایۂ بیدی کفیل خواب مے باید مرا

بی نقش چین نہ بحسن فرنگ آفریدن است	بہزادی تو دست ز دنیا کشیدن است
تنم زبندِ لباسِ تکلف آزاد است	برہنگی ببرم خلعتِ خدا داد است
اُلفتِ تن باعثِ فکرِ پریشانِ دل است	دانہ صاحب ریشہ از آمیزشِ آب و گِل است
کسے از التفاتِ چشمِ خوبان کام بر دارد	کہ بر ہر استخوان صد زخم چون با دام بر دارد
من نمی گویم زیان کن یا بفکرِ سود باش	ای ز فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش
شِکوۂ فقر ملکِ بے نیازی کرد تسلیم	باقبالی کہ دل برخاست از دُنیا بہ تعظیم
باز بیتابانہ ایجادِ نواے مے کنم	مطلب دیگر نئے دانم دُعاے مے کنم
من درین بحر نہ کشتی نہ کدو مے آرم	چون حباب از برِ خود جامہ فرو مے آرم
درین حدیقہ نۂ قدر دانِ حیرانی	بشوخیِ مژہ ترسم ورق بہ گردانی
جمع گشتن دلِ ما را بہ تسلّی نرساند	از گہر کیسہ بر د شیوۂ غلطانی را
چہ وجود و چہ عدم بست و کشادِ مژہ است	چون شرر ہر دو جہان را بنگاہے دریاب
سرگرانی لازمِ مستی بود بیدل کہ صبح	تا نفس باقی است صندل بر جبین مالیدہ است
گر تاملِ قفسِ بیضۂ طاؤس شود	در شبستانِ عدم نیز چراغانی ہست
دل سخت گرہ شد بخمِ ابروے نازش	در طاق تغافل ہمہ نقاشِے چین است
صافِ معنی کرد مستغنی ز دردِ صورتم	چون بطِ می باطنِ من عالمِ آبِ من است
بہستیِ تو اُمید است نیستیِ ما را	کہ گفتہ اند اگر ہیچ نیست اللہ است
بہر طرف گذری سیرِ نرگستان کن	بقدرِ نقشِ قدم چشمِ دوستان باز است
تا نفس باقیست ظالم نیست بیفکرِ فساد	گوشہ گیرِ فتنہ می باشد کمان را تا دم است
قلندرانہ حدیث است زاہد مغرور	تو غرۂ بہ بہشتی کہ جائے ریدن نیست
کینہ در طبعِ ملائم نکند نشو و نما	فارغ از جوشِ غبار است زمینی کہ نم است
حُسن بے مشقِ تامّل نگذشت از دلِ ما	صفحۂ حیرتِ آئینہ عجب خوش قلم است

مشقِ ستم ز طینتِ ظالم نمی رود
زورِ کمان دمے که نماند کباده است

کس نرفتے بعدم ہستی اگر جامی داشت
خلقے از تنگیِ این خانه بصحرا زده است

کاش ہجران دادِ من میداد گر وصلی نبود
شمع تصویریم که از من سوختن ہم ننگ داشت

گر برآمد از صدف گوہر اسیرِ رشته است
خانهٔ غربت دلِ آگاه را دام بلا است

بی خمیدن از زمین نتوان گہر برداشتن
آنچه برداردِ دولت زین خاکدان قدِ دوتاست

نه دام دانم و نی دانه این قدر دانم
که دل بهرچه کشد التفات صیّاد است

در نیامِ ہر نفس تیغِ دو دم خوابیده است
چون سحر در قطع ہستی خنجرے در کار نیست

آن قدر سعی به آبادی ما لازم نیست
خانهٔ چشم به امداد نگاہی برپا ست

گویند بہشت است و ہمه راحتِ جاوید
جائیکه بداغی نه طپد دل چه مقام است

چون سایه باش یک قلم آئینهٔ نیاز
آن را که سجده جز و بدن نیست بنده نیست

تا خموشی نگزینی حق و باطل باقی است
رشتهٔ را که گره جمع نسازد دو سر است

مرده ہم فکر قیامت دارد
آرمیدن چه قدر دشوار است

بگذر از اندیشهٔ یوسف که در کنعانِ ما
یا نسیمِ پیرہن یا جلوهٔ پیراہن است

ہیچ کس از معنیِ مکتوبِ شوق آگاه نیست
ورنه جائے نامه پیشِ یار ما را خواندن است

ہر که رفت از خود بداغِ تازه ام ممتاز کرد
آتشِ این کاروانہا جمله بر جانِ من است

پیشکارانِ عجوزِ دہر یکسر غالب اند
آنکه از مردان بمردی باج میگیرد زن است

آبرو با عرض مطلب جمع نتوان ساختن
دستِ حاجت تا بلندی کرد استغنا نشست

بیدل نتوان بردنم از خطِّ جبینم
نقاشِ عرق ریز حیا نقش مرا بست

خواریِ دیوان دہر عزّتِ ما بیش کرد
فرد چو باطل شود سر ورقِ دفتر است

قماش فہم نداریم ورنه خوبان را
اُتوی پیرہنِ ناز چینِ پیشانی است

زین ندامت خانه بیرون رفتنت دشوار نیست
ہر قدر دستی که می سائی بہم پا می شود

برنگِ آب سیر برگ برگِ این چمن کردم — گلِ داغ است بیدل آنکه بوئے از وفا دارد

داغم که چرا پیکرِ من سایه نه گردید — تا در قدمِ سروِ خرامانِ تو باشد

چو عمر گر نشوی هم عنان خود داری — قدم بهر چه گذاری رکاب می گردد

بر که نالم بیدل از بیدادِ چرخ — خواب من آواز این دو لاب بُرد

در مجلسے که عزّت موقوفِ خود فروشی است — دیگر کسے چه باشد گر میرزا نباشد

چو بر گردد مزاج از احتیاطِ خود مشو غافل — سلامت سخت می لرزد بران سنگے که مینا شد

بدماغ دعوی عشق سرِ بوالهوس بلند است — مگر از دکانِ قصاب جگرے خریده باشد

ز دل حقیقت ردّ و قبول پرسیدم — بخنده گفت برو یا بیا که می پرسد

اگر مردی در تخفیفِ اسباب تعلّق زن — کز انگشتِ دگر انگشتِ نریک بند کم دارد

کج ادایانه به ارباب مطالب سر کن — راستی بر دلِ این قوم سنان می باشد

دهر لبریزِ مکافات است اما کو تمیز — کم کسے اینجا بحالِ خود ترحم می کند

برقی ز دور دارد هنگامهٔ تجلّی — ای بیخودان به بینید دل جلوه گر نباشد

هر چند کار فرداست امروز مفت خود گیر — شاید دماغ طاقت وقتِ دگر نباشد

چشمت بغلط سوی من انداخت نگاهی — تیری که ازین شست خطا شد چه بجا شد

نموده اند ز دستِ نوازشِ فلکم — دمی که گاه غضب بر زمین پلنگ زند

سایه از جلوهٔ خورشید چه اظهار کند — رفتم از خویش ندانم بچه آئین آمد

ای ساغرِ بتخاله ازین تشنه سلامی — خوش خیمه بران چشمهٔ کوثر زدهٔ باز

وضعِ فقیری ما نا ساز هیچکس نیست — ویرانه ایم اما بسیار خوش هوائیم

چندانکه زخود می روم آن جلوه به پیش است — رنگے نشکستم که برنگے نرسیدم

نشّهٔ تحقیق مارا شعلهٔ جوّاله کرد — گردِ خود گشتیم چندانی که خود را سوختیم

کم ظرفیم از غفلتِ خویش است وگرنه — دریاست می ریخته از جامِ حُبابم

در وصل ز محرومیِ دیدار میرسید | آئینہ نفہمید کہ من با کہ دوچارم
طپیدم نالہ کردم - آب گشتم خاک گردیدم | تکلف بیش ازین نتوان بعرضِ مدعا کردن
چہ پردازم بعرضِ مطلبِ خود سخت حیرانم | تو ہم آخر زبانِ حیرتِ آئینہ می دانی

رباعی

ہر صبح کہ درہائے فلک باز کنند | مردم قانون جستجو ساز کنند
قوال فلک بدست گیرد دفِ مہر | دنیا طلبان پا زدن آغاز کنند

مخفی نماند کہ تاریخی کہ میرزا بیدل برای سادات گفتہ و در ترجمۂ او بر زبان قلم گزشتہ۔ محرک شد کہ درین محل شمۂ از احوال دو امیر کبیر از ساداتِ بارہہ و اسبابے کہ باعث عزل پادشاہ شد بمعرض بیان در آید۔ و این جملہ معترضہ نقاب از صورت حال وا نماید۔ و اسم نواب آصف جاہ ہم در ترجمۂ میرزا ذکر یافت بہ این تقریب حالات نواب آصف جاہ و نواب نظام الدولہ شہید خلف الصدق او نیز می طرازم - و او ہم کلک را مطلق العنان می سازم۔

(۸۲) سیدؔ عبداللہ خان[1]

مخاطب بہ قطب الملک وزیر اعظم محمد فرخ سیر پادشاہ بود و برادرش سید حسین علی خان بمنصب امیر الامرائی تارک مباہات بآسمان می سود۔

اینہا از اعاظم سادات بارہہ اند و اکابر شرفاء ہند۔ نسب سادات بارہہ بہ سید ابو الفرح واسطی راجع می شود کہ سلسلۂ نسبش در دفترِ اوّل تحت ترجمہ سید محمد صغری بلگرامی نوّرَ اللہُ ضَرِیحَہٗ نگارش یافت۔

ہر دو برادر فرقدین فلک سیادت و نیرین سپہر امارت بودند متحلی باکثر شمائل

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۳۰ تا ۱۴۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء۔

سنیہ وخصائل رضیہ خصوص سخاوت وشجاعت کہ ازین دو صفتِ والا آثار غرابظہور رساندند۔ ونقشہائی کہ طراز صفحۂ دولت باشد بر لوح روزگار نشاندند۔ وازمبادیِ ایام عروج تا منتہے بخوبی ونیکنامی بسر بردند۔ واز آبیاری عدل واحسان عرصۂ ہند را رشک فردوس برین ساختند۔ لیکن در اواخر دولت راہ غلط پیمودند وتا روز قیامت داغ بدنامی برخود بردند۔ اما نزد ارباب انصاف منشأ عزل پادشاہ محض پاس آبرو وحفظ جان عزیز بود کہ اینہا مدۃ العمر جانفشانیہا نمودند۔ ولوازم دولتخواہیہا بتقدیم رسانیدند۔ پادشاہ چشم از حقوق پوشیدہ درصدد قلع وقمع اُفتادہ وتا زندہ بود ہمین خیال در سر داشت۔ آخر این رای سقیم باعث زوال سلطنت شد ودولت پادشاہ وسادات ہردو برہم خورد۔

قاضی شہاب الدین ملک العلما قدس سرہٗ درمناقب السادات میفرمائد کہ:۔

"امارتِ صحت سیادت خلق محمدی است وسخاوت ہاشمی وشجاعت حیدری باید"

"کہ سید صحیح النسب ازین ملکات بہرۂ وافی داشتہ باشد۔ واحیانا بحکم نفس امارہ"

"اگر مرتکب عصیانے شود۔ آخر کار سبے رومی دہد کہ باعث نجات اُخروی می گردد۔"

مصداق این کلام درین ہردو برادر مشاہدہ اُفتاد کہ مظلوم ازین عالم رفتند وغازۂ شہادت بر رو مالیدند۔ نام اصلی قطب الملک حسن علی است ونام اصلی امیرالامرا حسین علی۔ شہادت اول بہ زہر واقع شد۔ وشہادتِ ثانی بخنجر۔

حسن علی خان برادر کلان درعہد خلد مکان بخطاب خانی وفوجداری نذربار وسلطان پور از توابع بگلانہ سرافرازی یافت وبعد ازان بحراست اورنگ آباد سربلند گردید۔

وچون شہزادہ محمد معزالدین بن شاہ عالم از پیشگاہ خلد مکان بصوبہ داری ملتان مامور شد حسن علی خان بہمراہے رکاب شہزادہ دستوری یافت۔ صحبت

او باشاهزاده کوک نشد- و آزرده خاطر به لاهور برگشت- در آن وقت میر عبد الجلیل بلگرامی بخدمت بھکر و سیوستان قیام داشت- چون حسن علی خان از نواحی بھکر قصد لاهور کرد- میر سلوکهای پسندیده بعمل آورد- ابتدای ربط باسادات این است وقتی که خلد مکان علم بملک جاودانی زد- و رایات شاه عالم از پشاور به لاهور خرامید- حسن علی خان رابمنصب سه هزاری وعطای نقاره و بخشیگری فوج جدید سرافراز ساخت-

و در جنگ محمد اعظم شاه بهراولی فوج محمد معزّ الدین که هراول مجموع عساکر شاه عالمی بود مقرر گردید- وقتی که جنگ ترازو شد- حسن علی خاں و حسین علی خان و نورّالدین علی خان برادر سیوم برسم تهور پیشیگان هند خود را از فیل انداختند و باجمعیت سادات بارهه پای جلادت افشرده بجنگ کوته یراق پیوستند نورالدین علی خان نقد زندگانی درباخت و دیگر برادران زخمهای نمایان برداشتند وسرخ روئی فتح وظفر حاصل کروند حسن علی خان بمنصب چهار هزاری وصوبه داری اجمیر مباهی گشت- وبعد ازان بصوبه داری اله آباد امتیاز پذیرفت

چون نوبت سلطنت به محمد معز الدّین رسید- حکومت اله آباد از عزلِ او بنام راجی خان مقرر شد و سید عبد الغفار از احفاد سید صدر جهاں صدر الصدور پهانوی به نیابت راجی خان متوجّه اله آباد شد- سید حسن علی خان نوجے بتقابل برآورد و در سواد اله آباد جنگ اُفتاد- سید عبد الغفار بعد غالب شدن مغلوب گردید- عنان عطف ساخت- محمد معز الدّین باقتضای غفلت و عیاشی دست از تدارک برداشته در استمالت سید حسن علی خان افتاد و به ارسال فرمان بحالی اله آباد و اضافهٔ منصب سرافراز نمود

اما برادرش سید حسین علی خان ناظم عظیم آباد پتنه که بمزید شجاعت و وفار و متانت

نامور روزگار بود با محمد فرخ سیر پیمان رفاقت موکد ساخت- چنانچه در ترجمۂ او نگارش می رود- و به حسن علی خان برادر کلان نیز ترغیب رفاقت نمود- حسن علی خان بچاپلوسی محمد معز الدین که از وقت صوبه داری ملتان کم التفاتی او می دانست اعتبار نه کرده از ته دل به محمد فرخ سیر گروید و درخواست قدوم اله آباد نمود-

محمد فرخ سیر در چنین هنگام اتفاق این دو برادر بهادر صاحب فوج از امارات اقبال خود دانسته از بلدۂ پٹنه به اله آباد رسید و با حسن علی خان مشافهته بتجدید عهد پرداخته امیدوار مزید عنایات ساخت و به هراولی فوج مقرر فرمود- و عازم پیش گشت-

عز الدین پسر کلان محمد معز الدین به اتالیقی خواجه حسین مخاطب به خان دوران از دار الخلافه شاهجهان آباد بتقابل محمد فرخ سیر مرخص گردید- و در حوالی کهجوه از توابع اله آباد رسیده انتظار حریف می کشید- بمجرد تقارب فوج محمد فرخ سیر عز الدین بے استعمال ادوات حرب نیم شبی راه گریز گرفت-

فوج محمد فرخ سیر که در کمال عسرت و بے سامانی بود از غارت بنگاه عز الدین تقویتے کمال بهم رسانید و روانه پیشتر شده در نواحی اکبر آباد خرامش نمود-

محمد معز الدین نیز از دار الخلافه کوچ کرده به اکبر آباد آمد- و در فکر عبور دریای جمن (جون) بود که حسن علی خان بیش قدمی نموده از متصل سرای روز بهانی چهار کروهی اکبر آباد دریای جمن (جون) را عبور کرد و در عقب او محمد فرخ سیر نیز از دریا گزشت- اکثر مردم محمد فرخ سیر از عسرت و کم مایگی رو به پراگندگی آورده بودند- معدودے همراه رکاب رسیدند- سیزدهم ذی الحجه سنه ثلث و عشرین و مائته و الف (۱۱۲۳) تلاقی فریقین دست داد- نسیم فیروزی بر الویه محمد فرخ سیر وزید- و محمد معز الدین به تغییر وضع راه دهلی گرفت-

درین کارزار از ہر دو برادر ترددات نمایان بظہور رسید۔ سید حسین علی خان برادر خورد زخمہای کاری برداشته در میدان افتاد۔ بعد جلوه افروزی شاہد فتح حسن علی خان برادر کلان برجناح استعجال روانه دار الخلافه گشت۔ و پادشاہ نیز به تفاوت یک ہفته سایۂ وصول بر ساحتِ دہلی انداخت حسن علی خان بمنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب سید عبدالله خان قطب الملک بهادر یار وفادار ظفر جنگ و تفویض وزارت اعلیٰ بلند پایه گشت۔

چون عروج رُتبه این ہر دو برادر از حد گذشت۔ ناتوان بینان در صدد شکست اُفتادند۔ و به تسویلات واہی مزاج پادشاہ را شورانیدند۔ نوبت بجائے رسید که ہر دو برادر خانه نشین گشتند۔ و به ترتیب مورچال و استعداد اسباب پرخاش پرداختند والدۂ پادشاہ که با ہر دو برادر اظہار دوستی می نمود و از قدیم واسطۂ اصلاح بود۔ بخانۂ قطب الملک آمده مجدداً عہد و پیمان استوار ساخت۔ ہر دو برادر بملازمت رسیده شکوہای محبت آمیز درمیان آمد۔ و چند روز زمانه به آرامش گرائید۔

غرض گویان مزاج پادشاہ را برہم زدند۔ ہر روز صحبت بے مزه تر می گشت۔ و مادۂ نفاق که خانه براندازِ کہنه دولتہاست می افزود۔ تا آنکه امیر الامرا بصوبه داری دکن مرخص گشت۔ و قطبُ الملک بعیش و عشرت مشغول گشته عنان وزارت بدست راجه رتن چند سپرد۔ اعتقاد خان کشمیری ہمراز و دمساز پادشاہ گردید و کنگاش تقلع و قمع سادات اعلان گرفت۔ قطب الملک به امیر الامرا نوشت که کار از دست رفته است پیش از آنکه چشم زخمی به آبرو و جان برسد۔ خود را باید رسانید۔ امیر الامرا باکمال تسلّط و جبروت از دکن روانه شده سواد دہلی را معسکر ساخت و پادشاہ را پیغام کرد که تا که بند و بست قلعه به اختیار ما نباشد در ملازمت وسواس دارم۔ پادشاہ خدمات قلعه را به متوسلان امیر الامرا سپرد۔ بعد استحکام قلعه امیر الامرا

بملازمت پادشاه رسید۔

وہشتم ربیع الآخر به ارادهٔ ملاقات ثانی فوجہا آراسته داخل شهر شد و در حویلی شایسته خان فرود آمد۔ قطب الملک و مہاراجه اجیت سنگھ در قلعه رفته بدستور روز اول به بند و بست قلعه پرداختند و کلید دروازه بدست آوردند۔ آن روز و شب بہمین منوال گذشت۔ مردم شهر واقف نشدند که شب در قلعه چه واقع شد چون صبح دمید۔ قتل قطب الملک شهرت داده افواج پادشاهی از هر جانب مرتب شده بر سر امیر الامرا خواستند ہجوم آرند امیر الامرا به قطب الملک گفته فرستاد که چه جائے توقف است زود از میان باید برداشت۔

لاعلاج قطب الملک نہم ربیع الآخر سنه احدی و ثلثین و مائة والف (۱۱۳۱) عالم پادشاه را مقید ساخت و رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن شاه عالم را از حبس بر آورده بر تخت نشاند و صدای نقارهٔ جلوس او آشوبی را که در شهر بر پا شُده بود فرو نشاند۔

رفیع الدرجات در حالتِ حبس بمرض تپ دق مبتلا بود۔ چون سلطنت میسر شد لوازم احتیاط مزاج از دست داد و بعد ۳ ماه و چند روز روزگار او سپری گشت و مطابق وصیت او برادر کلانش رفیع الدوله را بر سریر سلطنت جا دادند۔ و به شاه جهان ثانی ملقب ساختند۔ بعد ایامے نیکوسیر در قلعه آگره خروج کرد۔ امیر الامرا با پادشاه بسرعت خود را رسانده قلعه را مفتوح ساخت۔ ناگاه فتنهٔ دیگر گل کرد۔ جی سنگھ سوائی طبل مخالفت کوفت۔ قطب الملک در رکاب شاه جهان ثانی برای دفع جی سنگھ به فتح پور سیکری شتافت و با جی سنگھ صورت مصالحه در میان آمد شاه جهان ثانی نیز بعد ۳ ماه و چند روز بمرض اسهال در گذشت۔

ناگزیر روشن اختر بن جهان شاه بن شاه عالم را از دار الخلافه طلبیده

پانزدہم ذی القعدہ سنہ احدی وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۱) براورنگ فرمانروائی اجلاس دادند۔ و بہ محمد شاہ ملقب ساختند۔

سبحان اللہ ہرچند سادات خود دعویٰ سلطنت نہ کردند و اولاد تیموریہ را برتخت نشاندند اما حرکتے کہ با محمد فرخ سیر کردند مبارک نیامد۔ دمی بہ آسایش نگذرانیدند و نفسے بہ طمانیت نہ کشیدند۔ دریاہائے فتنہ از ہر چہار طرف بتلاطم در آمد و اسباب زوال دولت آمادہ گشت۔

خبر رسید کہ غرۂ رجب سنہ اثنتین وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۲) نواب نظام الملک ناظم مالوا از دریای نربدا گذشتہ قلعہ آسیر وشہر برہان پور را متصرف گشت۔ امیرالامرا سید دلاور خان بخشی خود را با فوج سنگین جانب نواب نظام الملک فرستاد۔ دلاور خان بعد محاربہ بقتل رسید۔ سید عالم علیخان نائب صوبہ داری دکن کہ نوجوان تہور منش بود کارزار نمودہ مردانہ نقد ہستی باخت۔ امیرالامرا با پادشاہ قصد دکن کرد و قطب الملک با چندے از امرا نوزدہم ذی القعدہ از چہار کروہی اکبر آباد و فتحپور رو بہ رخصت دارالخلافہ دہلی شد و ہنوز نرسیدہ بود کہ ہفتم ذی الحجہ خبر کشتہ شدن امیرالامرا طاقت ربا گشت

قطب الملک برادر صغیر اعیانی خود سید نجم الدین علی خان را کہ بحراست دہلی قیام داشت نوشت کہ یکے از شاہزادہا را برآوردہ برتخت نشاند۔ یازدہم ذی الحجہ سنہ اثنتین وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۲) سلطان ابراہیم بن رفیع الشان بن شاہ عالم را برتخت دہلی اجلاس دادند۔ بہ تفاوت دو روز قطب الملک نیز رسید و بہ استمالت امراء قدیم و جدید پرداخت۔ و فوج علی العموم نگاہ داشت و آنچہ در ایام وزارت اندوختہ بود از نقد و جنس کہ احصاء آن جز علم الٰہی مقدور کسے نیست ہمہ را صرف سپاہ و یاران و دوستان کرد و گفت اگر زندہ ایم باز بہم

می رسانیم و اگر خواہش حق بنوعی دیگراست چرا در دست غیر اُفتد۔

ہفدہم ماہ مذکور بعزم مقابلہ از دار الخلافہ بر آمد۔ سیزدہم محرم سنہ ثلث و ثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۳) بموضع حسن پور رسید۔ چہاردہم جنگ واقع شد۔ توپخانۂ محمد شاہی باہتمام حیدر قلی خان میر آتش بہیم در کار بود و مردم بارہہ سینہ راسپر ساختہ در مقابل توپخانہ مکرر حملہا نمودند از برگشتگی ایام فائدہ نہ بخشید۔ چون شب شد از بارش گولہای توپ و زنبورک و شترنال کہ آنی فرصت نمی داد فوج قطب الملک پراگندہ گشت و تا دمیدن صبح معدودے ہمراہ قطب الملک ماندند۔

ہمین کہ آفتاب از دریچۂ مشرق سر بر آورد۔ فوج محمد شاہی یورش کرد و جنگے صعب واقع شد۔ بسیارے از سادات بسمل شدند۔ و سید نجم الدین علی خان زخمہاے کاری برداشت۔ قطب الملک خود را از فیل انداخت۔ زخم تیر بر پیشانی و زخم شمشیر بر دست رسید۔ حیدر قلی خان۔ باجمعی بر سر وقت قطب الملک رسیدہ او را بر فیل خود گرفت۔ و نزد پادشاہ آورد۔ پادشاہ جان بخشی نمودہ حوالۂ حیدر قلی خان فرمود۔ قطب الملک در قید پادشاہی روزی بشب و شبے بروز سیاہ می آورد آخر مسمومش کردند۔ اول مرتبہ خدمتگار او زہر مہرہ را سائیدہ خوراند۔ باستفراغ بسیار سمیت دفع شد۔ روز دویم باز خواجہ سرای پادشاہی حب زہر ہلاہل آورد۔ قطب الملک تجدید وضو کردہ مستقبل قبلہ نشست و گفت الٰہی تو میدانی کہ این شئ حرام را باختیار خود نمی خورم۔ ہمین کہ از حلق فرو رفت حالت متغیر گشت و جان بجہان آفرین سپرد۔

و این واقعہ سلخ ذی الحجہ سنہ خمس و ثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۵) واقع شد قبرش در شاہجہان آباد زیارتگاہ خلائق است۔

از آثار اوست نہر سپت پر گنج واقع شاہجہان آباد کہ از بی آبی حکم کربلا داشت قطب الملک در سنہ سبع و عشرین و مآتہ والف (۱۱۲۷) نہرے از اصل نہر

شاہجہانی بریدہ آوردہ و آن خطہ را بوفور آب احیا نمود۔ علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی گوید ؎

بحر جود و فیض قطب الملک عبداللہ خان ‌ ‌ ‌ نہر خیری کرد جاری آن وزیرِ محتشم

بہر آن عبدالجلیلِ واسطی تاریخ گفت ‌ ‌ ‌ نہر قطب الملک مدِّ بحرِ احسان و کرم

۱۱۲۷ھ

ونیز علامۂ مرحوم در مثنوی بمدح او می پردازد ؎

ارسطو فطرتے آصف نشان است ‌ ‌ ‌ یمین الدولہ عبداللہ خان است

بدیوان چون نشیند نو بہار است ‌ ‌ ‌ بمیدان چون درآید ذوالفقار است

(۸۳) امیر الامرا سید حسین علی خان[1]

برادر خورد قطب الملک است امّا در سخاوت و شجاعت و علو ہمّت و تمکین و وقار از برادر کلان فائق بود۔ و در عہد خلد مکان بہ حکومت رنتھنبور و آخرہا بہ فوجداری ہندول بیانہ می پرداخت

چون برادرش بعد رحلت خلد مکان در لاہور مشمول عواطف شاہ عالم گردید۔ سید حسین علی خان با فوجی شایستہ در حوالی دہلی دولت ملازمت دریافت و در جنگ محمد اعظم شاہ مصدر جلائل تردداتِ گشتہ نوعی کہ گزشت بہ منصب سہ ہزاری و عنایت نقارہ سربلند گردید۔ و بوساطت شاہزادہ عظیم الشّان بہ نیابت صوبہ داری عظیم آباد پتنہ رخصت یافت

در اواخر عہد خلد مکان صوبہ داری بنگالہ بہ سپہ دار خان مخاطب بہ اعزالدولہ خان جہان بہادر از تغیّر شاہزادہ عظیم الشان مقرر گشت۔ محمد فرخ سیر خلف عظیم الشان کہ بہ نیابت پدر در بنگالہ بود طلب حضور شدہ بہ پتنہ

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۲۱ تا ۳۳۸ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء۔

رسید چون مدتها بخودسری گُزرانیده و نسبت به برادران دیگر نزد جد و پدر رُتبۂ نداشت رفتن حضور شاق و ناگوار پنداشته بعد ز عسرتِ اخراجات اوقات پرستی میکرد تا آنکه شاہ عالم شنقار شد محمد فرخ سیر خطبہ و سکّہ بنام پدر نمودہ در فراہم آوردن مردم ہمّت گماشت۔ درین اثنا خبر کُشتہ شدنِ عظیم الشان رسید۔ در ربیع الاوّل سنہ ثلث و عشرین و مآتہ والف (۱۱۲۳) خود سریر آرای سلطنت گشت۔

وسید حسین علی خان ناظم پٹنہ را بہ وعدۂ عنایات مستمال ساختہ رفیق گردانید و ازین جہت سید حسن علی خان ناظم الہ آباد نیز طریق رفاقت سپرد۔ در کمتر زمانی افواج کثیرہ مجتمع گشت امابنابر قلت خزانہ تا رسیدن اکبرآباد دوازدہ ہزار سوار بیش نماند۔

سید حسین علی خان روز جنگ بہ اتفاق حسین بیگ خان صف شکن نائب صوبہ داری اُولیسہ و زین الدین خان پسر بہادر خان رُہیلہ مقابل ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر کہ توپ و ضرب زن بسیار پیش روچیدہ ایستادہ بود اسپان تاختہ در زنجیرۂ توپخانہ در آمد۔ چون عرصۂ وغا بر خود تنگ دید بآئین دلاوران کشور ہند پیادہ گشتہ زخمہائے کاری برداشتہ بر زمین اُفتاد۔ و آن دو سردار با رفقاء بسیار مردانہ نقد زندگانی نثار نمودند۔

بعد فتح سید حسین علی خان بخطاب امیرالامرا بہادر فیروز جنگ و منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خدمت والاے میر بخشیگری کوس بلند رتبگی نواخت۔

و در سال دوم جلوس بہ افواج سنگین بہ تنبیہ اجیت سنگھ مرزبان سرزمین مارواڑ کہ لوای تمرد افراختہ بود۔ مامور گردیدہ و تا میرٹھ ہر جا تعلقۂ او بود لگد کوب تاراج ساخت۔ راجہ از صولت فوج منصور جانب بیکانیر بدر زد و در مکانہای استوار خزید۔

درین یساق آنچه از اجرای حکم امیرالامرا نقل می کنند این است که:-

"چون دیہات اجیت سنگھ و جی سنگھ سوائی باہم مخلوط اند و رعایای متعلقۂ اولین از
"ہراس رو بفرار می آوردند- و بنا راجیان حکم بود که مواضع خالی را یغما کرده آتش زنند
"و مکانہای آباد را مزاحمت نرسانند- رعایای اجیت سنگھ این را دیدہ بوساطت
"رعایای جی سنگھ امان خواسته می آمدند- ہمان وقت سزاولان تعین می شدند که بنا راجیان
"گویند که آتش فرونشانند و آنچه گرفته اند مسترد سازند اصلا درین حکم تخلف نمی شد-
"بعضی ثقات از مردم دیہ استفسار کردند باتفاق می گفتند که غیر از سوختن نقصانے
"بما نرسید-

وضبط و فتق امیرالامرا ہمیشه برین منوال بود-

افواج او از راه باریکے مابین دو زراعت مے گزشت کسی را قدرت نبود که از جادہ تفاوت کند- دست بزراعت رسانیدن معلوم-

القصّه اجیت سنگھ چون خرابی خود و ملک مشاہدہ کرد وکلاء معتبر فرستادہ بتقدیم پیشکش و ارسال پسر کلان خویش ابی سنگھ نام و تزویج دختر خود به پادشاہ که در عرف این دیار دولہ گویند مستدعی عفو جرائم گردید- امیرالامرا بمصالحه پرداخت و ابی سنگھ را ہمراہ گرفته خود را بحضور رسانید و فوجی برای دولہ گزاشت و بعد رسیدن دولہ طوی پادشاہ منعقد گشت-

گویند اینچنین طوی عظیم الشان از شاہان پیشین کم جلوۂ ظہور نمود- علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی مثنوی رنگینے درین طوی بنظم آوردہ و داد سخنوری دادہ-

بعد ازین پادشاہ امیرالامرا را به صوبه داری دکن مقرر فرمود- چون میر جمله سمرقندی ہر روز مزاج پادشاہ را از سادات منحرف می ساخت- قرار یافت که اول میر جمله بصوبه داری پتنه راہگرا گردد بعد ازان امیرالامرا رخصت دکن

شود- میر جمله روانہ پتنہ شد و امیر الامرا در سنہ سبع و عشرین و مآتہ والف (۱۱۲۷) متوجّہ دکن گردید-

وقت رخصت مواجہتہً عرض کرد کہ اگر درغیبت من میر جملہ بحضور رسید- یا بہ قطب الملک نوعی دیگر سلوک شد در عرض بیست روز مرا رسیدہ دانند- پادشاہ از قباحت نافہمی بوساطت خان دوران مخفی بہ داؤد خان ناظم برہان پور تحریض مخالفت نمود-

داؤد خان باآنکہ سادات در ابتدای سلطنت محمد فرخ سیر واسطۂ جان بخشی او شدند و بتازگی امیر الامرا نیابت صوبہ داری برہان پور از پادشاہ بنام او گرفت- و او از گجرات احمد آباد بہ بُرہان پور آمدہ بحکومت آنجا می پرداخت چشم از حقوق سادات پوشیدہ ارادۂ مخالفت مصمّم ساخت-

چون امیر الامرا نربدا را عبور کرد ظاہر شد کہ داؤد خان سر رشتۂ موافقت گسستہ خیال ملاقات ہم در سر ندارد- امیر الامرا در فکر اصلاح اُفتاد و پیغام کرد کہ درصورتِ توافق ملازمت لازم و در شکل تخالف روانۂ دار الخلافہ باید شد از ما مزاحمتے نیست-

داؤد خان پائی جہالت افشردہ کار بہ پرخاش رسانیدہ ناگزیر یازدہم رمضان سنہ سبع و عشرین و مأتہ والف (۱۱۲۷) عرصۂ مبارزت در سواد برہان پور آراستہ گشت و جنگے عظیم رو نمود- داؤد خان بزخم تفنگ نقد ہستی باخت- بعد طلوع نیر فتح امیر الامرا بہ اورنگ آباد رسید و بر مسند ریاست تمکن ورزید-

وعنقریب کہندو و بہادریہ سیناپتی راجہ ساہو در صوبہ خاندیس سر بہ فساد برداشت امیر الامرا ذو الفقار بیگ بخشی خود را بہ تنبیہ او تعین فرمود- و در پرگنہ بہانیر دوچار گشتہ بجنگ درپیوست- ذو الفقار بیگ جرعۂ شہادت چشید-

وباقی فوج بیغما در آمد۔ سیف الدّین علی خان برادر اصغر امیر الامرا و راجہ محکم سنگ
بمالش غنیم مامور شدند و تا بندر سورت عنان بازنہ کشیدند۔ و محکم سنگھ تا قلعہ ستار
مسکن راجہ ساہو دقیقہ از نہب و تالان فرو نگذاشت۔

چون پادشاہ بہ اغوای دولت بر اندازان۔ و سرداران دکن خصوص راجۂ
ساہو درباب مخالفت امیر الامرا۔ بایما و صراحت کوتاہی نمی کرد و در دہلی با
قطب الملک ہر روز صحبتے تازہ و نزاعے نو برمے انگیخت و صدای بگیر و بکش
ہر وقت بگوشہا مے رسید۔ قطب الملک ہمیشہ امیر الامرا را بہ آمدن دہلی
ترغیب می کرد

لاعلاج امیر الامرا از دشمن خانہ بدشمن بیگانہ ساختہ در سنہ تسع وعشرین و
مائۃ والف (۱۱۲۹) با راجہ ساہو بتوسط سنکراجی ملہار و محمد انور خان
برہان پوری کہ تا حین تحریر در قید حیات است و فقیر را با او صحبتہای مستوفی اتفاق
افتاد۔ صلح کرد و بشرط عدم تاخت و تاراج ملک و عدم تعرض طرق و شوارع۔ و نگاہ
داشتن پانزدہ ہزار سوار در رکاب ناظم دکن۔ اسناد چوتھ و سردیسمکی شش صوبۂ
دکن بمہر خود با تنخواہ کوکن وغیرہ ملکے کہ راج قدیمش می نامند حوالہ نمود۔

مخفی نماند کہ در اواخر عہد خلد مکان قرار یافتہ کہ با غنیم صلح درمیان آید۔
باین شرط کہ سرصد از محصول ملکی نہ روپیہ بصیغۂ سردیسمکی حصۂ غنیم مقرر شود پادشاہ
میر ملنگ را با اسناد سردیسمکی نزد غنیم فرستادہ کہ عہد و پیمان محکم سازد و سرداران
غنیم را بملازمت پادشاہی بیارد۔ آخر رای پادشاہ برگشت و میر ملنگ را کہ
ہنوز اسناد حوالۂ غنیم نہ کردہ بوذ بحضور طلبید۔ و در عہد شاہ عالم سرصد دہ روپیہ
سردیسمکی بہ غنیم مقرر شد و سند پادشاہی حوالہ گردید۔ و در ایام حکومت داؤد خان
چوتھ یعنی چہارم حصّہ از حاصل ملک سوای سردیسمکی بہ غنیم قرار یافت و جاری و ساری

گشت اما سند به عمل نیامده بود- امیر الامرا بطورے که گذشت سند چوتھ حواله نمود- آخر نحوست این تربیع سخت سرایت کرد و رفته رفته غنیم شریک غالب شد و قوّت عجیبے بهم رساند

امیر الامرا بعد مصالحه عازم دار الخلافه شد و غره محرم سنه احدی و ثلثین و مأته و الف (۱۱۳۱) با فوج دکن بشوکت و صولت تمام از خجسته بنیاد کوچ کرد و معین الدین نام مجهول الحالے را پسر شاهزاده محمد اکبر بن خلد مکان قرار داده همراه گرفت و به پادشاه نوشت که در تعلقه راجه ساهو سر کشیده بود او را دستگیر ساختم و احتیاط لازم دانسته خود بحضور می آرم-

اواخر شهر ربیع الاول در حوالی دهلی جانب لات فیروز شاه مخیم ساخت و خلاف ضابطهٔ حضور نوبت نواخته داخل خیمه شد- و مکرر ببانگِ بلند گفت که من از نوکری پادشاهی بر آمدم-

و بعد ازان که بند و بست قلعه را باختیار خود کرد پنجم شهر ربیع الآخر ملازمت پادشاه نمود و گذارشِ گلها کرد- و باز هشتم ماه مذکور بشهرت سپردن شاهزادهٔ جلی سوار شده در حویلی شایسته خان داخل گشت و قطب الملک با راجه اجیت سنگھ به بند و بست قلعه شتافته هیچکس را در انجا نگذاشت و پادشاه را مقید ساخت طوریکه در ذکر قطب الملک گذارش یافت-

آخر این حرکت مبارک نیامد و در اندک فرصت نیکوسیر بن محمد اکبر بن خلد مکان که در قلعه اکبر آباد مقید بود باتفاق احشام آنجا علم خروج بر افراشت امیر الامرا بر جناح استعجال رسیده به محاصره ۳ ماه و چند روز قلعه را مفتوح ساخت- و بموکبِ شاه جهان ثانی که برای تنبیه راجه جی سنگھ سوائی تا فتحپور سیکری رسیده بود ملحق گردید و صلح درمیان آمد-

درین ضمن چھبیلہ رام قوم ناگر ناظم الہ آباد دم از مخالفت زد۔ امیر الامرا وقطب الملک با پادشاہ از فتح پور بہ آگرہ آمدند۔ و تا فرونشستن فتنۂ الہ آباد توقفِ آگرہ ضرور افتاد۔

چھبیلہ رام فوت شد و گردہر بہادر برادرزادۂ چھبیلہ رام بنیاد مخالفتے کہ عمش گذاشتہ بود برپا داشت۔ حیدر قلی خان و محمد خان بنگش با فوجی تعین شدند و بتعویض و تفویض صوبہ داری اودھ با گردہر بہادر صلح واقع شد

درین اثنا نیرنگی فلک شعبدۂ دیگر وانمود۔ نواب نظام الملک ناظم مالوا رائحۂ مخالفت از امیر الامرا استشمام نمودہ گام سرعت بدکن برگرفت۔ و بعد قتل سید دلاور خان و سید عالم علی خان قسمی کہ تحریر می شود ملک دکن را بتصرف در آورد

امیر الامرا با پنجاہ ہزار سوار بہ عزیمت دکن نہم ذی القعدہ سنہ اثنتین وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۲) از اکبر آباد کوچ نمود۔

سبحان اللہ این دو برادر سیما امیر الامرا شجاعت و سخاوت و کرم و حلم و مواسات فطری داشتند و کافۂ انام را مشمول انواع احسان ساختند و ہرگز مجوزِ ستم و بیداد بر متنفسے نشدند اما مقلب القلوب نوعی دلہا را صرف کرد کہ دستگیر فتہای سادات از سادات برگشتند و ہرچند می دانستند کہ زوالِ دولتِ ایشان باعث خانہ خرابی ماست۔ می گفتند الہی این کشتی غرق شود ما ہم فرو رویم از بیگانگان چہ توان گفت۔

بعد برہم خوردن دولت سادات مردم دو فرقہ شدند جمعی بہ نیکی یاد می کردند و گروہی بہ بدی۔ و در مجالس فیما بین فریقین طرفہ مناقشہا برپا می شد۔

میرزا بیدل تاریخ عزل محمد فرخ سیر چنین بنظم آوردہ ع

دیدی کہ چہ با شاہ گرامی کردند | صد جور و جفا ز راہِ خامی کردند
تاریخ چو از خرد بجستم فرمود | سادات بوی نمک حرامی کردند ۱۱۳۱ھ

ومیر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی در جواب چنین انشاء کردہ

با شاہِ سقیم آنچہ شاید کردند | از دستِ حکیم ہر چہ آید کردند
بقراطِ خرد نسخۂ تاریخ نوشت | سادات دواش آنچہ باید کردند ۱۱۳۱ھ

القصہ اعتماد الدولہ محمد امین خان بنا بر قرابت قریبہ کہ با نواب نظام الملک داشت در فکر غدر اُفتاد۔ ومیر حیدر کاشغری را بر ان داشت کہ قابو یافتہ بقطع رشتۂ حیات امیر الامرا اقدام نماید۔

میر حیدر مسطور از ترکان دوغلات است۔ وجد کلانش میر حیدر[۱] صاحب تاریخ رشیدی ہموارہ ملتزم رکاب بابری و ہمایونی بود۔ چندے بہ فرمان روائی کشمیر ہم رسید۔ واز جہت میر شمشیری اینہا را میری می گویند۔

ششم ذی الحجہ سنہ اثنتین وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۲) در منزل تورہ سی وپنج کردہ عرفی از فتح پور سیکری مخیم عساکر شد۔ امیر الامرا بعد داخل شدنِ پادشاہ در محل سرا پالکی سوارہ بخانۂ خود برگشت ہمین کہ متصل کلال باری یعنی احاطۂ چوبین کہ گرد خیام پادشاہی نصب کنند رسید۔ میر حیدر کہ روشناس وراہ حرف داشت فرد احوال خود بدست امیر الامرا داد وشروع بضعیف نالی نمود۔ چون امیر الامرا مشغول خواندن شد بچستی خنجر آبداری بہ پہلوے امیر الامرا رسانید وکار تمام کرد نور اللہ خان از اقرباء امیر الامرا پیادہ ہمراہ می رفت بضرب شمشیر میر حیدر را از پا در آورد۔ ودیگر رفقاء امیر الامرا دست وپای زدند بجای نرسید قابو طلبان سر امیر الامرا را جدا کردہ نزد پادشاہ بردند

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۳۴ مطبوعہ کلکتہ۔

وپس ازین هنگامه لاش او را بحکم پادشاهی تکفین نموده و نماز جنازه خوانده به اجمیر نقل کردند و در جوار پدرش سید عبدالله خان مدفون ساختند۔

پیش از وقوع این سانحه مرد صالحے در رویا دید که سید الشهداء امام حسین رضی الله تعالیٰ عنه به امیرالامرا خطاب کرد که بَلَغَ وَعدُکَ وَغَلَبَ عَدُوُّکَ ۱۱۳۲ھ ۱۱۳۲ھ بعد شهادت امیرالامرا چون حساب کردند هر یک فقره تاریخ بود با صنعت تقلیب

حق این است که در قریب العهد کم امیری باین خوبی در عرصهٔ ظهور آمد نسخهٔ جامع اخلاق حمیده بود۔ وفور طعام وصلاے عام سرکار او مشهور است۔ مردم اورنگ آباد بالاتفاق نقل می کنند که در عهد امیرالامرا اکثر مردم در خانهٔ خود طعام نمی پختند۔ طباخان سرکار امیرالامرا طعام حصهٔ خود می فروختند و قاب پلاؤ مکلّف بچندپل سیاه می دادند۔

اجراء بلغور خانها از غله پخته و خام و احداث مجلس یازدهم و دوازدهم هر ماه در بلاد عظیمهٔ هند و دکن از اعمال خیر او ست۔ و تا امروز جاری است درین مجالس با مشائخ و فقراء بتواضع و انکسار سلوک می نمود و آفتابه در دستِ خود گرفته بر دستِ مهمانان آب می ریخت۔

و پیش از وصول دکن زر مهم سازی نمی گرفت۔ بعد رسیدن دکن متصدیان باظهار قلت مداخل و کثرت مخارج مزاجش برین آوردند۔ معهذا چون حیدرقلی خان حاکم بندر سورت اموال مُلّا عبدالغفور ملک التجار بندر مذکور که زیاده بر یک کرور روپیه بود ضبط نمود۔ مُلّا عبدالحیّ پسر متوفی بطریق استغاثه بحضور رسید و پانزده لکه روپیه بشرط معافی اموال نیاز امیرالامرا نوشته داد۔ روزے صبح مُلّا عبدالحیّ را طلبیده اموال با نیاز معاف کرد و به عطای خلعت نواخته رخصت وطن فرمود و گفت امشب مرا بر سر مال این مرد با نفس خود مجادله شد۔ آخر بر نفس طامع غالب آمدم۔

وقتیکہ امیرالامرا از دکن بدارالخلافہ معاودت نمود۔ می خواست کہ امین الدولہ وقائع خوان حضور پادشاہی را بنابر تقصیری کہ از امین الدّولہ در غیبت امیرالامرا صادر شدہ بود معاتب سازد۔ روزے کہ امین الدّولہ بملازمت امیرالامرا رسید وازدر درآمد میر عبدالجلیل بلگرامی حاضر بود میر بعرض نواب رسانید کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم در حق انصار و ذریت انصار دعا کردہ و در مراعاتِ ایشان وصیتہا نمودہ و فرمودہ تَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ یعنی درگذرید از گنہگار ایشان نواب از اولاد رسول اند صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم و امین الدّولہ از اولادِ انصار رضی اللہ عنہم باقتداء جد بزرگوار تقصیر مشارٌ علیہ عفو شود۔ امیرالامرا فی الفور از حالت غضب فرود آمد و امین الدّولہ را مشمول مہربانیہا ساخت

میر عبدالجلیل دران وقت با امین الدّولہ آشنا نبود امّا می دانست کہ از اولاد انصار است چون میر طریقۂ محدثین داشت و ہموارہ در مراعات سنن نبوی می کوشید شفاعت انصار برخود لازم دید۔

امیرالامرا خوش ذہن بود و شعر خوب می فہمید۔ و در فن تاریخ دانی متفرد می زیست و ارباب کمال را فراوان دوست می داشت و بعد نماز صبح اذن بود کہ صاحب کمالان درآیند و تا یکپاس روز با اینہا صحبت می داشت و تاکید بود کہ دران وقت دیوانیان و متصدیان حاضر نشوند۔

میر عبدالجلیل مرحوم تعریف خوش فہمی امیرالامرا بسیار می کرد و در مرثیۂ امیرالامرا قصیدۂ غرّا بنظم آوردہ و از فرط محبتے کہ با امیرالامرا داشت بکمال وا سوختگی حرف زدہ قصیدہ این است ؎

آثار کربلاست عیان از جبینِ ہند ۔۔۔ زد جوش خونِ آلِ نبی از زمینِ ہند

شد ماتمِ حسینِ علی تازہ در جہان ۔۔۔ سادات گشتہ اند مصیبت نشینِ ہند

نیلی است زین معامله پیراهنِ عرب / وز خونِ گریه سُرخ شد است آستینِ هند
گیتی چرا سیاه نه گردد ز دودِ غم / خاموش شد چراغ نشاط آفرینِ هند
هند این چنین مصیبتِ عظمی ندیده است / دیدیم داستانِ شهور و سنینِ هند
از داغِ دل زدند چراغانِ اشک جوش / این است نوبهارِ گُلِ آتشینِ هند
ماهی در آب می طپد و مرغ در هوا / از شیونِ عظیمِ امیرِ مهینِ هند
فرزندِ مصطفیٰ اخلفُ الصّدقِ مرتضیٰ / کز روی فخر بود بدانش یمینِ هند
رستم نشان حسین علی خان شهید شد / از خنجرے که بود نهان در کمینِ هند
آن صفدری که از قلمِ تیغ بارها / تحریر کرده نسخهٔ فتحِ مبینِ هند
تیغش بروز معرکهٔ خصم تیره بخت / چون برق می شگافت صفِ آهنینِ هند
دریا دلے که بود ز ابرِ عنایتش / شادابی بهارِ بهشتِ برینِ هند
از بهرِ هر فلک زده عالیجناب او / در ترکتاز حادثه حصنِ حصینِ هند
منقاد او شدند ازان سرکشانِ دهر / کز داغ ضبط کرد نشان بر سُرینِ هند
هند از شهادتش تنِ بے روح گشته است / یعنی که بود او نفسِ واپسینِ هند
عالم چو قیر در نظرِ خلق شد سیاه / اُفتاد تا ز خاتمِ دهر آن نگینِ هند
گردون ز اختران همه تن اشک گشته است / در اعتناءِ ماتمِ رُکنِ رکینِ هند
دل چاک چاک گشت و جگر داغ داغ شد / زین غم که گشت زهر از و انگبینِ هند
اِسْتَرْجَعَ الملائکُ وَاسْتَعْبَرَ الفلکُ / فِی هٰذِهِ المُصِیبَةِ سُحقًا لِّدِینِ هند
از دستِ ابن ملجمِ ثانی شهید شد / گوئی ز کوفه است گُلِ ماتمینِ هند
تا کربلا و تا نجف و تا مدینه رفت / سیلابِ خون دیدهٔ و آه و انینِ هند
ای دوستانِ آلِ محبّانِ اهلِ بیت / غمگین شوید بهرِ حسینِ حزینِ هند
تا حقِ اهلِ بیت رسالت ادا شود / بر رغمِ این جماعهٔ منصوبه بینِ هند

از کلکِ من بمرثیۂ سیّدِ شہید | این چند بیت ریخت چو دُرِّ ثمینِ ہند
رضوانِ حق چو سبزہ قرینِ ضریح او | تا ہست حُسن سبزہ بہ گیتی قرینِ ہند
سالِ شہادتش قلمِ واسطی نوشت | قتلِ حُسین کرد یزیدِ لعینِ ہند ۱۱۳۲ھ

(۸۴) آصف - نوّاب نظام الملک آصفجاہ طاب ثراہ

جدّ[1] مادری او سعد اللہ خان وزیر اعظم صاحبقران شاہ جہان پادشاہ است و جد پدری او عابد خان کہ پدرش عالم شیخ از عظماء اکابر سمرقند و از احفاد شیخ شہاب الدّین سہروردی بود۔

عابد خان در عہد شاہ جہانی واردِ ہندوستان گردید و بدولت روشناسی پادشاہ و خدمت گزینی شاہزادہ اورنگ زیب شرف اندوز گشت۔ و چون سلطان اورنگزیب را با برادران محاربہ بہ پیش آمد درین معرکہ ملتزم رکاب بود۔ و بعد از سریر آرائی بمنصب چہار ہزاری اختصاص یافت و در سال چہارم جلوسی بخدمت صدارت کل و بعد ازان بمنصب پنج ہزاری و خطاب قلیچ خان افتخار اندوخت و بعد عزل صدارت شانزدہم جمادی الآخرہ سنہ اثنتین وتسعین والف (۱۰۹۲) کرت ثانی مبتہا بہ خلعت صدارت آراست و در محاصرہ قلعہ گلکندہ حیدر آباد ببیست و چہارم ربیع الاول سنہ ثمان وتسعین والف (۱۰۹۸) بزخم گولۂ توب نقد جان نثار کرد۔

میر شہاب الدّین خلف عابد خان بمراتب علیا صعود نمود و بمنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بلند آواز گشت و در فتح بیجاپور از بس ترددات نمایان بظہور رسانید۔ بضمِ فقرہ "فرزند ارجمند" برالقاب سابق نوازشِ تازہ یافت۔ و در عہد شاہ عالم بصوبہ داری گجرات

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۷۵ مطبوعہ کلکتہ۔

مامور گشت - و در ایام حکومت گجرات سنہ اثنتین وعشرین و مائۃ والف (۱۱۲۲ھ) بعالم باقی شتافت

نواب نظام الملک آصف جاہ خلف نواب غازی الدین خان نام اصلی او میر قمرالدین است - وسال میلاد او سنہ اثنتین وثمانین والف (۱۰۸۲)

در ریعان شباب مطرح انظار خلدمکان بود و بمنصب چہار ہزاری وخطاب چین قلیچ خان سرافراز - و در تسخیر قلعہ واکنکیرہ مصدر ترددات نمایان گردیدہ باضافہ ہزاری بمنصب پنج ہزاری عروج نمود - و بعد رحلت خلدمکان در تنازع شاہزادہا سررشتۂ احتیاط بدست آوردہ ملتزم ہیچ طرف نہ گردید

وچون شاہ عالم سریر سلطنت آراست بخطاب خان دوران بہادر وصوبہ داری اودھ با فوجداری لکھنؤ کہ دران وقت فوجدار آنجا از حضور مقرر مے شُد ممتاز گردید - علامہ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی تاریخ خطاب او ہمین "خاندوران بہادر" یافت - ۱۱۲۴ھ

نواب نظام الملک بہ کمتر فرصت بنابر گرمی بازار امراء جدید و کساد امراء قدیم از نوکری استعفا کردہ بہ دارالخلافہ شاہ جہان آباد آمد ولباس درویشانہ پوشیدہ خانہ نشین گشت

بعد رحلت شاہ عالم چون نوبت سلطنت چند روزہ بہ محمد معزالدین رسید بہ عنایت اصل منصب وخطاب سابق نواخت - فقراء بے قید ہندوستان بر نواب نظام الملک طعنہ مے زدند کہ از خرقۂ درویشی برآمدہ بہ لباس دنیا در آمد - طریقۂ این جماعت دریوزہ گری ست ازان وقت با نواب نظام الملک سوال نہ کردند غیرت این طائفہ ہم تماشا باید کرد -

القصّہ چون محمد فرخ سیر بر تخت خلافت بر آمد بخطاب نظام الملک بہادر

فتح جنگ و منصب هفت هزاری مباهی ساخت و بنظم دکن مامور فرمود۔

وچون ایالت دکن به امیر الامرا سید حسین علی خان قرار گرفت و نواب به پایهٔ سریر خلافت شتافت حکومت مراد آباد تفویض یافت۔

وچون امیر الامرا از دکن به دار الخلافه معاودت نمود و محمد فرخ سیر را عزل کرده پادشاه نو را بر تخت نشاند حکومتِ مالوا به نظام الملک مقرر ساخت نواب نظام الملک به مالوا آمد۔ و بوی نفاق از امراء پای تخت استشمام نموده درسال دوم محمد شاهی مطابق سنه اثنتین وثلثین و مائة والف (۱۱۳۲) متوجّه دکن گردید۔

وغرهٔ رجب عبور دریای نربدا نموده قلعه آسیر را از طالب خان وشهر برهان پور را از محمد انور خان برهان پوری به صلح به دست آورد۔ امیر الامرا لشکر جرار به سرداری سید دلاور خان به تعاقب فرستاد۔ نواب به طریق رجع القهقری بمقابله شتافته۔ درموضع حسن پور سرکار هندیه سیزدهم شعبان سال مذکور تلاقی فریقین دست داد۔ سیّد دلاور خان بقتل رسید۔ و نواب قرین فتح و نصرت به دار السرور برهانپور عود فرمود۔ وهنوز زخم جراحت رسیدگان التیام نیافته بود که سید عالم علی خان برادر زادهٔ امیر الامرا نائب دکن تبدارک کمر بست۔ واز خجسته بُنیاد اورنگ آباد جلوریز جانب برهان پور شتافت وششم شوال سال مسطور درنواحی بالاپور از توابع صوبهٔ برار جنگے صعب روداد۔ سید عالم علی خان از فرط تهوری پاسے جلادت افشرده خون خود را بے محابا ریخت و نواب مظفر ومنصور داخل اورنگ آباد گردید۔

امیر الامرا به استماع این خبر قطب الملک برادر کلان خود را بضبط و ربط هندوستان از اکبر آباد جانب دار الخلافه مرخص ساخت۔ وخود با بادشاه عازم

دکن گردید۔ چون قلم تقدیر بزوال دولت سادات بارہہ رفتہ بود اعتماد الدولہ محمد امین خان شخصے را مقرر کرد تا امیر الامرا را در عین سواری پالکی بہ خنجر دغا کشت و این حادثہ ششم ذی الحجہ سال مذکور در منزل تورہ واقع شد۔ قطب الملک بوصول این خبر وحشت افزا یکے از شاہزادہا را از قلعہ دار الخلافہ برآوردہ بہ سلطنت برداشت و فوجی فراہم آوردہ بہ مقابلہ شتافت۔ و بعد محاربہ دستگیر گردید۔

چون نواب نظام الملک بہ نظم ممالک دکن اشتغال داشت وزارت بر محمد امین خان قرار گرفت۔

محمد امین خان پسر خواجہ بہاء الدین است کہ برادر نواب عابد خان مذکور و قاضی بلدہ سمرقند بود۔ محمد امین خان از عہد محمد فرخ سیر بخشیگری دوم باستقلال داشت۔ و بطوریکہ تحریر یافت بپایۂ وزارت اعلی مرتقی گشت اما بعد وزارت اجل فرصت نہ داد۔ و در ایام معدود در گذشت۔

نواب نظام الملک خود را از دکن بہ دار الخلافہ رسانیدہ خلعت وزارت پوشید و خواست کہ قواعد خلد مکان را کہ متروک شدہ بود بتازگی رواج دہد امراء خلیع العذار این را مخل مقاصد خود پنداشتہ مزاج پادشاہ را از نواب نوعے منحرف ساختند

در ہمان ایام مطابق سنہ خمس وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۵) آثار بغی از ناصیۂ حال حیدر قلی خان ناظم گجرات ہویدا گشت نواب بتادیب او مقرر گردید و بہ این تقریب امرا نواب را از حضور برآوردند۔ چون نواب بمنزل جہابوہ قریب گجرات رسید حیدر قلی خان کہ بارادۂ جنگ مسافتے طے کردہ بود تاب مقاومت در خود ندیدہ خود را دیوانہ قرار داد۔

نواب بہ دار الخلافہ عطف عنان نمود و در جلدوی این خدمت صوبہ داری مالوہ

و گجرات ضمیمۂ حکومت دکن و وزارت مقرر گردید اما از نفاق اُمرا غبار خاطرها افزونی گرفت و در سنہ ست و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۶) حکومت تمام ممالک دکن از تغیر نواب مبارز خان کہ از سالہا ناظم حیدر آباد بود مفوض گشت۔ و ملال پنہانی بدرجۂ اعلان رسید۔ نواب مخالفت ھوای دار الخلافہ با مزاج خود و موافقت ھوای مراد آباد کہ بیشتر بحکومت آنجا پرداختہ بود بہانہ ساختہ از پادشاہ رخصت مراد آباد گرفت۔ و چند منزل طے کردہ جلو عزم جانب دکن صرف ساخت و پاشنہ کوب خود را بہ دکن رسانید۔ مبارز خان بہ مقابلہ پیش آمد در سواد شکر کھیرہ شصت کروہ از اورنگ آباد فریقین بہم رسیدند۔ بیست و سیوم محرم سنہ سبع و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۷) جنگے عظیم واقع شد۔ مبارز خان تقتل رسید۔ و ممالک مجموع بنواب مسلم گشت۔

بعد ازین پادشاہ بہ استمالت نواب کوشید۔ و ہمیشہ بارسال فرامین عنایت و بذل انعامات مخصوص می ساخت۔ و درین ایام نواب بخطاب آصف جاہ بلند آوازہ گردید۔ و در سنہ خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۰) پادشاہ بمبالغہ تمام نواب را طلب حضور نمود۔ نواب خلف الصدق خود نواب نظام الدولہ ناصر جنگ بہادر را نائب دکن مقرر ساختہ خود بہ دار الخلافہ شتافت و شرف ملازمت پادشاہ دریافت۔ فضل علی خان تاریخ قدوم چنین در سلک نظم کشید ؎

صد شکر کہ ذات دین پناہی آمد — رونق دہِ ملک پادشاہی آمد
تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف — گفت آیتِ رحمتِ الٰہی آمد ۱۱۵۰ھ

نواب ہزار روپیہ نقد و اسپ با ساز نقرہ در وجہ صلہ عنایت نمود و بعد دو ماہ از وصول دہلی پادشاہ نواب را برای تنبیہ مرہٹہ دکن رخصت فرمود۔ نواب چون بہ اکبر آباد رسید۔ از بعض وجوہ شارع متعارف جنوبی گذاشتہ

سمت شرقی روان گردید۔ و بر سر اتاوہ و مکن پور مرور نمودہ زیر کالپی دریاے جمن را عبور فرمود۔ و از انجا رو بہ جنوب کرد۔ و بملک مالوا در آمد

فقیر در ہمین ایام عازم حرمین شریفین زادہما اللّٰہ کرامۃً شد و سیوم رجب سال مذکور از بلگرام بر آمد و از قنوج راہ اکبر آباد گرفت موکب نواب از قرب قنوج متوجہ کالپی شد امّا سرِ نہضت نواب بہ آن سمت معلوم نبود۔ بعد ازان کہ فقیر سہ منزل طی کرد خبر رسید کہ نواب از دریای جمن گذشتہ رو بہ دکن آورد بمجرد وصول این خبر انبساط عجیبے دست داد کہ از غیب بدرقۂ راہ بہم رسید۔ و طریق اکبر آباد گذاشتہ عنان بجانب کالپی منعطف ساختم و نہم رجب ببیست کروہ جنوبی کالپی وصول بموکب آصفجاہی اتفاق اُفتاد

نواب بعد طی منازل بشہر بھوپال از توابع صوبۂ مالوا رسید و فوج مرہٹہ از دکن استقبال کرد۔ در ماہ رمضان سال مسطور جنگہای صعب در سواد بھوپال واقع شد۔ چون آمد آمد نادرشاہ گرم بود۔ نواب مصالحہ را صلاح وقت دیدہ بہ دار الخلافہ رجعت نمود۔

چون نادرشاہ استیلا یافت و گذشت آنچہ گذشت نواب را نسبت بہ سائر امرا فراوان رعایت و مدارا می کرد۔ چون امیر الامرا خان دوران در جنگ نادرشاہ جانفشانی نمود پیش از استیلاء نادرشاہ منصب امیر الامرائی ضمیمۂ مراتب دیگر بہ نواب مقرر گشت و بعد رفتن نادرشاہ بحال ماند۔

و در سنہ ثلث و خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۳) نواب از پادشاہ رخصت دکن گرفتہ۔ و قطع مسافت نمودہ پرتو قدوم بر سواد برہان پور افگند۔ مغویان نواب نظام الدولہ ناصر جنگ را برین آوردند کہ سدِّ راہ بایدشد۔ اکثر سرداران و افواج دکن نخست عہد اتفاق بستند آخر بہ نظر نمک خوارگی نواب آصف جاہ

در اقدام حرب تقاعد نمودند۔ نواب نظام الدّوله رنگ فوج مشاہده کرده در روضۂ شاه برہان الدّین غریب گوشۂ عزلت گرفت۔ چون رایات آصفجاه بعد تنظیم و تنسیقِ ملک و نصب حکام جدید اوائل موسم برشکال قریب به اورنگ آباد رسید نواب نظام الدّوله به اندیشۂ آنکه مبادا آویزشی رود ہدا از روضه بقلعه ملہیر رفت نواب آصفجاه موافق قاعدۂ مستمر در موسم برشکال افواج را باوطان و چراگاه رخصت فرمود۔ وجریده در اورنگ آباد نشست۔ چون شیطان لعین راه زن بنی آدم است تا بحدیکه نتائج انبیا را بزور تسویلات از راه می برد۔ و بمعارضه تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ گستاخ می سازد۔ نواب نظام الدّوله بتحریک واقعه طلبان اراده اورنگ آباد مصمّم ساخت۔ وقریب ہفت ہزار سوار فراہم آورده بایلغار قریب اورنگ آباد رسید۔ نواب آصفجاه باہر قدر مردم که حاضر بودند و توپخانه در سواد شہر جانب عیدگاه بمدافعه قیام نمود۔ بیستم جمادی الاولی سنه اربع وخمسین ومائة والف (۱۱۵۴) وقت شام جنگ قائم شد از کثرت توپخانه آصف جاہی وظلمت شام وتنگی وقت۔ فوج طرف ثانی ازہم پاشید نواب نظام الدّوله فیل را تاخته بامعدودی خود را قریب فیل نواب آصفجاه رسانید۔ وزخمی شده در دست پدر والاگہر اُفتاد۔

نواب آصفجاه در سنه ست وخمسین ومائة والف (۱۱۵۶) که عزم به تسخیر ملک کرناتک برلبست۔ وبعد وصول آن دیار اوّل قلعه ترچناپلی را که در دست مرہته بود محاصره کرده مفتوح ساخت۔ وبعد ازان ملک ارکات را از قوم نوایت که از مدتے آن الکه را در تصرف داشتند انتزاع نمود وحکومت آنجا به انور الدین خان شہامت جنگ گوپاموی از جانب خود مقرر فرموده در سنه سبع وخمسین ومائة والف (۱۱۵۷) به خجسته بنیاد مراجعت کرد

ودر سنہ تسع وخمسین ومائتہ والف (۱۱۵۹) قلعہ بالکنندہ از توابع حیدر آباد کہ در دست بعض امراء دکنی بود بعد محاصرہ در فرصت کمی مفتوح ساخت

ودر سنہ احدی وستین ومائتہ والف (۱۱۶۱) خبر آمد آمد احمد خان ابدالی از جانب کابل بہ شاہجہان آباد گرم شد۔ نواب بہ اقتضاء مصلحت ملکی از اورنگ آباد بسمت برہان پور نہضت فرمود۔ فقیر بہ تکلیف نواب نظام الدولہ حاضر این سفر بود در برہان پور خبر رسید کہ احمد شاہ ظفر یافت و احمد خان ابدالی شکست خوردہ راہ کابل گرفت۔

نواب آصفجاہ را درین ایام مرضی شدید عارض شد۔ بہمان حالت بیست وہفتم جمادی الاولی خیمہ جانب اورنگ آباد برآورد۔ واز استیلاء مرض در سواد شہر برہان پور زیر خیمہ وقفہ کرد و بیماری روز بروز قوت مے گرفت تا آنکہ چہارم جمادی الآخرہ وقت عصر سنہ احدی وستین ومائتہ والف (۱۱۶۱) رایت بملک جاودانی برافراخت۔

وقت برداشتن نعش غریوی از خلق برخاست کہ زمین وزمان در لرزہ در آمد۔ امراء عظام جنازہ اش را دوش بدوش بہ میدانے رسانیدند۔ ونماز ادا کردہ بہ روضۂ شاہ برہان الدین غریب قدس سرہٗ روانہ ساختند۔ و پایانِ مرقد شیخ مائل قبلہ بخاک سپردند "متوجّہ بہشت" تاریخ رحلت اوست کہ راقم الحروف یافتہ۔ ۱۱۶۱ھ

بر واقفان اسرار سلف ہویداست کہ در طبقۂ سلاطین تیموریہ وطبقات پیشین امیرے بہ این اقتدار چشم روزگار کم مشاہدہ کرد۔ قریب سی سال بایالت ممالک دکن پرداخت وقلمروے کہ زیر فرمان چندین سلاطین ذوی الاقتدار بود تنہا در تصرف داشت وفتوحاتے کہ کارنامۂ روزگار باشد بجلوہ آورد۔

ومستحقین را بہ خیرات ومبرات فراوان نواخت۔ از دفترِ صدارت تحقیق نمودہ

شد کہ سہ لکہ روپیہ بدستخط او سوای انعامات بادشاہی درصوبجات دکن بطریق یومیہ
ودرماہہ بہ ارباب استحقاق می رسید۔ وسوای این قریب یک لکہ روپیہ بمردم حج
رو وغیرہم رعایت می فرمود۔

سادات وعلما ومشائخ دیار عرب و ماوراالنہر وخراسان وعراق عجم و
ہندوستان آوازۂ قدردانی استماع یافتہ رو بہ دکن آوردند۔ و درخور قسمت
حظے از احسان عام اندوختند۔

فقیر را بانواب آصفجاہ صحبتہای مستوفی دست داد۔ درصحبتِ اوّل اتفاقاً
ہندوئے بہ ارادۂ اسلام حاضر شد وشرف اسلام دریافت۔ عرض بیگی بعرض رسانید
کہ اُمیدوارِ نام است۔ فرمودنامی باید گذاشت کہ مُشعر دینِ اسلام باشد فقیر گفتم
مثلاً دین محمد۔ فرمود دیروز ہندوئے مسلمان شد نام او دین محمد گذاشتہ شد۔ گفتم دین محمد
ہرقدر زیادہ شود بہتر اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ بسیار منبسط گشت
وہمین نام مقرر نمود

نواب طبع موزونے داشت و دیوانے ضخیم از نتائج طبعش فراہم آمدہ۔ وقتے کہ
بتقریب وزارت از دکن بہ شاہجہان آباد تشریف آورد۔ فقیر در شاہجہان آباد
بودم۔ زادۂ طبع خود کہ ؎

کی سوی چمن میرود آن دستِ حنائی   امروز کہ آئینۂ گلزار بدست است

برای اتمام غزل در مجمع شعرا انداخت۔ نواب امین الدولہ وقائع خوانِ حضورِ
معلی۔ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل را تکلیف کرد۔ میر قصیدہ درین زمین طرح کرد کہ
مطلعش این است ؎

تا حُسن ترا مشعلِ انوار بدست است   مہ راہمہ شب کاسہ گدا دار بدست است

نواب امین الدولہ قصیدہ را بہ نواب آصف جاہ رسانید۔ محظوظ شد وتکلیف

ملاقات فرمود میر قصیدۂ دیگر در مدح نواب آصف جاہ پرداخته شبے بموافقت نواب امین الدوله نزد نواب آصف جاه رفت - نواب اعزاز و اکرام فراوان بعمل آورد و برابر خود بنشانده صله جا داد - و چون نسخۂ قصیده از نظر گذشت شمع را نزدیک طلبیده اشاره بانشاد قصیده کرد - هر یک بیت را بفهم در آورده بتوجه تمام اصغا نمود و جواهر تحسین افشاند - بعد استماع قصیده صله نقد و خلعت و اسپ تکلیف فرمود - علامۂ مرحوم موافق ضابطۂ قدیم خود نپذیرفتند - قصیده این است ؎

بهار آمد و واکرد غنچه بند قبا | گره ز خاطر بلبل کشود فیض صبا
زبسکه سبزه و گل در چمن هجوم آورد | نسیم کرد بصد حیله جای خود را وا
گرفت قهوه بکف در پیالۂ یاقوت | برای شاهد نو روز لالۂ حمرا
ببین به لاله و تحریک غنچه در هر برگ | چو طوطئ که ز منقار واکند پرها
شکنج طرۂ سنبل کند صید نظر | نگاه دیدۂ نرگس فسون هوش ربا
دمید نغمه ز منقار بلبل خوشگو | چو گلبنے که از و بشگفد گل رعنا
فزود حسن چمن از سحاب گوهر بار | چنانچه شان وزارت ز عمدة الوزرا
نظام ملت و ملک افتخار اهل کرم | قوام دین و دول آفتاب مجد و علا
بود بحسن وزارت به از نظام الملک | که نقش ثانی بهتر کشد نگار آرا
مشابه کف او بحر چون تواند شد | که نقص جزر بود مد بحر را بقفا
حباب نیست که بحر از نشئه کف او | کلاه فخر بیندا خت از خوشی بهوا
رسن ز موج زده بر میان بکف کشتی | کزو سوال کند چون قلندر دریا
زبیم کثرت جودش محیط ناله کند | گواه اوست برین بیم رعشۂ اعضا
گرفت خنصر یمنی خرد ز دانش او | چنانکه خلق ز جودش اصابع یسریٰ
رسیده است بجای تقدس ذاتش | که چون ملک بود از جنس انس مستثنیٰ

چو او ندیده امیری مهذب الاخلاق | بعینک مه و مهر این سپهر پشت دوتا
مثال رُوحِ مصور بود بپاکی ذات | نشانِ عقلِ مجسم بود به فهم و ذکا
چکد ز سنبل و گل شیشه شیشه عنبر و عطر | چو گرم جوشیِ خلقش شود چمن پیرا
صفای آینۂ رائے او بود چندان | کہ می نماید ازو آنچه رو دهد فردا
کرم ز دستِ گهربار او بود ممنون | ظفر به تیغِ چمن کار او بود شیدا
تعجب است ز شمشیر آتش افروزی | کہ جائی تیغ کف است و کف است بحرِ عطا
گره گره نبود نیزۂ عدو شکنش | کہ بند گشته درو جا بجا دلِ اعدا
گہِ نبرد بود ہمچو ابر صاعقه بار | کمان چو قوسِ قزح تیر چون شهابِ سما
ہزار شکر کزو مسندِ وزارت یافت | ہمان کہ یافت تنِ عاذر از دمِ عیسیٰ
برسمِ جشنِ طرب چید بزمِ رنگینی | کہ از تصورِ آن خامه گشت شاخِ حنا
ترانه سنج ز مرغوله ساخت چوگانے | رُبُود گوئِ دلِ سامعان بحُسنِ ادا
سپہر شد ہمه تن دیدۂ تماشائی | پئے نظارۂ این محفلِ نشاط افزا
بو تورلتادتو توک دن چو چوک قوشوق چیقدی | تو تو کچی قولودتو توک بولدی نیشکر موندا
قوشوق نسیم دن آچیلدی کوپ کوکل پیندو | قیبوز بقتلغ بولسون بلند قلدی نوا
محیطِ مدحتِ او را کرانه پیدا نیست | بزورقِ قلمی چون توان نمود شنا
شعارِ من نبود شعر بس کنم زین حرف | کز اہلِ فضلم و خوب است ز اہلِ فضل دعا
اَقُولُ وَفَّقَكَ اللهُ دَائِمًا بِالْخَيْرِ | بِلَا انْتِظَامِ اُمُوْرِ الْاَنَامِ فِي الدُّنْيَا
اَدَامَ قَدْرَكَ فِي الْجَاهِ مَا سَمَا الْاَفْلَاكَ | وَشَدَّ اَمْرَكَ بِالْعِزِّ مَا رَسَتْ رَهْوِي
فَاَنْتَ خَيْرُ ظَهِيْرٍ لِمَنْ رَمَاهُ الدَّهْرُ | وَاَنْتَ خَيْرُ نَصِيْرٍ لِزُمْرَةِ الضُّعَفَا
قَدِ اسْتُجَابَ دُعَائِي اِلٰهُنَا الْمُتَعَالُ | بِمُرْسَلٍ عَرَبِيٍّ وَّاٰلِهِ النُّجَبَا
ز فضل گر گزرم تیغ و نیزه می گیرم | کہ بر جلادتِ من شاہد اند این دو گوا

زذوالفقار چو برهان قاطعی دارم | بروز معرکه فیصل نمایم این دعوی
قلم نوشت برای وزارتش تاریخ | وزیرِ کشورِ ہند آصف دوام البقا ۱۱۶۴ھ
ہزار و یکصد و ستّی و چہار نصّ نشاط ۱۱۶۴ھ | دو گونہ جوہرِ تاریخ ازو شود پیدا
نَظَمْتُ فِی الْعَرَبِیِّ الْفَصِیْحِ تَارِیْخًا | حَلَّی وَزَارَتَہٗ سَالِبُ الرَّبِیْعِ لَنَا ۱۱۶۴ھ
اسیس دے کے کہی ہندوی مون یون سنبت | رہے جگت مون اچل باس یہ وزیر سدا ۱۱۶۴ھ
خرد بخامہ عبدالجلیل کرد ارشاد | کہ ختم کن بدعا این قصیدۂ غرا
ملائک از پیِ آمین این دعا شدہ اند | برنگ نرگس و گل چشم و گوش نوق سما
ہمیشہ ہر دو ز ہم شاد و کامران باشند | وی از وزارت و از وی وزارت اعلیٰ

(۸۵) آفتاب[1] - نواب نظام الدولہ[2] بہادر ناصر جنگ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

امیرے بود دین پرور - عدالت گستر - غیور صاحب عزم - صف آرای بزم و رزم در اجرای احکام شریعت غرا جہد وافی می نمود - و در فریاد رسی عاجز نالان بے دست و پا توجہ تام می فرمود - در فصاحت تقریر و ادراک لطائف سخن کوس یکتائی می نواخت و بذکر سوانح سالفہ سلاطین اولو العزم گوش مستمعان را لبریز دُر رمی ساخت

پایۂ مشق سخن را بہ تتبع میرزا صائب بجائے رسانیدہ بود کہ موشگافان دقائق معانی و رموز یابان لطائف سخندانی نمیتوانستند راہی بفرق تحقیق و تقلید کشود از مبادی سنّ شعور بمقتضای علو ہمت و فرط شجاعت ہوای تسخیر ممالک عظیمہ در سر داشت - نواب آصف جاہ در سنہ خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۰) حسب الطلب محمد شاہ بادشاہ بہ دار الخلافہ دہلی شتافت - و رتق و فتق صوبجات دکن بر سبیل

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۵ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ء۔
[2] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۴۲ مطبوعہ کلکتہ۔

نیابت به پسر والاگهر تفویض نمود- نواب نظام الدّوله در تنظیم و تنسیق امور مملکت و امنیت
بلاد و امصار و رفاه و فلاح عامهٔ خلائق تدابیر صائبه و مساعی جمیله بظهور آورد - و
به بذل انعامات و عطای مناصب و خطابات و جاگیرات وضیع و شریف منتسبان
دولت عظمیٰ را مورد نوازش ساخت و غنیم مرهته را که در دکن تسلّط بهم رسانیده و
صوبهٔ مالوا را بتصرّف در آورده و تا حوالی دهلی زیر و زبر ساخته گوشمال واقعی
داد و عرصهٔ دکن را از ترکتاز حوادث محفوظ و مصئون داشت

و چون نواب آصفجاه از دار الخلافه دهلی الویه توجّه به دکن برافراخت مغویان
نواب نظام الدّوله را بر سر مخالفت آوردند- و محاربه بوقوع آمد نوعی که- (در
ترجمهٔ نظام الملک) گذارش یافت

و در سنه خمس و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۵) نواب آصفجاه فرزند گرامی را از
عتاب برآورد و در سنه ثمان و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۸) در حیدر آباد او را
مورد نوازش فرمود و صوبه داری اورنگ آباد تفویض نموده رخصت آن بلده
ساخت -

و در سنه تسع و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۹) نواب آصفجاه از حیدر آباد
به دهارور رسیده پسر را از اورنگ آباد نزد خود طلبید- نواب نظام الدّوله
خود را بحضور رسانید-

نواب شهید ابتداءً درهمین سفر فقیر را تکلیف رفاقت نمود و در اسفارے که
پیش می آید با خود داشت و به اختیار مفارقت رضا نداد-

القصّه پدر و پسر بنابر مصلحت ملکی جانب واکنکیرا خرامش نمودند- از انجا
نواب آصفجاه پسر را بطرف میسور رخصت فرمود که از راجهٔ میسور پیشکش بدست
آورد- و خود به اورنگ آباد مراجعت نمود- نواب شهید بعد وصول سرنگ پتن

که دارالاقامه راجهٔ میسور است تحصیل پیشکش نموده خود را پیش پدر به اورنگ آباد رسانید۔ و عنقریب پدر و پسر جانب دارالسرور برهان پور خرامیدند۔ نواب آصفجاه در دارالسرور متوجّه دارالسرور شد و نواب نظام الدّوله مسند ایالت دکن را زیب و زینت بخشید۔ و از برهان پور بصوبه اورنگ آباد که مقرِ خلافت دکن است متوجه گشت و ایام برشکال را در انجا بسر بُرد۔

درین اثنا احمد شاه فرمان روای هندوستان بجهت اصلاح امور سلطنت که بسبب نزاع و نفاق اعیان حضور منجر بفساد عظیم شده بود۔ شقهٔ طلب به خط خاص نوشت

نواب باوصف موانع و مفاسد دکن و وسواس بغی هدایت محی الدین خان دختر زادهٔ نواب آصفجاه که از عهد آصفجاه به حکومت رایچور و ادونی سے پرداخت محض به امتثال حکم ظل الهی و اصلاح کارهای پادشاهی بافوج گران و توپخانهٔ فراوان عازم هندوستان شد۔ و تا دریای نربدا جلوریز خود را رسانید درین ضمن شقهٔ دستخط خاص پادشاه ناسخ عزیمت حضور ورود نمود و اخبار سرکشی و بے اعتدالی هدایت محی الدّین خان نیز بر سبیل تواتر رسید لهذا مراجعت به اورنگ آباد نموده موسم برشکال درینجا گزرانید۔

درین فرصت حسین دوست خان عرف چندا از رؤساء نوایت ارکات به هدایت محی الدین خان پیوسته اورا به گرفتنِ ارکات تحریض نموده۔ هدایت محی الدین خان رو به ارکات آورد و در انجا جم غفیرے از فرنگیان فرانسیس ساکن بندر پهلچری بوساطت چندا بافواج هدایت محی الدین خان ملحق شدند۔ و به اتفاق برسر انورالدین خان شهامت جنگ گوپاموی که از وقت نواب آصفجاه ناظم ارکات بود رفتند۔ شانزدهم شعبان سنه اثنتین وستین ومائه و

والف (۱۱۶۲) معرکۂ قتال آراسته شد بحسب تقدیر شهامت جنگ درجۂ شهادت یافت

نواب نظام الدوله بمجرد ظهور این سانحه درصددِ گرد آوری افواج - و اجتماع سردارانِ نامی دکن وافزونی مصالح حرب گشته با هفتاد هزار سوار جرار و توبخانه بیشمار و یک لکه پیاده بعزم تنبیه باغیان لوای عزیمت افراخت - و تا بندر پهلچری که پانصد کروه جریبی از خجسته بنیاد مسافت دارد - پاشنه کوب رسیده صف آرای میدانِ نبرد گردید - بیست و ششم ربیع الآخر سنه ثلث وستین ومائة والف (۱۱۶۳) تا سه پاس کامل آتش خانۂ فرنگ سرگرم اشتعال بود - آخر کار بیست و هفتم منه فرنگیان از رعب و مهابت محمدیان رو به هزیمت آوردند و هدایت محی الدین خان زنده بگیر آمد نواب به حکم لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ هدایت محی الدین خان را زنده نگاه داشت و مصاحبان و لشکریان او را قاطبةً از جان و مال امان بخشید دولت خواهان هرچند در پیشگاه نواب بدلائل قاطعه ثابت کردند که بقای هدایت محی الدین خان موجبِ هیجانِ مادۂ فتنه است او را از میان باید برداشت - نواب ترحم را کار فرموده هرگز بقتل راضی نشد و محفوظ نگاه داشته مردم را برای تقدیم لوازم خدمت تعین ساخت - نا انصافان قدر این نعمت غیر مترقب نشناختند و بفحوای كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ احسان جان بخشی بر طاق نسیان گذاشته پنهان کمر بدخواهی چست بستند - و فرنگیان با وصف شکست فاحش هنوز مصدر انواع شورش و خیره سری گردیدند و (نواب) بضرورت قلع ریشۂ فساد - توقف دران سرزمین واجب دانسته متوجه ارکات شد - و فوجی بمدافعۂ آن گروه باطل پژوه تعین نمود - از نیرنگی قضا و قدر چشم زخمی بفوج اسلام رسید و قلعه نصرت گده چنجی که پای تخت الکه کرناتک است بتصرف فرانسیس رفت - نواب از کمال غیرت و حمیت دین متین و مراعات رسم و آئین

ملک داری کہ تدارک ہر امرے باید فوراً بظہور رسیدہ عبرت افزای متمردان گردد۔ باوصف شدّت برشکال ومشاہدۂ طوفان نوح۔ وصعوبت عبور ومرور۔ وانقطاع رسد غلہ۔ خود بدولت متوجہ تنبیہ کفرہ فجرہ گشت۔ ویازدہم شوال سنہ ثلث وستین و مأتہ و الف (۱۱۶۳) از ارکات کوچ فرمود۔ وہفدہم ماہ مذکور بہ اشارۂ درویشی از جمیع منہیات توبہ کرد وتا نفس واپسین برحالت توبہ ماند۔

ازانجا کہ فلکِ شعبدہ باز در ہر جزو زمان نقشے تازہ بر روی کار می آرد۔ سرداران افاغنہ کرناٹک کہ درین یساق ملازم رکاب بودند۔ باوصف شمول عنایات وانواع رعایات وحقوق پرورش مطلقاً پاس نمک خوارگی ولی نعمت نداشتہ۔ واز قہر و غضب منتقم حقیقی نیندیشیدہ بہ طمع ملک و مال باطناً بافرنگیانِ بے دین متفق ویکدل شدند۔ وجمعے از کافرنعمتان دیگر راہم ضمیمۂ ادبار خود ساختند۔ وجواسیس خود فرستادہ فرنگیان را کہ زیر قلعہ چنجی اجتماعی داشتند بقصد شبخون طلبیدند۔ شب ہفدہم محرّم بحساب بنجم سنہ اربع وستین و مأتہ والف (۱۱۶۴) آخر شب رسیدہ یکایک جنگ انداختند

اگر افاغنہ بتقویت نصاری نمی پرداختند آن جماعہ کہ شرذمۂ قلیل بودند قدرت نداشتند کہ رو بہ لشکرِ اسلام آرند

ہر چند بعضی دولت خواہان پیش ازین بہ نواب رسانیدند کہ افاغنہ بر سر غدر اند از کمال صفائی طینت اعتبار نہ کرد کہ من باایشان چہ بد کردہ ام تا بحدی کہ وقت جنگ فیل را جانب افاغنہ راند کہ بہ اتفاق اینہا فرنگیان را باید برداشت ہمین کہ فیل نواب قریب فیل ہمت خان سردار افاغنہ رسید۔ نواب تواضعاً پیش از مجرای او دست بسر گزاشت۔ ازان طرف آداب مجرا بعمل نیامد۔ چون صبح ہنوز خوب ندمیدہ بود نواب گمان کرد کہ مرا نشناختہ اند۔ اندکی خود را در عماری بلند ساخت

درہمان فرصت ہمت خان وشخصی کہ درخواصی او نشستہ بود تفنگہا معاً سر دادند ہر دو تیر و تفنگ بہ سینۂ نواب رسید و کار آخر شد۔ افاغنہ سرِ نواب را بریدہ بر نوک نیزہ کردند و سلوکے کہ اُمت در ماہ محرم با امام الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردہ بودند نوکران نواب با نواب کردند اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مردم لشکر آخر روز سر را با تن ملحق ساختند۔ و تابوت را روانۂ خجستہ بنیاد نمودند و پائین مرقد شاہ برہان الدین غریب نزد نواب آصفجاہ زیر خاک سپردند۔

شہادت نواب قریب قلعہ چنجی بفاصلہ بیست کروہ از پھلچری واقع شد۔ راقم الحروف گوید ؎

نواب عدل گستر عالی جناب رفت — فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت

در ہفدہم ز ماہ محرم شہید شد — تاریخ گفت نوحہ گرے۔ آفتاب رفت ۱۱۶۴ھ

دران شب کہ آبستن صبح قیامت بود فقیر تمام شب نزد نواب حاضر بود۔ وقت دستار بستن آئینہ طلبید و بدستار بستن مشغول شد دران حال با عکس خود مکرر خطاب کرد کہ ای میر احمد! خدا حافظِ تُست نام اصلی او میر احمد است۔ وقت سوار شدن با وصف آنکہ وضو داشت تجدید وضو نمود و دوگانہ نماز ادا کرد و تسبیح گردانان و ادعیہ خوانان بر فیل سوار شد۔

و معمول نواب بود کہ در محاربات از سر تا پا آہن می پوشید دران شب جز جامۂ یک تہی ہیچ نپوشید و بہمین حالت بمرتبہ علیای شہادت فائز گردید۔

حافظ محمد اسعد مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمود کہ بخاطر من گزشت کہ شہادت نظام الدولہ عند اللہ چہ طور باشد۔ روز ہفتم از شہادت بعد فراغ از نماز صبح مستقبل قبلہ نشستہ بودم کہ بیخودی دست داد۔ بَیْنَ النَّوْمِ وَ الْیَقْظَۃِ مشاہدہ می کنم کہ دو شخص بلباس عرب یکے در یمین من است و دیگرے در یسار۔ شخص یمین بہ شخص یسار گفت

"کَیفَ شَہَادَۃُ نِظَامِ الدَّوْلَۃِ" او جواب داد "اِنَّہٗ لَشَہِیْدٌ وَ اللّٰہِ لُعِنَ قَاتِلُہٗ" ۱۱۶۴ھ

چون با فاقہ آمدم شبہ کہ در خاطر راہ یافتہ بود رفع شد۔ وصحت شہادت بیقین پیوست۔ باز بخاطر گذشت کہ تاریخی برای شہادت این امیر فکر باید کرد۔ با خود گفتم این عبارت را حساب باید کرد شاید بہ تغییر و تبدیل تاریخ شود۔ چون حساب کردم عبارت بی زیادت و نقصان تاریخ برآمد۔

حافظ محمد اسعد مکی

حافظ محمد اسعد مذکور رحمہ اللہ تعالیٰ مولد او مکّہ معظّمہ است نزد شیخ تاج الدّین مکّی و دیگر علماء حرمین شریفین تلمذ کرد و در منقولات خصوص حدیث و فقہ بے نظیر زمانہ بود۔ و در استقامت دین و سلوکِ جادۂ شریعت جدّ و جہد تمام داشت۔ فقیر را اوّل در طائف با او ملاقات دست داد و بعد ورود ہند باہم صحبتہا اتفاق اُفتاد

ذات بابرکات بود روز جنگ افاغنہ کہ شرح آن عنقریب می آید ہفدہم شہر ربیع الاول روز یکشنبہ وقت ظہر سنہ اربع وستین و مأتہ و الف (۱۱۶۴) بہ زخم چند تیر شربتِ شہادت چشید۔

مدفنِ او میدانِ جنگ سرزمین لکہریت پلی بفاصلہ یک فرسخ از موضع رای چونتی و یک فرسخ از درہ کمارہ کالوہ کہ درہ ایست مشہور در نواحی کمرپہ راقم الحروف گوید ؎

مَضٰی حِبْرُنَا اَسْعَدُ الْاَتْقِیَا ... اَلَا لَا یُرٰی مِثْلُہٗ وَاحِدٌ

لَقَدْ اَلْہَمَ اللّٰہُ تَارِیْخَہٗ ... قَضٰی نَحْبَہٗ عَالِمٌ مَّاجِدٌ ۱۱۶۴ھ

نواب نظام الدّولہ نوبتے در ارکات بشکار آہوئے کہ موافق ضابطہ قراولان رام کردہ بودند تشریف فرمود آہو را زیر خیمہ قریب مسند آوردہ نشاندند۔ نواب با حُضّار مجلس خطاب کرد کہ این را شکار باید کرد یا آزاد باید ساخت چون

خاطر مائلِ شکار بود موافق مرضی بعرض رسانیدند کہ شکار باید کرد آخر نواب از فقیر پرسید چہ باید کرد گفتم نقلے بیاد آمدہ۔ اگر حکم شود التماس کنم۔ فرمود چیست گفتم پادشاہے بقتل اسیری حکم کرد۔ ضابطہ است کہ ہر گاہ شخصی رامی خواہند بقتل رسانند استفسار مے کنند کہ اگر آرزوئے داشتہ باشی ظاہر کن۔ اگر امری ظاہر می کند بعمل می آرند۔ چون اسیر را پرسیدند گفت ہمین آرزو دارم کہ یک مرتبہ در مجلس سلطانی باریاب شوم مردم بعرض پادشاہ رسانیدند درجۂ قبول یافت۔ و اسیر را در بارگاہ حاضر ساختند۔ و استفسار کردند کہ عرضی داری گفت بخیر۔ وقتیکہ پادشاہ از مجلس برخاست اسیر بعرض رسانید کہ گنہگار واجب القتلم امّا حق صحبتے بر پادشاہ عالم ثابت کردہ ام پادشاہ ازین حُسن ادا مسرور شد و اورا امان داد حالا این آہو ہم حق صحبت ثابت کردہ است۔ پیشتر ہر چہ مرضی مبارک باشد

نواب لب بہ تبسّم شیرین کرد و آہو را ہم نام فقیر یعنی آزاد ساخت میرزا جلال اسیر حرف با مزہ می گوید؎

مزۂ کباب آہو بنمکِ خلاصی او　　　اگر از مِی مروت قدحے چشیدہ باشی

شبے در اورنگ آباد نواب سادات عرب را دعوت کرد۔ و دورِ قہوہ درمیان آمد نواب قہوہ را بسیار دوست می داشت۔ یکے از ساداتِ مدینہ منوّرہ خالی ذہن با نواب گفت اَلْقَھْوَۃُ مُحَرَّمَۃٌ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ نواب با فقیر خطاب کرد کہ مولانا چہ میفرمایند گفتم۔ غرض مولانا این است کہ قہوہ نزد بعضے علما معظم است و محرم از مادۂ احترام است نواب ساکت شد و سید ہم فہمید۔ و بعد برخاستِ مجلس ادائے شکر کرد کہ کلام مرا عجب توجیہے فوراً بخاطر رساندید۔

روزے در عرض راہ فیل سواری نواب و فیل سواری فقیر برابر می رفت و باہم حرف داشتیم۔ حدیث جبل احد مذکور شد کہ ھٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ فقیر

آن رانظم کردم و اخلاص نواب را با خود باقتباس حدیث شریف ادا ساختم ؎

هُوَ نَاصِرُ الْاِسْلَامِ سُلْطَانُ الْوَرٰی   اَبْقَاهُ فِی الْعَیْشِ الْمُخَلَّدِ رَبُّهٗ
حَازَ الْمَنَاقِبَ وَالْمَآثِرَ کُلَّهَا   جَبَلُ الْوَقَارِ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ

فقیر سوای این قطعه عربی که بطریق اخلاص برزبان گذشت و رباعی که در استعانت سفرحج نسبت به نواب آصفجاه نظم شد لب بمدح دولتمندے نکشوده - رباعی این است ؎

ای حامی دین محیط جود و احسان   حق داد ترا خطاب آصف شایان
او تخت بدرگاهِ سلیمان آورد   تو آلِ نبی را به درِ کعبه رسان

نواب شهید ذکاء طبع و سرعتِ اندیشه بدرجهٔ کمال داشت - و در لمحهٔ غزل طولانی آبدار به نظم می آورد - روزے از علو مزاج خود حرف زد که هرگاه غزلی در زمینِ اُستاد فکر کرده مے شود دل می خواهد که قوافی تازه بهم رسد - گفتم قافیه اجیر مشترک است اشتراک قوافی هیچ مضایقه ندارد - بسیار شگفته شد -

دیوان ضخیمی دارد - بعد شهادتِ او شخصے دیوان او را کشود سرِ صفحه این مطلع برآمد ؎

گر ترا خواهشِ قتل است بیا بسم الله   دم شمشیر تو و گردنِ ما بسم الله

و بیاد دارم که شبے غزلے مشق کرد و هرگاه در خانهٔ فکر می نشست اشعار آبدار مسلسل می تراوید - چون این بیت از طبعش سرزد ذوقی کرد که ؎

از پنجهٔ اجل نه هراسیم هیچ گاه   ما ناف خود به تیغ شهادت بریده ایم

این چند بیت از و در خزانهٔ حافظ موجود بود ؎

کدام گل به چمن گوشهٔ نقاب شکست   که شبنم آینه برروے آفتاب شکست
ای دل ز زلفِ یار مدد میتوان گرفت   سررشتهٔ ز عمر ابد مے توان گرفت

گر بیخودی بمیکده فالِ سفر زند | از چشمِ مستِ یار بلد مے توان گرفت
ای شوخ ہوائی مفگن تیر نگہ را | این ناوکِ بیداد بکارِ جگرے کن
مرنجان خاطرم جانان مزاج نازکی دارم | تو گر از حسن مغروری من از عشقِ تو مغرورم
از گلِ گوشۂ دستار بخود مے لرزد | قدِ او تازہ نہالی است کہ من مے دانم

بعد شہادت نواب **نظام الدولہ**۔ افاغنہ و نصاری **ہدایت محی الدین خان** را بسرداری برداشتند۔ و افاغنہ در جلدوی این حرکت قلاع و ملک بسیاری از ہدایت محی الدین خان نوشتہ گرفتند۔ **ہدایت محی الدین خان** با افاغنہ بپہلچری رفت۔ و کپتان یعنی حاکم آنجا را ملاقات کرد و جمعے از سپاہ نصاری ہمراہ گرفتہ عازم **حیدر آباد** شد۔ و بر سر **ارکات** عبور نمودہ در ملک افاغنہ در آمد۔ قضا و قدر اسباب انتقام نواب **نظام الدولہ** آمادہ ساخت۔ و در دل ہدایت محی الدین خان و افاغنہ غبار نفاق بر انگیخت۔ روزی کہ در سرزمین **لکریٹ پلی** مخیم شد ناخوشی طرفین بہ اعلان رسید۔ و عائد پرخاش شد۔ از یک طرف **ہدایت محی الدین خان** و نصاری و از طرف دیگر افاغنہ مستعد شدہ صف آرای قتال گردیدند **ہمّت خان** و دیگر سرداران افاغنہ بقتل رسیدند۔ و کار ہدایت محی الدین خان نیز بزخم تیرے کہ در حدقۂ چشم رسید آخر شد۔ اعیان لشکر نواب **صلابت جنگ بن آصفجاہ** را سردار ساختند۔ و سر ہمت خان و دیگر سرداران افاغنہ را بر نوک نیزہ کردہ و شادیانہ نواختہ داخل خیام گردیدند۔

و این سانحہ ہفدہم ربیع الاول سنہ اربع وستین و مأتہ والف (۱۱۶۴) واقع شد۔ خون نواب شہید طرفہ گیرا افتاد کسانیکہ با نواب شہید بہ دغا پیش آمدند۔ ہمہ بہ سزا رسیدند۔ و بعد شصت روز این ہمہ قاتلان در آنِ واحد مقتول گردیدند ؎

دیدی کہ خونِ ناحقِ پروانہ شمع را | چندان امان نداد کہ شب را سحر کند

از اتفاقات آنکہ روزیکہ این جنگ واقع شد یعنی ہفدہم ربیع الاول فرصت دفن مقتولان نشد۔ ہژدہم آنہارا از معرکہ برداشتہ درصحرای لق ودق مسکن وحوش وسباع روزانہ دفن ساختند وتابوت نظام الدولہ درہمین تاریخ ہژدہم بروضۂ مقدسہ۔ وبعد شام درجوار اولیاء اللہ مدفون گردید۔

سبحان اللہ نواب اوّل قاتلان خود را زیر زمین فرستاد و بعد ازان خود در کنار زمین آسود فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ

وہرجا در اثناء راہ تابوت اورا گزاشتہ اند۔ مردم مکانے ترتیب دادہ زیارت می کنند ونیاز ہا می گزرانند۔ ازینجاست کہ برای انتقال او تاریخ دیگر "حسن خاتمہ" برخاطر فقیر القاشد و در رشتۂ نظم منسلک گردید کہ ؎

نواب آفتاب جہانتاب معدلت — محشور با جناب حسین ابن فاطمہ
تاریخ خواستم ز برای شہادتش — ارشاد کرد پیر خرد۔ حُسن خاتمہ ۶۴ ۱۱

از جملہ سرداران افاغنہ کہ با نواب شہید طریق دغا پیمودند عبد المجید خان است کہ جدش عبد الکریم خان میانہ از عمدہ امراء سلاطین بیجاپور بود۔ واولاد او تا حال بہ حکومت بنکاپور وغیرہ از توابع کرناتک می پردازند۔ عبد المجید خان پسر خود بہلول خان را بہ اتالیقی نصیب یاور خان در رکاب نواب فرستاد اما باطناً پسر خود و دیگر سرداران افاغنہ را براہ غدر دلالت می کرد ومنصوبۂ شطرنج دغا غائبانہ می باخت۔

وہمت خان کہ نواب را بہ شہادت رسانید پسر الف خان بن ابراہیم خان بن خضر خان پنی است۔ خضر خان مدار کار عبد الکریم میانہ مذکور بود۔ وداؤد خان پنی کہ با امیر الامرا حسین علی خان بے وفائی کرد وجنگیدہ گشتہ شد پسر خضر خان است چون صوبہ داری دکن در عہد شاہ عالم بہ ذو الفقار خان پسر اسد خان وزیر تفویض یافت و

نیابت به داؤد خان پنی مرحمت شد- داؤد خان برادر خود ابراهیم خان را نیابت حیدرآباد مقرر کرد- وچون حیدر قلی خان در اوائل عصر محمد فرخ سیر دیوان دکن شد ابراهیم خان را به فوجداری کرنول مامور ساخت- ازان وقت کرنول در دست اولاد ابراهیم خان است-

درجنگ انتقام همت خان و دیوان او امانت الله خان که تخم این همه فساد کشتهٔ او بود و بهلول خان و نصیب یاور خان و دیگر بدخواهان از طرفین بیاسا رسیدند- وچون لشکر برسر کرنول آمد شهر را غارت کرد و اهل و عیال همّت خان همه به اسیری درآمدند- و ازشامتِ عملی که ازان بے همّت صادر شد جان و مال و آبرو همه برباد رفت- حالتِ دُنیا خود این است تا آل عُقبیٰ چه خواهد بود- وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ-

وحسین دوست خان عرف چندا هم به تیغ انتقام مذبوح شد و سرش بنوک نیزه رسیده- تفسیر این مقال آنکه محمد علی خان پسر انور الدین خان گوپاموی بعد شهادت پدر قلعه ترچناپلی را قائم کرد- چون طرّهٔ پرچم رایات نواب نظام الدّوله عرصهٔ ارکات را معطّر ساخت محمد علی خان آمده دولت ملازمت دریافت و بخطاب پدر مخاطب گشت- و بعد شهادت نواب نظام الدّوله پناه به قلعه ترچناپلی برد- درین وقت ریاست ارکات به چندا که در پهلچری نشسته بود عائد شد- و همان جماعهٔ نصارای فرانسیس که بر نواب نظام الدّوله شبخون آورده بودند همراه گرفته با فوجی دیگر برسرِ ترچناپلی رفت- انور الدین خان[1] فوج خود و فرنگیان انگریز ساکن دیوناپتن را با خود متفق ساخته بمقابله برآمد- چندی آتش حرب شعله خیز بود- آخر انور الدین خان غالب آمد و چندا زنده دستگیر شد و غرّهٔ شعبان سنه خمس وستین

[1] مراد ازین محمد علی خان پسر انور الدین خان است که بعد وفات پدر بخطاب پدر مخاطب گشته-

ومأته والف (۱۱۶۵) چندارا مذبوح ساختند و سرش را بر نوک نیزه کرده تشہیر نمودند وہمچنین سرداران فرانسیس با قوم خود ہزار ویکصد فرنگی سفید پوست ولایت زا سوائے فرقه کاروی زنده دستگیر شدند

وبعد شہادت نواب نظام الدوله جماعتی که شبخون آوردند۔ ہیچ کس روی آسایش ندید و مآل کار باین حالت کشید اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ۔

(۸۶) نصرت[1] - دلاور خان

نام اصلی او محمد نعیم است وطن اسلافش سیالکوٹ از توابع لاہور۔

میر عبدالعزیز پدر دلاور خان نوکر شاہزاده داراشکوه بود۔ بعد برہم خوردن داراشکوه و آرایش یافتن اورنگ دارائی به خلد مکان در سلک نوکران خلد مکانی انخراط یافت و رفته رفته بمنصب دوہزاری و خطاب دلاور خان امتیاز پذیرفت

میر محمد منعم با دختر عنایت الله خان کشمیری که از امراء عالمگیری است ازدواج یافت۔ و در عہد شاه عالم بخطاب پدر مخاطب گشت۔

و چون صوبه داری دکن در بدایت جلوس محمد فرخ سیر به نواب نظام الملک مقرر گردید دلاور خان در رفاقت او رخت به دیار دکن کشید۔

و چون امیر الامرا سید حسین علی خان رایت حکومت دکن افراخت دلاور خان را فوجداری رایچور از توابع بیجاپور تفویض نمود

و بعد زوال دولت سادات باربه و استقرار نواب نظام الملک در ممالک

[1] مآثر الامرا جلد دوم صفحه ۶۹ و نتائج الافکار صفحه ۴۳۴

دکن با نواب بسر می بُرد و بمزید قربت و احترام اختصاص داشت۔

و در سنہ تسع و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۹) بہ سرا بُستان بقا خرامید و برطبق وصیت در پای قبر مرشد خود مدفون گردید۔

شاہ ابراہیم

نام مرشدِ او شاہ ابراہیم است۔ قبر شریفش درون حصار روضۂ شاہ بُرہان الدین غریب قریب دیوار حصار واقع شدہ۔ محوطۂ مختصرے و مسجد سنگینے دارد۔

دلاور خان اقسام شعر خوب می گوید و مضامین مرغوب می بندد۔ دیوانش مرتب است این یواقیت ازان معدن استخراج می شود ؎

بسکہ می دارد حیا در پردہ محبوبِ مرا | دیدۂ بیگانہ داند مہر مکتوبِ مرا
مژگان بہم نیاید دلدار بی نقاب است | کی خواب میتوان کرد در خانہ آفتاب است
بی ابروی تو از نظرم نور مے رود | این تیر بے کمان چہ قدر دور می رود
بہ محفلے کہ بیک درد صد دوا بخشند | چہ می شود دلِ ما را اگر بما بخشند
نیست ممکن کہ بروبی تو دمے خواب مرا | می زند دست بہ پہلو دلِ بیتاب مرا
چشم پوشیدہ توان کرد سفر | چہ قدر راہِ فنا ہموار است
شیشۂ ساعت بود آئینۂ دنیا و دین | گر یکی آباد گردد دیگرے ویران شود
بر زمینی کہ او بناز نشست | خاک بر سر گر آسمان نشود
بہ عقبی رسیدیم از ترکِ دنیا | نشد آنچہ از دست از پشتِ پا شد
روز بد یاری نمی آید ز یاران دیدہ ام | سایہ ہم در زیر پا گم می شود وقتِ زوال

(۸۷) قبول میرزا عبد الغنی کشمیری

فاضل ممتاز بود۔ و سخن سنج معنی نواز۔ شاگرد رشید میرزا داراب جویاے

کشمیری است در شاہجہان آباد بسر می برد- و در سنہ تسع وثلثین ومائتہ والف (۱۱۳۹) پیمانۂ ہستی او لبریز گردید- مورخی تاریخ وفاتش ازین مصراع برآورد کہ ؎

"گنج معنی بود کرد افلاک در زیر زمین"
۱۱ھ ۳۹

شعلۂ آوازش چنین می بالد ؎

بہر حالت کہ می بینی زعیبِ سرکشی پاکم | چو لایِ بادہ گرد در عالم آبم ہمان خاکم
نہان کرد است صیادِ من از راہِ فسون سازی | چو تخمِ عشق پیچان دامہا در دانۂ خالی

(۸۸) گرامی- میرزا گرامی کشمیری

خلف وشاگرد میرزا عبد الغنی قبول کشمیری- رعنا طرز خوش مقالان است- و کلاہ گوشہ شکن نازک خیالان- در شاہجہان آباد قلندرانہ می گزرانید- و بہ کہنہ شراب تازہ گوئی دماغہا رامی رسانید-

وفاتش در سنہ ست وخمسین ومائتہ والف (۱۱۵۶) واقع شد- تاریخ گوئے سال وفاتش درین مصراع ضبط می کند ؎

"رندے عجبے ازین جہان رفت"
۱۱ھ ۵۶

طوطی ناطقہ راچنین در گویائی می آورد ؎

خونِ عشاق بران گردنِ سیمین باشد | چون بیاضی کہ پر از معنیِ رنگین باشد
ہمچو آن شمعی کہ روشن می کند صد شمع را | سوختم تا در غمِ او عالمے را سوختم

(۸۹) گلشن- شیخ سعد اللہ دہلوی قدس سرہٗ

از فقراء شعراست- منشأ خیالاتِ رنگین ومصدر اشاراتِ دلنشین- از وحشت کدۂ دنیا رم- و در تجرد وتوکل ثبات قدم داشت-

ومرید شاه گل متخلص به وحدت بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد سهرندی بود قدّس الله اسرارهم باین مناسبت گلشن تخلص می کرد۔

نسبتش به زبیر بن العوام صحابی رضی الله تعالیٰ عنه مے پیوندد و اسلام خان که به وزارت بعض سلاطین گجرات احمد آباد رسیده از اجداد اوست

بعد انقراض سلاطین گجرات و استیلای اکبر بادشاه یکی از اسلاف او از گجرات به دارالسرور برهان پور نقل کرد۔ شیخ سعد الله از برهان پور بر آمده رحل اقامت به دارالخلافه شاهجهان آباد افگند۔ و به اراده سیاحت هم بر خاست وطن اجداد یعنی احمد آباد و دیگر بلاد را سیر کرده به شاه جهان آباد برگشت و در همین مصر بیست و یکم جمادی الاولی سنه احدی و اربعین و مائته والف (۱۱۴۱) متوجه روضهٔ رضوان شد۔

دیوان سیر ضخامت دارد و شاهد سخن را باین رعنائی برکرسی می نشاند ؎

بچشم خویش نگر سحر سامری این است — نظر به آئنه کن شیشه و پری این است
گشتم شهید تیغ تغافل کشیدنت — جانم ز دست برد غزالانه دیدنت

(۹۰) یکتا - احمد یار خان

از نژاد قوم برلاس است۔ اسلاف او در قصبه خوشاب از اعمال لاهور توطن داشته اند۔ پدرش اله یار خان به صوبه داری لاهور و تته و ملتان رسید و آخر سالها به فوجداری غزنین قناعت کرد۔

احمد یار خان در اواخر عهد خلد مکان صوبه دار تته شد۔ یکتای اماثل بود و مستجمع فنون فضائل۔ خطوط در نهایت جودت مے نگاشت۔ و تصویر در کمال تحفگی می کشید۔ و اقسام شعر بقدرت می گفت۔

در سنه تسعه عشر و مائته و الف (۱۱۱۹) وارد بھکر شد۔ و با علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی صحبت معتقدانه داشت۔ و نسخۂ کلام اللہ بخط نسخ از تحریر خود بطریق یادگار تسلیم نمود۔ و امروز موجود است۔

نگارندۂ اوراق وقت معاودت از سفر سندھ به ملتان رسیده استماع یافت که احمد یار خان بیست و سیوم جمادی الاولی سنه سبع و اربعین و مائته و الف (۱۱۴۷) در قصبۂ خوشاب خلوت نشین تراب گردید۔ و به استدعاے مهربانے قطعه تاریخی در سلک نظم کشیدم و یک عدد زیاده را بحسنِ تعمیه برآوردم ؎

خانِ والا رتبه احمد یار خان ذاتِ او آئینۂ خلقِ عظیم
در فنونِ فضل یکتایِ زمان زادۂ افکار او دُرِّ یتیم
کرد از معمورۂ گیتی سفر ماتم او ساخت دلها را دو نیم
چونکه یکتا[۱] رفت۔ شُد تاریخ او جایِ احمد یار خان بزمِ نعیم

مثنوی متعدد دارد مثل "گلدستۂ حسن" و "شهر آشوب" وغیر ذلک

وقتے محمد عاقل یکتا لاهوری با احمد یار خان مناقشه کرد که یکتا تخلص از من است۔ تخلص مرا بمن وا باید گذاشت۔ احمد یار خان گفت یکتا نشدیم بلکه دوتا شدیم و قرار داد که با هم غزلے طرح کنیم۔ هر که خوب گوید تخلص از و باشد۔ خان مذکور زمانے و مکانے معین ساخت۔ و جمیع صاحب طبعان لاهور را فراهم آورد۔ و غزلی که طرح کرده بود بر یاران عرض کرد و صدای آفرین و تحسین از هر جانب بلند شد محمد عاقل مهر سکوت بر لب زد۔ هر چند یاران تکلیف کردند۔ غزل خود را دون یافته بر زبان نیاورد۔ احمد یار خان محضری درست کرد و به مهر و دستخط حضار سخن سنج مزین گردانید۔

---

[۱] ای هرگاه از مصرع تاریخ یک عدد کم نموده شد تاریخ مطلوب بیرون آمد۔

آفرین لاهوری این بیت دستخط کرده

بزین معنی گواهیم آفرین ما — که احمد یار خان یکتاست یکتا

و دیگرے این مصراع ثبت نموده

"گوهر یکتاست احمد یار خان"

این چند بیت ازان غزل طرحے است

تا خطش طرح جهانگیری کاؤسی ریخت — لشکر زنگ چو رومی بسر روسی ریخت

بامیدیکه شود جلوه گر آن سرو روان — خاک شد جبهه و در راه قدمبوسی ریخت

سرمه آلود نگاهی که بیادم آمد — که سرشک شفقی از مژه ام طوسی ریخت

بر در بتکده از نالۂ زارم ناقوس — همه تن اشک شد و در بر ناقوسی ریخت

شمع از اشک رخش بوقلمون سوخت به بزم — جای شکش همه خاکستر طاؤسی ریخت

از بسکه سراپا زغم عشق تو داغم — چون کاغذ آتش زده یک شهر چراغم

چه پرسی از سر و سامان من عمریست چون کاکل — سیه بختم پریشان روزگارم خانه بر دوشم

(۹۱) شهرت - شیخ حسین شیرازی

از شعراء راست اندیشه - و اطباء حذافت پیشه است - اصلش عرب بود - در ایران نشو و نما یافته - آخر سرے به هند کشید - و در سرکار محمد اعظم شاه بن خلد مکان بعنوان طبابت نوکر شد - و در عهد شاه عالم به اعزاز و احترام بسر می برد

و در زمان محمد فرخ سیر بخطاب حکیم الممالک سر بلندی یافت - و در عصر محمد شاه احرام بلیت الله بست و بعد ادای مناسک بدرگاه خلافت معاودت نمود - و بمنصب چهار هزاری سر افتخار بفلک چهارم رسانید -

ل نتائج الافکار صفحه ۱۷۴ مطبوعه مدراس ۱۸۸۳ء -

وفاتش در شاهجهان آباد ماه ذی الحجه سنه تسع واربعین ومائة والف (۱۱۴۹)
اتفاق اُفتاد - محرر سطور گوید

بے نظیرِ زمانہ شیخ حُسین | گوی معنی ز نکته سنجان بُرد
ہاتفے از براے رحلتِ او | سال تاریخ گفت - شہرت مرُد ۱۱۴۹ھ

منتخبے از دیوانش بنظر رسید واز انجا بتحریر در آمد

کی برای مطلبے دل را منور ساختیم | مالوجه الله این آئینه را پرداختیم
نه من شہرت تمنا دارم و نی نام مے خواہم | فلک گر وا گزارد یکنفس آرام میخواہم
ناله پنداشت که در سینهٔ ما جا تنگ است | رفت و برگشت سراسیمه که دنیا تنگ است
ای گل سرِ کویِ تو جدا از وطنم کرد | من خارِ تو بودم که برون از چمنم کرد
صبح شو تماد ر فروغت روز عالم بگذرد | یکنفس دم را غنیمت دان که این هم بگذرد
مرا زلفت ز دام آزاد خواهد کرد مے دانم | ولی بعد از رهائی یاد خواهد کرد می دانم
مفلسی می آورد از یاد دستی حاتمے | هر کجا دیدیم آخر کرد بسیاری کمی
خوابِ گرانِ مردم بیدار کرد ما را | بد مستیِ عزیزان هشیار کرد ما را
در خرابیهای دل هرگز ندارم مهلتے | در شکستِ نقدِ قلبِ خود ندارم فرصتے
پس از عمری که کردم همچو قمری خدمت سروے | براتی دارم و بر عالمِ بالاست تنخواهش
غیر در بزم شکستم نکند پا قائم | زانکه من خاصیتِ ریزهٔ مینا دارم
بر یکدگر زیادتی از بسکه می کنند | این قوم نیستند ز ابنِ زیاد کم
به قاتل هم توان بخشید خونِ خویش گر مردی | نهٔ کم از حنا ظالم کسی را دستگیری کن
می رسند از بسکه پیش از من بعیب کارِ من | دوستر می دارم از خود دشمنانِ خویش را
قطرهٔ من گرچه گوهر شد ز سعیِ روزگار | کار آسان سخت شد از منتِ یاران مرا
اهل دولت غلط است اینکه همه بی دردند | هر کرا دیدم ازین طائفه آزاری داشت

ای کہ می گوئی کہ از صحبت گریزانی چرا — دربساطم عمر ضائع کردنی کم مانده است

بغیر ظلم توقع مدارا ز ظالم — کہ نخل شعلہ اگر بار می دہد شرر است

کدام واسطہ پروانہ را بہ شمع رساند — برای مردم گم گشتہ خضر راہ کہ دید

(۹۲) ثابت میر محمد افضل الہ آبادی

از احفاد میر ضیاء الدین حسین مخاطب بہ اسلام خان خوستی سفیدونی متخلص بہ والا است کہ از امراء درگاہ خلد مکان بود۔

میر محمد افضل ثابت آسمان والا فطرتی۔ و سیّار سپہر بلند فکرتی است۔ پایۂ فضیلت درسی محکم داشت۔ و در شعر گوئی و شعر فہمی و محاورہ دانی فرس اُستاد بے نظیر و مسلم صاحب کمالان شہر دہلی می زیست۔ چندگاہ در اُردوی پادشاہی بتلاش منصب و جاگیر سلسلہ طالع جنبانید آخر پای سعی در دامن قناعت کشید و در دارالخلافہ شاہ جہان آباد منقطعانہ بسر مے برُد

و دوازدہم شہر ربیع الاول سنہ خمسین و مآئۃ والف (۱۱۵۰) رخت زندگانی بربست۔ و در شاہ جہان آباد مدفون گردید۔

جمیع اقسام شعر استادانہ می گوید خصوص در قصیدہ شانی بلند دارد۔ دیوانش حاوی انواع سخن است۔ در وقت تحریر۔ نسخۂ بدخطی بدست اُفتاد۔ و بمشقت تمام این ابیات حاصل شُدے

تا تماشای دہانت کرد حیران غنچہ را — شاخ گل دستیست در زیر زنخدان غنچہ را

مرد ہر دم قطع اسباب معیشت مے کند — ہرچہ می اُفتد بدست تیغ قسمت مے کند

قسم بمصحف گل عندلیب باغ توام — بمرگ شمع کہ پروانۂ چراغ توام

بند در قیب پیش تو بر خود نیاز را — چون نا مقیدے کہ گزارد نماز را

صدبار گر توانی مانند نبض جستن | صورت نمی پذیرد از دستِ خلق رستن

صیّاد بی مروّت شوقِ طپیدنم گشت | تا چند پا شکستن بر بال رشته بستن

بخانۂ نہ نشستم بغیرِ خانۂ خویش | شدم برنگ نگین سنگ آستانۂ خویش

غنی در آتشِ سوزان ہمیشہ چون حمّام | عذاب می کشد از پہلوی خزانۂ خویش

شمع افروختہ را کس نفروشد ثابت | داغم وگرمیِ بازار ندارم چہ کنم

این تیر خاکیِ نگہِ شرمگینِ او | می جوید از مزار شہیدان نشانِ ما

چون ماہیِ تصویر کہ در آب بیفتد | در جلوۂ معشوق شود کم اثرِ ما

ہمچو گردی کہ بلند از اثرِ قافلہ شد | داد بر بادِ فنا رفتنِ یاران مارا

خواب دیدیم کہ آئینہ معارض بتو شد | می کند صورتِ این واقعہ حیرانِ مارا

شبنمِ من خوردۂ گل را نہ بندد در کمر | آبرو غافل ز فکرِ سیم و زر دارد مرا

یافتم از سلام مردمِ ہند | سرسری بود آشنا یہا

چشمِ بیمار ترا حاجتِ تعویذی نیست | ہیکلِ ناخنِ شیر است صفِ مژگانت

نذر این یاران کنی گر خوردۂ جانِ عزیز | خوردہ گیران بر نمی دارند دست از کار خویش

چو نرگس نخواہم داشت چشم از قامتِ سبز آن | بود تا در سوادِ گلشنِ ہندوستان جایم

ہست چون سبحہ بہم ربطِ عزیزانِ جہان | نہ یکی ماند ازین سلسلہ برجا نہ صدی

عکسِ رُخِ تو آینہ را رونمے دہد | تسکین خاطرش بچہ صورت کند کسی

رباعی

در مملکتِ قدس شہنشاہ حسین | بر اوجِ سپہرِ کبریا ماہ حسین

برخاست کمر بستہ پے دعوے حق | انگشتِ شہادتِ یداللہ حسین

(۹۳) رائج۔ میر محمد علی سیالکوتی

از سادات سیالکوٹ من اعمال لاہور است مردی آزاد مشرب خوش خلق

خوش صحبت بود۔ و در شہر خود قلندرانہ مے گذرانید۔ و ہنگامۂ سخنوری گرم می داشت عمرے دراز یافت۔ گویند در منتہای عشرہ خامسہ بعد مأتہ و الف (۱۱۰۰) مرحلۂ زندگانی طے کرد۔

فقیر در سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) از سفر سندھ معاودت نمود۔ و عبور بر سرِ لاہور افتاد۔ دران ایام عزیزی از سیالکوٹ از صحبت او آمدہ و خبر قدوم فقیر شنیدہ رسم زیارت بجا آورد۔ و برخی از اشعار میرزہ آورد و فقیر ساخت از ان جملہ است ؎

روز وصل از بیم ہجرانِ توام گریان گزشت | آہ عید آمد پس از عمری و دربا ران گزشت
چسان آموخت بیرحمانہ بر فتراک سر بستن | ز طفلی آن شکار افگن نمی داند کمر بستن
اگر با حق نیازی ہست حاجت نیست تعمیری | ستون و سقف درویشان ہمین دستِ دعا باشد

(۹۴) آفرین ۔ فقیر اللہ لاہوری

در محلہ بخارای لاہور سکونت داشت۔ راقم الحروف وقتے کہ از ہند جانب سندھ رفت بیست و نہم محرم سنہ ثلث و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۳) در لاہور با او برخورد۔ بسیار خوش خلق متواضع بود۔ دران ایام قصۂ ہیر و رانجھا نظم می کرد پیش فقیر داستانے خواند۔ این بیت از قسمیہ بیاد ماند ؎

کہ عید آمد و جامہ گلگون نکرد | بعریان یتیمی تمنا نورد

و چون از بلاد سندھ عطف عنان نمودم و ہفتم رجب سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) واردِ لاہور شدم و تا دوازدہم ماہ مذکور در انجا اقامت اتفاق افتاد۔ ملاقات مشارٌ الیہ بمرات واقع شد۔ مسودۂ اول تذکرۂ "ید بیضا" تالیف فقیر کہ نقش ناتمام بود خواہ نخواہ گرفت۔ و از منظومات خود مثنوی "ابنان

معرفت" بخط خودش بطریق یادگار تسلیم فقیر نمود۔ عنوانش این است ؎

ای مُغنّی به وضوے تجرید — صبح شد صُبح نمازِ توحید
صبح یعنی که ظهورش همه جاست — شش جهت سجدۂ خورشید رواست

دیوان آفرین مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔ و این چند بیت فرا گرفته شد ؎

ستم بر زیر دستان مرد سرکش را خطر دارد — فلک را شیوۂ عاجز کشی زیر و زبر دارد

شبِ سپاه تغافل پیِ صف آرائی است — نقیب نالہ صدائی که اشک مجرائی است
هنوز حسنِ تو نو مشق جلوه پیرائی است — هنوز اولِ درسِ کتاب رعنائی است
هنوز چشمۂ نوشِ تو بوی شیر دهد — هنوز لعل لبت غافل از مسیحائی است
هنوز سرو قدت گرچه گرد آغوش است — هنوز لعل شکرخا در آستین خائی است
هنوز دامنِ حسنت ز صبح پاکتر است — هنوز ماه تو ایمن ز داغ رسوائی است
نهال مهر و وفا تا چه بارے بندد — بهار حسن ترا آفرین تماشائی است

بقدرِ تاب و طاقت مگذر از تسکینِ محتاجان — نداری قوتِ دستِ کرم دستِ دعا بکشا

حسن را در اضطراب آرد شکوهِ عجز عشق — شمع می لرزد بخود از شوخیِ پروانها

گلِ آفت بود در ناتوانی خود نما بودن — عروجِ شاخِ نازک در بغل دارد تنزل را

داغِ دلِ افتادگان از غیب باشد روزنے — شد کشف این معنی مرا از قرعۂ رمّالها

هست کارِ عاشقان بعد از فنا هم جذبِ دوست — تشنگی بسیار دارد آنکه ماهی خورده است

بزور بهزل زبردست من شود حاسد — چنانکه طفل پدر را بخنده زیر کند

تجرد حجتِ قاطع بود صاحب کمالے را — قبایِ بیضه بر تن می درد مرغی که کامل شد

مرد حق محکوم نادان گر شود بیقدر نیست — عزّتِ مصحف ز دست اندازِ طفلان کم نشد

ذلت بود نتیجۂ آمیزشِ خسیس + — بر گرد می زنند و نمد چوب مے خورد

بامیدِ محقق مے پرستم ہر مزدّور را ازین ویرانہا شاید رسم روزی بمعموری

(۹۵) روحی ـ سید جعفر رنبیر پوری

رنبیر براء مہملہ در اول و آخر و نون و باء موحدہ و یای تحتانی بروزن زنجیر قصبہ ایست پانزدہ کروہی از لکھنؤ

سلسلۂ نسب سید جعفر بہ سید نعمت اللہ ولی مے پیوندد۔ و سید محمود حاجی الحرمین الشریفین کہ یکی از اجداد اوست سواد ہند را بہ پرتو قدوم خود روشن ساخت۔ و در قصبۂ جالیسر از مضافات آگرہ متوطن گردید و یکی از احفاد سید محمود بتقریبی در موضع رنبیر پور وارد شد و رحل اقامت افگند

سید جعفر در عشیرۂ شیوخ عثمانی بلگرام کدخدا شد۔ سیدے پاک نژاد صوفی مشرب بود۔ و در توحید مذاقی عالی داشت۔ مدتہا سید العارفین میر لطف اللہ بلگرامی قدس سرہٗ را خدمت کرد و فیضہا فراہم آورد۔ اکثر از رنبیر پور بدار السلام بلگرام کہ چہار منزل است برای ادراک صحبتِ سید العارفین قدس سرہٗ مے رسید و غنچہ ہای اسرار از بہشت محفل اقدس مے چید۔

و در عہد شاہ عالم بہ شاہ جہان آباد تشریف بُرد۔ و چندی بسیر آن مصر جامع پرداخت و با صاحب طبعانِ آنجا سیما میرزا عبد القادر بیدل رحمہ اللہ تعالی صحبت داشت۔

در اواخر عمر سالہا در بلدۂ لکھنؤ رخت بدار الامن انزوا و توکل کشید۔ و عرض عمر را بطول مشق فنا خوش گزرانید۔ مردم بسیار با وگرویدہ بودند و از روی اعتقادِ صادق خدمت بجاے آوردند۔

فقیر و آن مرحوم باہم محبّت مفرط داشتیم۔ و دوام مجالس صحبت مے آراستیم

ملاقات آخراین است کہ در تاریخ ہژدہم ذی الحجہ سنہ ثمان و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۸) عبور فقیر بر لکھنؤ و نزول در تکیۂ ایشان اتفاق اُفتاد۔ آن روز درانجا مجمع صاحب طبعان بود مثل شیخ عبدالرضا متین اصفہانی و آقا عبدالعلی تحسین کشمیری و میرزا داؤد اکبرآبادی از آخر روز تا نیم شب صحبتی رنگین گزشت۔

سید جعفر غرہ رمضان سنہ اربع وخمسین و مأتہ والف (۱۱۵۴) بحظائر قدس اُنس گرفت۔ و در زنبیر پور مدفون گردید۔ کاتب الحروف گوید ؎

سیدِ نکتہ سنج حق آگاہ — کرد آہنگ بزم سبوحے
سال تاریخ او شود پیدا — وقت تکرار۔ جعفر روحے

۵ ۷ ۷
۲
۱۱ ۵ ۴

دیوانِ مختصری دارد این چند بیت از انجا بقلم می آید ؎

سیرِ نزولِ ذات بانسان رسید و ماند — چون وحیِ آسمان کہ بہ قرآن رسید و ماند
گُشت چشمِ تو ولی فتنۂ قامت باقی است — نیست آرام بمردن کہ قیامت باقی است
اسیرِ مفلسی می دارد استغنا ہنرور را — کند گردن کشی از دانہ کم قسمت کبوتر را
از عدم بیداریِ دل ہست رہ آوردِ ما — آب چشمِ خفتگان چون صبح باشد گردِ ما
چو ماہِ نو کمندِ جذبۂ حسن است ہر مویم — بسر خورشید غلطان آید از تحریک ابرویم
زفیضِ مفلسی قیمت فزاید اہل جوہر را — لباسِ غیرِ عریانی نہ زیبد لعل و گوہر را
عینکم شد دو جہان پردۂ یک راز نماند — سنگ گردِ رہم گشت نگہ باز نماند
صاحبِ دل از شکوہ حرف وصوتم محرم است — چون سویدا نقطۂ شعرِ سوادِ اعظم است
کے رو سیاہ کردم از منتِ سوادے — حرفم زخود تراود چون خامۂ فرنگی
شگفتہ جبہہ کدام آفتاب مے آید — کہ خندہ چون سحر از گرد کاروان پیداست

(۹۶) اُمید- قزلباش خان ہمدانی

نام اصلی او میرزا محمد رضاست- در عنفوان جوانی از ہمدان به اصفهان آمد
و با میرزا طاہر وحید نسبتِ تلمذ درست کرد
و در عہد خلد مکان به ہندوستان رسید و به عطای منصبی امتیاز پذیرفت و
در عہد شاہ عالم بخطاب قزلباش خان سرفراز گردید- و در زمان محمد معز الدین
بتقریب خدمتے به دار السرور برہان پور آمد- و در ایام ایالت امیر الامرا سید
حسین علی خان از خدمتے که در برہان پور داشت معزول شده به خجسته بنیاد
رسید و به داروغگی احشام کرناتک مامور گردید- و باین تقریب به ارکات رفت و بعد
چندگاه رفاقت مبارز خان ناظم حیدر آباد اختیار کرد- و روز جنگ با مبارز خان
حاضر بود- بعد گشته شدن مبارز خان در قید نواب آصف جاه اُفتاد- و غزلے
طرح کرده بجناب نواب ارسال داشت- نواب شفقت فرمود- و به مزید عنایت و
بحالی جاگیر مرہمے بر جراحت گذاشت- و حراست قلعه منی مرک از توابع کرناتک
که الماس از سواحل دریای کشنا بر آورده در انجا درست مے سازند- تفویض فرمود-
قزلباش خان بعد چندی رخصتِ حرمین شریفین گرفت- و بعد تحصیل زیارت
مراجعت نمود- نواب آصف جاه بدستور سابق مورد الطاف ساخت- و چون نواب
آصفجاه در سنه خمسین و مائته و الف (۱۱۵۰) حضور طلب شد قزلباش خان
در رکاب نواب به شاہجہان آباد رفت و در سفر بھوپال ملتزم رکاب نواب بود-
درین سفر فقیر را با قزلباش خان مکرر برخورد اتفاق اُفتاد- خوش خلق رنگین
صحبت بود و موسیقی ہندی با وصف ولایت نژاد بودن خوب می دانست و می گفت
و چون نواب آصف جاه از سفر بھوپال به دار الخلافه شاہجہان آباد

معاودت فرمود قزلباش خان همراه رفت وازان وقت در دارالخلافه بار اقامت کشاد ودرسنه تسع وخمسین ومائته والف (۱۱۵۹) درانجا جهان فانی را وداع نمود محرر اوراق گوید ؎

خان سخن گستر سحر آفرین　　رخت سفر بست ازین خاکدان
سالِ وفاتش دلِ نالانِ من　　یافته - جان داده قزلباش خان ۱۱۵۹ھ

ازو منقول است که روزی پیش ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر شکایتے از دست روزگار کردم - ذوالفقار خان درجواب گفت دنیا را بامید خورده اند گفتم پس چرا نواب صاحب بی من مے خورند -

این چند بیت از دیوانش نقل اُفتاد ؎

زمانه برسر جنگ است یا علی مددے　　وگرچه وقت درنگ است یا علی مددے
روشن شود به پیش تو چون شمع سوز من　　یکشب اگر تو هم بنشینی بروز من
خوشا وقتی که می بالید از جانان برو دوشم　　برنگِ ماهِ نو هر شام پر می گشت آغوشم
گشت روگردان زبس آبادی از ویرانه ام　　چون کمان حلقه بیرون شد درونِ خانه ام
خدا ناکرده اندوهت چرا ز دوستان باشد　　شنیدم کلفتے داری نصیبِ دشمنان باشد
بدشمن دوست - بامن سرگرانی بارها گفتم　　نمی خواهم چنین باشی تو میخواهی چنان باشد
بساکشاد که در بستگی شود ظاهر　　کلید روزیِ استاد قفل گر قفل است
سر گشتگی بطالعم هست　　بر گرد سرت چرا نگردم

(۹۷) زائر - شیخ محمد فاخر

خلف الصدق شیخ محمد یحیی و دختر زادهٔ شیخ محمد افضل اله آبادی است قدس الله اسراره هما نخست احوال این دو نیر اوج کمال بر ساحت قرطاس پرتوے انداز و سواد

کتاب را به لوامع انوار برکات معمور می سازد۔

شیخ محمد افضل الہ آبادی

شیخ محمد افضل الہ آبادی قدس سرہ سر حلقۂ خلفاء حضرت میر سید محمد کالپوی است قدس اللہ اسرارہما۔ مہر سپہر ولایت وکوکب دری اوج ہدایت بود وفضائل صوری ومعنوی فراہم داشت۔ نسبش بہ سیدنا عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم منتہی می شود وغیر بنی الخلفا ست۔

ولادت او شب دہم ربیع الاول سنہ ثمان وثلثین والف (۱۰۳۸) دست داد ودر آغاز حال بطور طلباء پورب در بعضے امصار تنقل وترحل نمود ونزد قاضی محمد آصف کہ از متوطنان بعض قریات الہ آباد بود وقضاء بلدہ مذکور داشت۔ و از شاگردان مُلّا عبد السلام دیوہ است ومولانا نور الدین جعفر جونپوری ودیگر فضلا عصر تلمذ کرد۔ ودر فضائل رسمی شانے عالی بہم رساند۔ ودر عمر بیست وپنج سالگی بہ سعادت ارادت میر سید محمد کالپوی قدس سرہٗ فائز گشت ونعمت وبرکت محمدیہ فراوان اندوخت وبہ اجازت وخلافت مستسعد گردید۔

اصل وطن او سید پور از توابع غازی پور است بہ اشارۂ پیر در الہ آباد رحل اقامت افگند۔ وبہ تلقین اصحاب وتعلیم آداب مشغول گشت حق تعالیٰ قبول خاص وعام عطا کرد وطالبان بسیار از فروغ التفاتش چراغ دل برافروختند۔

تصانیف عربی وفارسی وافر دارد از انجملہ حل مثنوی مولانا روم بین الجمہور مشہور است

روز جمعہ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اربع وعشرین ومائۃ والف (۱۱۲۴) بہ عالم علوی شتافت۔ مرقد منور در الہ آباد یُزَارُ وَیُتَبَرَّکُ بِہٖ

شیخ محمد یحیی

شیخ محمد یحیی المعروف بہ شیخ خوب اللہ الہ آبادی برادر زادۂ حقیقی وداماد وسجادہ نشین شیخ محمد افضل است قدس اللہ اسرارہما بحر مواج علوم شریعت وطریقت

بود- و جواہر سیراب در دامن دریوزہ گران کوچہ طلب می ریخت

درسنِ دوازدہ سالگی نہال استعدادش بتربیت عم بزرگوار نشو و نما یافت- واز بحث حال کافیہ ابن حاجب حالش برگردید و تا منتہای تحصیل از خدمت شیخ استفادہ نمود- و مدتہا مدارج سلوک درنوردید- و بشرفہ کمال و تکمیل عروج فرمود و بخلافت و دامادی حضرت شیخ اختصاص یافت- و بعد ارتحال شیخ باستحقاق نائب مناب گشت و قبولی عظیم یافت و خارق عادات بسیار سرزد و کتب و رسائل کثیرہ تصنیف کرد و در کشف مشکلات علوم ظاہر و باطن شانے بلند داشت مکتوبات ایشان در چہار مجلد برہانی است جلی بر علو فطرت و کمال تبحر-

شب دوشنبہ یازدہم جمادی الاولی سنہ اربع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۴) در جوار رحمت آسود و آیۂ کریمہ "لَقَدْ رَضِیَ" تاریخ است- مرقد مطہر در پہلوی قبر شیخ محمد افضل قدس اللہ اسرارہما

شیخ محمد فاخر بمصداق فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ زیب سجّادۂ ابوین و فرع آسمان سای اصلین طیبین است- صاحب صفات رضیہ و مناقب سنیہ- اساس محکم مدارج علیا قیاس منتج ولایت کبری- میزان عدل نقلیات- برہان نقد عقلیات- تشرع بدرجۂ کمال داشت و ہمیشہ ہمت بتعدیل قسطاس شریعت می گماشت- بسیار کشادہ دست شگفتہ پیشانی بود- فتوح ذخیرہ نمے ساخت و یگانہ و بیگانہ را بہ احسان بیدریغ مے نواخت- اکثر اوقات در سفر گذرانید- در جمیع اسفار جمعی کثیر از ابناء سبیل بہ اوے پیوستند- شیخ از ماکولات و ملبوسات خبر ہمہ مے گرفت- و مادامی کہ عامہ رفقا را طعام بہم نمے رسید خود بہ اکل تنہا نمے پرداخت-

از عنفوان شعور بخدمت والد ماجد و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر تلمذ نمود- و کتب تحصیلی مرتب گذرانید و بر صدر استادی نشست و در سفر حجاز میمنت طراز علم

حدیث از مولانا و استاذنا شیخ محمد حیات مدنی قدس سره سند نمود۔ جوہر فہم و ذکای او از بس عالی اُفتادہ بود و در مقدمات غامضہ علمی بسرعت تمامتر می رسید۔

جد امجدش شیخ محمد افضل او را در صغر سن مرید ساخت و تربیت حوالہ شیخ محمد یحیی کرد۔ مشارٌ الیہ در ظل پدر بزرگوار تربیتہا یافت و مجاز و مرخص گردید و بعد ارتحال والد ماجد جانشین گشت۔

قدر حدود سنہ اربع و اربعین و مائۃ و الف (۱۱۴۴) والد فقیر با نواب مبارز الملک سربلند خان تونی ناظم صوبہ الہ آباد وارد این شہر شد۔ و فرزندان و قبائل را از بلگرام دران مقام طلبید۔ و با اہل بیت فقیر و اہل بیت شیخ محمد افضل قدس سرہ اتحاد و ارتباط بدرجۂ کمال شد۔ و چون محرر اوراق در سنہ سبع و اربعین و مائۃ و الف (۱۱۴۷) از کشور سندہ معاودت نمود و در شاہجہان آباد خبر اقامت اہل بیت خود بہ الہ آباد شنیدہ راست از اکبر آباد بہ الہ آباد شتافت با اعزہ کرام دلبستگی تمام بہم رسید و ایام اقامت آن بلدہ بہ مجالست و موانست این اکابر بحظ وافر گذشت۔ و الحال آن عہود جمی بیاد می آید و ناخن حسرتی بر دل می زند۔

و عمدہ جہت جامع با این اعزہ اخوت طریقت است کہ سلسلۂ جانبین بحضرت سید محمد کالپوی قدس سرہٗ متصل می شود۔ و با شیخ محمد فاخر جہتی دیگر ضم شد کہ علم حدیث در مدینہ منوّرہ از یک استاد سند کردیم یعنی مولانا و مخدومنا شیخ محمد حیات السندی المدنی قدس سرہٗ

شیخ محمد فاخر در سنہ تسع و اربعین بعد مائۃ و الف (۱۱۴۹) عازم حرمین شریفین شد و در سنہ خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۰) باین سعادت فائز گشت۔

و درہمین سال راقم الحروف احرام بیت اللہ بست و سفر دریا بانجام رسانید نوزدہم محرم سنہ احدی و خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۱) بہ بندر جدہ نازل شد۔

مشارٌ الیه در جده تشریف داشت و خبر مقدم فقیر از مردم جهازی که دو روز پیش آن جهاز ما رسیده بود استماع یافته برلب دریا چشم در راه انتظار داشت. بمجرد نزول از کشتی، هم آغوش ملاقات شدیم طرفه سروری دست داد و کلفتهای غربت بیکبار رخت سفر بربست از جده باتفاق بمکّه رسیدیم و دیدهٔ نیاز بر آستان رب العزّت تعالیٰ شانهٗ مالیدیم۔

مشارٌ الیه (شیخ محمد فاخر) در اوائل سنه احدی وخمسین و مأته والف (۱۱۵۱) برجهازی که راقم الحروف رفته بود معاودت نمود و بوطن مالوف برگشت۔ و در سنه اربع وخمسین و مأته والف (۱۱۵۴) کرت ثانی داعیهٔ حرمین شریفین مصمم ساخت۔ و رخت کوچ از اله آباد بربست

و درین سفر سید غلام حسن برادر اعیانی فقیر برفاقت شیخ ارادهٔ حرمین شریفین کرد۔ بعد طی مراحل داخل بندر سورت شدند و بیست و چهارم محرم سنه خمس و خمسین و مأته والف (۱۱۵۵) درکشتی نشستند ناگاه دران بحر پرشور جهازات قوم مرہٹه دکن که از چندی بندر بسی را از دست فرنگیان انتزاع نموده در دریا قطع طریق شعار ساخته اند نمودار شد۔ بیست و نهم محرم سنه خمس وخمسین و مأته والف (۱۱۵۵) وقت صبح بضرب توبها آتش حرب اشتعال گرفت۔ هنگام نماز عصر گوله توپی تختهای بسیار متقابل یکدیگر سوراخ کرده به سید غلام حسن رسید۔ شیخ محمد فاخر مکتوبے به فقیر فرستاد در انجامی نویسد که :۔

"میر غلام حسن چون مرغ نیم بسمل در حرکت شدند گفتم میر صاحب شما شهید شدید کلمه بخوانید۔
"ماهم اگر قسمت است بشما ملحق مے شویم۔ لبهای شریف ایشان در حرکت بود۔ چون در اجل
"موعود۔ اندکی توقف دیدم بار بار مقید مے شدم که کلمه بخوانید۔ اول سخن که از ایشان سرزد
"این بود که می خوانم و به این نہج مے خوانم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ

"علیہ وسلم گفتم نخوانید ہمین بکارے آید۔ باز گفتند خوب شد آنچہ شد و پرسیدند امروز
"کدام روز است گفتم پنجشنبہ۔ متبسم شدند۔ غالباً بیاد حدیثے کہ در فضل موت روز جمعہ و شب
"آن وارد شدہ در تبسّم آمدند۔ والاکرام وقت تبسّم بود۔ باز گفتند من نماز عصر نخواندہ ام مرا
"تیمم سازید۔ بہ تیمم نماز عصر بر پشت غلطیدہ خواندند و بدستور مغرب و عشا۔ تمام شب پیش
"ایشان نشستہ بودم کلمہ مے خواندند۔ درمیان حرفے ہم می گفتند۔ یک یک رفقا را طلبیدہ
"استعفا کردند و کلمہ خوانان شب را بآخر رسانیدند۔ ہر گز اثر جزع از ایشان ظاہر نشد۔
"می گفتند ہر گز اثر درد معلوم نمے شود۔ مزاجی کہ سابق داشتم دارم این چگونہ زخم است
"کہ اثرے از شدت سکرات با این زخم جگر دوز نیست۔ وقت صبح کہ بہ نماز برخاستم ایشان
"را آشنا نیافتم۔ بعد از نماز دیدم انتقال رُوح شدہ است اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
"در عرشۂ کشتی غسل دادہ و تکفین نمودہ و نماز خواندہ بدریا سپردیم۔ باوجود آنکہ آب ساکن بود
"و ہوا غیر متحرک۔ جثۂ ایشان چون تیر از جہاز دور تر رفت۔ تا بدن مبارک ایشان بر جہاز
"بود وَجہہ جہاز جانب مکّہ معظّمہ بود۔ بعد از آن غلیم جہاز را قابض گردیدند زخمے شدن میر غلام حسن
"روز پنجشنبہ و انقطاع نفس روز جمعہ سلخ محرم سنہ خمس و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۵)
" انتھی المکتوب ملخصاً۔

میرزا عنایت اللہ بیگ اندجانی متخلص بہ راجی این مصراع تاریخ یافتہ ؎

"شہید شد بہ رہِ کعبہ سید سندم"
۱۱۵۵ھ

و محرر کلمات شرارے از آتشکدۂ دل بیرون مے دہد۔ رباعی

تارِ نفسم گسستہ شورم بردند   بازوی مرا شکستہ زورم بردند
داغ است دلم کہ رفت نورِ بصرم   نارم بگذاشتند و نورم بردند

از ظہور این سانحہ شگرف عبرتے دست داد و برأی العین مشاہدہ اُفتاد کہ بے عنایت
ازلی کثرت اسباب کارے نتواند ساخت۔ و بے جنبش ابروی قضا صد ہزار ناوک

صیدی نتواند انداخت۔ برادر شہید باسامان طریق وفراوان رفیق جادہ پیما شد و
بندہ تنِ تنہا بے زاد وراحلہ از وطن مالوف سر بہ صحرا زد نیرنگی قدرت تماشا باید کرد
کہ طوفان حوادث خاک او را بر باد فنا داد۔ و بدرقہ عنایت سرمدی بندہ را در آغوش
امن وامان بہ منزل مقصود رسانید و بدستور باز آورد والحمد للہ والمنہ برادر شہید اگرچہ
بمنزل نارسیدہ غریق لجۂ فنا شد اما در حقیقت چست تر بمنزل رسید وشاہد مقصود بروجہ
اتم در آغوش کشید بحکم وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔

وحضرت لسان الغیب قدس سرہٗ فرماید ؎

دست از طلب ندارم تا کار من بر آید　　یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید

و دیگرے سرآید ؎

بہر نحوی کہ باشد کام خود را از تو می گیرم　　ترا یا دست من یا خون من در گردن امشب

ازین دو صورت اول نصیبِ ما شد وثانی نصیب شہید مرحوم۔ و او را رُتبۂ دیگر عظیم تر
حاصل گشت یعنی سرخ روئی بجرعۂ شہادت کہ شرف این رُتبہ حاجت بشرح ندارد

القصّہ بعد شہادت سید غلام حسن کفار غالب آمدند وجہاز را با متاع ومسلمین
گرفتہ بہ بندر بسی بردند و بحال شیخ محمد فاخر این قدر ترحم کردند کہ سوارے از
جانب خود دادہ از بسی بسورت رسانیدند۔ واشیاء واسباب ایشان را جز صندوق
کتب ہمہ را بتصرف آوردند۔ شیخ محمد فاخر بانتظار موسم جہاز در سورت توقف کردہ در
ماہ صفر سنہ ست وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۶) بر جہاز عازم جدہ نشست۔ قضارا
جہاز بہ تباہی شد۔ و بہ کنار بندر مخا رسید۔ شیخ چند ماہ در مخا اقامت کردہ در موسم
کشتی متوجّہ مکہ معظمہ گردید۔ و ببیست و دوم رمضان سنہ ست وخمسین ومائۃ والف
(۱۱۵۶) بحرم آمن واصل شد۔ و ہم درین سال حج روز جمعہ کہ آن را در عرف حج اکبر

ے گویند۔ دریافت۔ و در سنہ تسع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۹) باز بہ ہندوستان
ملف عنان نمود۔ و در جمادی الاولی سال مذکور از بندر سورت روانہ پیشتر گردید
برادر فضائل مرتبت میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ قلمی نمود کہ:۔
"شیخ محمد فاخر در رجب سنہ تسع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۹) بہ شاہ جہان آباد تشریف
"آوردند۔ فقیر را از ملاقات مسرتہا حاصل شد وبعض رؤیا کہ در ملاقات ایشان دیدہ بودم
"وبعید از عقل مے نمود۔ بقدرت حق سبحانہ وتعالیٰ صادق برآمد۔ ومیرزا خان جانان
"مظہر از ملاقات ایشان بسیار محظوظ شدند و باہم صحبتہا گذشت ششم رمضان سال مذکور
"نقل مکان بخانہ فقیر کردند ہشتم منہ رخت کوچ بربستند و در ہمین ماہ بہ اکبر آباد رسیدند
"وبیست وسیوم متوجہ الہ آباد شدند انتہی
شیخ یک سال در الہ آباد ماند و در ماہ شوال سنہ ستین ومأتہ والف (۱۱۶۰) از
راہ بنگالہ عازم دریای محیط شد کہ از انجا در جہاز نشستہ سرے بحرین کشد۔ و در
عظیم آباد و مرشد آباد و دیگر امصار سر راہ حکام خدمتہا بتقدیم رسانیدند۔ از بندر
ہوگلی بر جہاز نشست۔ قضارا مسافت چند روز قطع کردہ چوبے از جہاز شکست
سہ ماہ جہاز در دریا بتباہی ماند آخر الامر بہ موضع چاتگام کہ منتہای دیار شرقی
عمل پادشاہ ہند است از جہاز فرود آمد و بہ علت موسم برشکال سہ چہار ماہ در چاتگام
گزرانید از راہی کہ رفتہ بود بہ الہ آباد برگشت۔ درین مرتبہ نیز حکام سر راہ نذور
فراوان گذرانیدند۔ قریب دو ماہ در الہ آباد ماندہ قصدِ شاہ جہان آباد کرد
وبیست وپنجم رمضان سنہ اثنتین وستین ومأتہ والف (۱۱۶۲) واصلِ آن شہر
شد۔ وچندی بہ اقامت آنجا پرداخت وباز نطاق ہمت بزیارت حرمین شریفین بر
بست۔ ومحض بہ ارادۂ ملاقات راقم الحروف اول قصد دکن کرد۔ وغرۂ شعبان
سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) از شاہجہان آباد روانہ شد وپنجم

ذی الحجہ سال مذکور بہ برہان پور رسید۔ فلک نانوان بین فرصت نداد کہ بہ رویت یکدیگر کہنہ تمنا برآید۔ بعد عبور دریای نربدا بیماری سرسام اورا عارض شد۔ وپس از وصول برہان پور بیماری قوت گرفت ویازدہم ذی الحجہ روز یکشنبہ وقت اشراق سنہ اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) جان عزیز را درراہ بیت اللہ فدا ساخت تاریخ تولد او کہ در سنہ عشرین ومأتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد "خورشید" است وتاریخ انتقال "زوال خورشید" عمرش چہل وچہار سال۔

درحالتِ مرض وصیت کرد کہ از مشائخ برہان پور۔ شیخ عبداللطیف قدس سرہ درکمال تشرع بودند وبرمرقد مبارک ایشان بدعتہای اہل زمان بہ عمل نمی آید مرا درجوار ایشان دفن سازند۔ موافق وصیت بعمل آوردند

واحسرتا کہ این چنین صاحب کمال درایام شباب ازین عالم رحلت کرد وداغ مفارقت بردلِ یاران گذاشت۔ سپہر دوار اگر عمرہا چرخ زند مشکل کہ چنین ذات قدسی صفات بہم رساند۔

قول میرزا جانجانان است کہ:۔

"بسیارے از کبراء دین را مشاہدہ نمودم بعد از یازدہ صد سال یک شخص کہ عبارت از شیخ محمد فاخر است موافق کتاب وسنت دریافتم۔"

ونیز قول میرزا است کہ:۔

"بسا ارباب کمال را برخوردم آن قدر کہ نزد شیخ محمد فاخر ارزان شدم ہیچ جا اتفاق نیفتاد۔"

یعنی میرزا برخلاف وضع خود بہ ملاقات شیخ محمد فاخر اکثرے رسید

شیخ محمد فاخر صاحب دیوان است۔ این چند بیت از انجا فرا گرفتہ شد ؎

بباغِ عاشقی از میوہ وگل نیست سامانے | کنم بادام ونرگس را فدا اے چشم گریانی

آئینہ با صفائی رخت روگرفتہ است | گل پیش آن دہن دہنِ بوگرفتہ است

دارم دلے کہ بردم تیغ ست راہ او | مژگانِ چشمِ یار بود سیرگاہ او
برمیان برزدہ دامان زکجاے آئی | مرحبا گر بشکارِ دلِ ما می آئی
حُبِّ دنیا می فریبد خاطرِ افسردہ را | گوشمالی می دہد روباہ شیرِ مُردہ را
مور را در خمِ زلفِ تو بہ بیند مارے | عینکِ داغِ دلم ازچہ کلان بین شدہ است
مرا از آمد و رفتِ نَفَس روشن شد این معنے | کہ اقبالِ جہان دردم زدن اِدبار می گردد
دنیا عزیز کردہُ دنیا طلب بود | از التفات شوی بود قدر زن بلند
کنند گور پرستان زیارتِ زاہد | کہ زیر گنبد دستار زندہ در گور است
بعد مردن نیز بارم نیست بر دوشِ کسے | ہمچو رنگِ گل عدم پیمایم از پرواز خویش
در گلستانی کہ ما رنگِ تماشا ریختیم | آسمان یکبال برہم خوردہُ طاؤس بود

رباعی

تا پیروِ چار یار اخیار نۂ | از چار اصول دین خبردار نۂ
در طبع تو این چہار عنصر باہم | تا ہست باعتدال ۔ بیمار نۂ

رباعی

گرتن بہ بلاہای قضا نتوان داد | از کف سررشتہ رضا نتوان داد
در ہرچہ نشد مگو چنین بایستے | تعلیم خدائی بخدا نتوان داد

(۹۸) افضلی ۔ شیخ محمد ناصر

برادر اعیانی شیخ محمد فاخر زائر است ۔ کسب کمالات از حاشیۂ محفل والد ماجد خود شیخ محمد یحیی و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر قدس اللہ اسرارہما نمود ۔ و از علوم صوری و معنوی بہرۂ وافر اندوخت ۔

جد بزرگوارش شیخ محمد افضل اورا در خورد سالی مرید گرفت ۔ و بہ دست

تربیت شیخ محمد یحییٰ حوالہ نمود- و بعد فوت پدر والاگہر بر مسند آباءکرام مربع نشست- وطریقۂ انیقۂ اسلاف را باہتمام تمام نگاہبانی فرمود-

فیما بین فقیر و او اخلاص خاصے بود- حیف کہ در ریعان جوانی آن شجر سایہ افگن از پا اُفتاد و این حادثہ بیست و یکم جمادی الاولی روز چہارشنبہ وقت نماز مغرب سنہ ثلث وستین ومائة والف (۱۱۶۳) واقع شد و پائین روضہ منورۂ شیخ محمد افضل جد خودش مدفون گردید-

مسود اوراق در تاریخ وفات مشارٌ الیہ و شیخ اسد اللہ غالب کہ ذکرش می آید- مے گوید

افضلی شیخ کامل و غالب | آرمیدند در ریاضِ ارم
سال تاریخ گفت غمزدۂ | آہ رفتند ہر دو زین عالم

ذکاء ذہن بدرجۂ کمال داشت و شعر بسرعت تمام می گفت- صاحب دیوان است

صفای خاطرِ روشندلان ہمین سخن است | چو صبح صافی آئینہ ام زدم زدن است
زاہد از خلوت نشینی فکر صید عام کرد | چون نگین در حلقۂ خود را از برائے نام کرد
سخنور چون بمیرد شعر او مشہور تر گردد | کہ صافی ترکند گرد یتیمی آب گوہر را
لب گزیدۂ اغیار را چہ بوسہ زنم | عقیق کندۂ نام دگر چہ کار آید

(۹۹) غالب- شیخ اسد اللہ

دخترزادۂ شیخ محمد افضل الہ آبادی است و برادر خالہ زادۂ شیخ محمد ناصر افضلی اصلش از جونپور است- جد کلانش سجادہ نشین شیخ محمد افضل جونپوری اُستاد علامۃ العصر ملا محمود جونپوری بود- غالب بانتساب افضلین تفاخر داشت- جوان صاحب استعداد شایستہ بود- ہمیشہ رگ خامۂ سخن ریز را بہ نشتر اندیشہ مے کشود-

وقتیکہ راقم الحروف از دیار سندھ بولایت ہند معاودت نمود۔ مقارن طلوع ہلال رمضان المبارک سنہ سبع واربعین ومائۃ والف (۱۱۴۷) داخل الہ آباد گردید۔ مشارٌ الیہ این رباعی گفتہ ضیافت طبع فرستاد ؎

چون کرد ورود سوی من یار سعید — فی الحال مہِ نو بفلک گشت پدید
از بسکہ فزود عشرت از آمدنش — ماہِ رمضان برای من شد مہِ عید

او اخر ایام زندگانی بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد آمد و نہم ذی القعدہ سنہ ثلث وستین ومائۃ والف (۱۱۶۳) از لباس حیات مستعار عاری شد و دران شہر مدفون گردید۔

از افکار اوست ؎

دل دیوانۂ دارم کہ خاموشی است تقریرش — برنگ زلف خوبان بی صدا اُفتادہ زنجیرش
گذر از کوچہای تنگ کو صاحب دماغان را — نمی آید برون از خامۂ نقاش تصویرش
سیر مہتاب دوچندان کند آرایشِ حسن — سایۂ زلف برخسارِ تو زلف دگر است
پی بفکرِ آن دہان از یاد ابرو مے برم — تیغِ قاتل رہبر و ملک عدم را جادہ است
زبیماری نیفتد تا بہر جا سرمہ را نازم — عصای آبنوسی داد از دنبالہ چشمش را
روز محشر غبارِ تربتِ ما — دامن بو تراب مے خواہد

(۱۰۰) مخمور مرشد قلی خان

نام اصلی او میرزا لطف اللہ است پدرش حاجی شکر اللہ تبریزی از ایران دیار وارد ہندوستان شد و در بندر سورت طرح توطن انداخت۔ مرشد قلی خان در بندر سورت سنہ خمس وتسعین والف (۱۰۹۵) متولّد شد سال ولادت این مصرع مستفاد مے شود ؎

"بر سپہر سعادت آمد ماہ"
۱۰۹۵ھ

بعد از انکہ سنین عمرش بسرحد تمیز رسید در خدمت آقا حبیب اللہ اصفہانی کہ از فضلاء مقرری و از شاگردان رشید آقا حسین خوانساری بود و در بندر سورت سکونت داشت - بتحصیل علوم پرداخت و لقدر فضائلی اکتساب نمود

بعد فوت والد بر سبیل تجارت جانب بنگالہ رفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ جوہر قابلیت او دریافتہ صبیۂ خود را در عقد ازدواج اودر آورد - و از حضور سلطانی بمنصب عمدہ و خطاب مرشد قلی خان سرافراز شد و سالہا بصوبہ داری ممالک اودلیسہ فرق امتیاز افراخت

آخر از ورق گردانی روزگار و دغا سازی نوکران خود از دار الامارۃ بیجا شد و خود را در ظل نواب آصف جاہ ناظم دکن کشید و مدتی با او بسر برد - انجام کار در حیدر آباد (دکن) رخت اقامت انداخت - و شانزدہم رمضان سنہ اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) مسافت زندگانی بپایان رسانید[۱]-

در شعر زبان خوبی دارد - و مضامین تازہ ہم یابد - دیوان مخمور بخط خودش بنظر درآمد. و این چند شعر فرا گرفتہ شد ے

کو ساغر مے تا دمے از ہوش خود افتم | مانند سبو دست در آغوش خود افتم
پشت فلک بخاک رساند غرور ما | کہسار را کند کمر سنگ زور ما
بسان شیشۂ ساعت رفیق کار پیدا کن | بیک ساعت زمین و آسمان را زیر و بالا کن
باشد دو جہان قائم ازان ذات یگانہ | برپا چو کمان است بیک تیر دو خانہ
تعجب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد | کہ زخم کہنہ را خاکستر عقرب دوا گردد
ز دونان کی بجود در ماندگان را کار بکشاید | گرہ امکان ندارد باز از انگشت پا گردد

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۷۵۴ ذیل تذکرۂ مؤتمن الملک جعفر خان -

زان نسبتی کہ ہست بسنگ آبگینہ را — ای سنگدل شکست من آخر شکست کیست
بگلزار محبّت رشتۂ گلدستہ را مانم — کہ عمرم جملہ صرف اجتماعِ دوستان گردد
سراز مضمونِ آن زلفِ سیہ بیرون نمی آرم — کہ در چشمم چو مکتوبِ مرکب خوردہ مے آید
تسکینِ دل ز صحبت روشندلان طلب — آئینہ بیقرارئ سیماب مے برد
چرا بسر نرود زود دفترِ ایام — کہ خود بخود ورقِ این کتاب مے گردد
مے زداید چو نگین سجدہ سیہ روئی را — کاش پیشانی خود و تقفِ زمین می کردم
می فریبد نازنینان را بہر صورت کہ ہست — کاش چون آئینہ من ہم جوہری می داشتم
چون درختی کہ ز ہر شاخ دہد ریشہ بخاک — در سجودِ تو ز ہر عضو زمین گیر شدم
منم آن مست کہ گر مے ندہد دست بہم — بفشارم لبِ ساقی و بہ پیمانہ کنم
رتبۂ شخص فزاید ز صفاے باطن — چون نگینے کہ گذارند ورق در تہِ او
درین چمن بچہ اُمید خوش کنم دل را — چو نخلِ موم ندارم بخود گمان ثمرے
پندار از ضعیفان کار سنگین برنے آید — کہ کوہی می شود صورت پذیر از خامہ موئی

(۱۰۱) اقدس میر رضی شوستری

والدِ او سید نور الدین شیخ الاسلام بلدۂ شوستر بود۔ و منصب شیخ الاسلامی آن دیار از قدیم الایام بہ آباء و اجداد او تعلّق دارد۔

ولادت میر رضی در شوستر سنہ ثمان و عشرین و مائۃ و الف (۱۱۲۸) واقع شد از آغازِ شعور دامن بہ کسب فضائل بر زد۔ و علوم عقلی و نقلی در شوستر از خدمت والد خود۔ و بعضی از فضلاء آن دیار اخذ نمود۔ بعد از آن شبدیز سیاحت جولان داد و اصفہان و قم و کاشان و سائر بلاد عراق عجم را تماشا کرد۔ درین اماکن نیز بتحصیل علوم پرداخت۔ و ایضا عراق عرب را سیر نمود و پیشانی سعادت در عتبات

عالیات مالید- آنگاه نطاق عزم بگلگشت هندوستان بربست- ودر سنه تسع واربعین ومأته والف (۱۱۴۹) از بندر بصره به بندر سورت رسید- وایامی درین شهر توقف نموده از راه دریا سری بدیار بنگاله کشید ودر سایۀ عاطفت نواب شجاع الدوله ناظم بنگاله بصیغۀ مصاحبت مدتے بسر برد- وبعد از انتقال نواب مذکور رفاقت نواب مرشد قلی خان صوبه دار اودلیسه برگزید-

وچون مرشد قلی خان به دکن آمد میر هم مرافقت نمود وبعد چندی از مرشد قلی خان جُدا شُده درظلال مرحمت نواب آصفجاه خدیو کشور دکن مدتے روزگار گزُرانید-

چون مسلک او وارستگی واستغناست آخر الامر دست از مصاحبت نواب آصفجاه برداشته در حیدر آباد دکن گوشۀ انزوا گرفت وبایکی از سادات تفرش که از مدتی متوطن حیدر آباد اند وصلت نموده بتاہُّل پرداخت-

فقیر را اول درلشکر نواب آصفجاه سنه ستین ومآته والف (۱۱۶۰) با میر ملاقات نهانی مستوفی دست داد- بعد ازان درسنه خمس وستین ومآته والف (۱۱۶۵) ورود فقیر به حیدر آباد صورت بست ودید وا دید مکرر بعمل آمد-

امروز میر بے نظیر زمان است ودر طلاقت لسان وصنوف فضائل ممتاز اقران- صریر کلک اقدس سامعه می افروزد ؎

ظالم از عربده بار ستم خویش کشد	عقرب از کجروشی برسر خود نیش کشد
نباشد خودنمائی مردم افتاده از پا را	که رنگینی نباشد سایه گلهاے رعنا را
عمر بهیچ مے رود رحم و جفاے یار کو	وصل سبک عنان چه شد هجر گران وقار کو
نرم شو گر سخت گیران کار صورت گیر نیست	خامۀ فولاد هرگز لائق تصویر نیست
رفته رفته ظلم گردون بیشتر از عدل شد	این کمان از بسکه یکجا ماند آخر خانه کرد
پرتو خورشید را آئینه سازد گرم تر	مهر کم را سینه صافیها فراوان مے کند

ریاضت در جهادِ نفس باشد حربهٔ مردان | خوش آن پہلو کہ ترکش بند نقشِ بوریا گردد
سخت رویان فارغ انداز کاوشِ اہلِ جہان | در زمینِ سخت رسمِ کندنِ بنیاد نیست
دولتِ بے رنجگان سرمایۂ سنگین دلی ست | خاک چون یاقوت گردد سنگ خارا می شود
تا چند بار خاطرِ دلہا توان شدن | یک چند گر بہ سیر گلستانم آرزوست

(۱۰۲) حزین ۔ شیخ محمد علی

سلسلۂ نسبش بہژده واسطه به شیخ زاهد گیلانی مرشد شیخ صفی الدین اردبیلی جد سلاطین صفویه می پیوندد۔

و مولد و منشأ شیخ اصفهان است ۔ چون نادر شاه بر ممالک ایران استیلا یافت و امنی که در عهد سلاطین صفویه بود برهم خورد ۔ شیخ رخت سفر به دیار هند کشید و در سنه سبع و اربعین و مأته والف (۱۱۴۷) از راه دریا به بندر تتہ رسید ۔ و از طریق سیوستان و خدا آباد وارد بلده بھکر گشت ۔

اتفاقاً دران ایام عطف عنان فقیر از سنده بجانب هند واقع شد و در بلدۂ بھکر با شیخ ملاقاتها دست داد ۔ جامع علوم عقلی و نقلی است و در نظم و نثر مرتبۂ بلند دارد ۔

آخر از راه ملتان و لاهور متوجه دار الخلافه دہلی شد ۔ و قریب چهارده سال [۱۴] درین شہر بعنوان انزوا اقامت گزید ۔

و در سنه احدی و ستین و مأته والف (۱۱۶۱) از شاہجهان آباد برآمده چندی در اکبر آباد وقفه کرد و ازانجا به شہر بنارس شتافت ۔ و بعد چندے ازانجا به عظیم آباد پٹنه رفت

در بھکر جزوے از اشعار طبع او به دستخط خود تواضع فقیر نمود ۔ و اکنون دیوان

شیخ بخط خودش شخصی نزد فقیر آورد۔ فرصت انتخاب نہ شد۔

این چند بیت از نتائج طبعش کفایہ است ؎

شمع را شعلہ مسلسل ز دل آید بیرون   آہ دل سوختہ کان متصل آید بیرون

باشد بہ چمن ہر رگِ گل دام ہوسہا   رشک است با آزادیِ مرغانِ قفسہا

پیش از ظہور جلوۂ جانانہ سوختیم   آتش بسنگ بود کہ ما خانہ سوختیم

ای وای بر اسیری کز یاد رفتہ باشد   در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

شادم کہ از رقیبان دامن فشان گزشتی   گو مشتِ خاکِ ماہم بر باد رفتہ باشد

دلم ز وعدہ بر آتش فگندی و رفتی   بیا کہ سوختنِ این کباب نزدیک است

(۱۰۳) متین۔ میرزا عبد الرضا صفاہانی

از صاحب طبعان حال و نکتہ سنجان بلند مقال است۔ سلسلۂ نسبش بہ مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتہی مے شود۔

مولد و منشأ او اصفہان است۔ مدتہاست کہ بسیر ہند تشریف آوردہ اول با نواب برہان الملک سعادت علی خان نیشاپوری ناظم صوبۂ اودھ۔ قرین اعتبار بسر مے برد۔ و بعد انتقال برہان الملک رفاقت نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ برگزیدہ۔

فقیر در بلدۂ لکھنؤ او را دیدم چنانچہ در ترجمۂ سید جعفر روحی تحریر یافت۔ مردی درویش سیرت فانی مشرب است۔ خلق و شکستگی بمرتبۂ کمال دارد۔ و صحبت او ہمنشینان را سرمایۂ سرور مے افزاید۔

صاحب دیوان است اما اشعار ایشان بفقیر کم رسیدہ۔ رباعی

نو خطِ چہرہ نیاز است مرا   در ہر سرِ موی خویش ناز است مرا

صد بار چو بر گرد سرش مے گردم　　یک دورۂ تسبیح نماز است مرا.

(۱۰۴) آرزو سراج الدین علی خان اکبرآبادی

از شعراء حال - و تازہ گویان خوش خیال است - قریب پنجاہ سال است کہ در گلستان سخن عندلیبی می کند و بدستیاری ثعبان قلم بازار سحر آفرینان می شکند - فقیر در حین تالیف این کتاب دوستی نامہ مشتمل بر طلب ترجمہ بقلم آورد - مشارٌالیہ بمنطوق وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا عمل نمود - و مکرر بہ تحریر جواب و ارسال احوال و اشعار خود مسرور ساخت و قلمی نمود کہ :-

"فقیر بخدمت میر عبدالجلیل مرحوم بلگرامی مکرر مستفید شدہ و صحبتِ شعر اتفاق "افتاد - حالا بادۂ ارتباط دو آتشہ شد و گل دوستی رعنا گشت"

نسب آرزو از جانب پدر بہ شیخ کمال الدین خواہرزادۂ شیخ نصیر الدین محمود نَوَّرَ اللّٰهُ ضَرِیْحَهٗ و از جهت مادر بہ شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری عطاری رَوَّحَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ منتهی می شود -

و نسب شیخ محمد غوث بہ شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری عَطِّرَ ضَرِیْحُهٗ مے پیوندد و لہذا ایشان را عطاری گویند -

ولادت شیخ سراج الدین در منتهای مأتہ حادیہ عشر (۱۱۰۰) واقع شد - از بدو شعور بہ تحصیل علوم رسمیہ پرداختہ - و در سن چہاردہ سالگی خود را بہ سخن مشغول ساختہ - و تا بیست و چہار سالگی کتب متداولۂ درسی در خدمت فضلاء عصر گزرانیدہ در فنون فراوان استعداد بلند بہم رسانیدہ - سپس در سلک منصبداران پادشاہی در آمد -

و در اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بخدمتے از خدمات گوالیار مامور گردید و در

سنه اثنتین وثلثین ومأته والف (۱۱۳۲) به دار الخلافه شاهجهان آمد وازان وقت تا زمانِ حال درین شهر بسر می برد۔ وهنگامۂ سخنوری گرم دارد

صاحب فراوان تصانیف است مثل رسالہ "موہبتِ عظمیٰ" درفن معانی ورسالہ "عطیہ کبریٰ" درفن بیان۔ ہردو بزبان فارسی بطریق "مفتاح" و"تلخیص" کہ سابق کسی برین منوال ننوشته۔ وفرهنگ "سراج اللغة" بطور برہان قاطع و "چراغ ہدایت" دربیان لغات واصطلاحات شعراء جدید کہ در کتب سالفہ نیست و "نوادر الالفاظ" مشتمل لغات ہندیہ کہ فارسی وعربی آن در ہند غیر مشہور است۔ و"شرح سکندرنامہ" و"شرح قصائد عرفی" و "سراج منیر" اجوبۂ اعتراضاتِ ابو البرکات منیر بر اشعار عرفی وغیره ونسخۂ "داد سخن" شرح قصیدۂ ابو البرکات منیر کہ در اعتراضاتِ شید ا بر قصیدۂ قدسی محاکمہ نموده۔ وشرح گلستان مسمی بہ "خیابان" و تذکرۂ اکثر شعراء متقدم ومتاخر کہ درین ایام بتحریر آن اشتغال دارد و کلیات او نظماً ونثراً قریب ستی ۳۰ ہزار بیت است

وبعد از انکہ خط مشار الیہ چهرۂ وصول نمود مختصر دیوانش شخصے تازه از شاہجہان آباد آورد واین ابیات از انجا سمت تحریر یافت ؎

مگو کہ چارۂ دل از سبو نمے آید   کدام کار کہ از دستِ او نمے آید

چشم حفظ الغیب از آئینہ نتوان داشتن   چند چشمِ دوستی زین سادہ لوحان داشتن

طفل بازی گوش اشکم را کبوتر باز کرد   در ہوای آن پری رو چشم من پرواز کرد

بنگین راست می کنند دعا   کجیئے نیست در طریق خدا

خوب اگر فہمد کسے تصویر عنقائیم ما   محض معدومیم و در عالم ہویدائیم ما

سپرد بستہ بدستِ تو روزگار مرا   نماند ہیچو حنا ہیچ اختیار مرا

قماش حسن بہ بیند کہ چشم بلبل شد   چو شبنم آبلہ پیدا بروی آن گل شد

اگر از ناز بتان اذن تماشا گیرند   از کف آئینه گذارند و دلِ ما گیرند

دفعِ غفلت زندگی افزای انسان می شود   عمر از شب زنده داریها دوچندان می شود

گلرخان تنگ دلم خاطرِ من شاد کنید   چون شود بندِ قبا باز مرا یاد کنید

دلبران باہم آشنا مشوید   مبتلائیم ما شما مشوید

بنوش خونِ دلِ من که خوش نمک دارد   شراب میکده ام لذت گزک دارد

می کند ناز خطِ او نه دمید است ہنوز   بید مانع است که بنگش نرسید است ہنوز

عرض بے طاقتی خود بچه انداز دہم   بشکنم شیشهٔ دل تا بتو آواز دہم

وحشت آموزِ غزالانم من   شهر استاد بیابانم من

به بزم می پرستان خودنمائی شیخ کمتر کن   بسانِ شمله اسبابِ معیشت را بسر سر کن

شنیدم از رهِ دور آمد آن شوخِ فریبنده   شود ای کاش شمعِ محفل من ماه آینده

ندارد یاد ایام جدائی چشمِ مستِ او   حسابی نیست در پیشِ فرنگی سال ہجرت را

فریب خوش پسران خوردن آرزو رسم است   زروی تجربه گفت این چنین پدر ما را

شکسته پا بنشین آرزو بگوشهٔ صبر   که شاه مملکتِ فقر چون تمرلنگ است

ہر که خود تربیتِ خود نکند حیوان است   آدم آنست که او را پدر و مادر نیست

تغافل این ہمه رسم کجاست جان کسی   بخلف وعده دلم نیز شرمسار تو نیست

گرفت آن مهِ ہندی مهِ دگر در بر   دگر مپرس حکایت که چند در چند است

گر مصحفِ عذار تو افتد بدست من   ختم نمی بشوق بیک بوسه کردن است

نیست خالی از تناسب عضو عضوِ آن پری   ساقِ سیمین دستهٔ آئینهٔ زانوی اوست

چنین که منع ز سرگوشی خودم کردی   بخاطرِ تو ندانم چه احتمال گذشت

می دوانند آسمان را بهرِ کارِ خاکیان   از بزرگیها بود گر بے وقارم کرده اند

خجالت می کشم بسیار از روی وفای خود   تو گاہی کرده باشی یادِ من یادم نمے آید

حسود پست شد آنجا که بیت خود خواندم | چنانکه بر سر کس خانۂ فرود آید
نمی فہمم زبانِ تر کی چشم سخن گویت | اشارتہای ابرو شاید اینجا ترجمان باشد
نقش در عالم نشاند آنکه سود عمر او | ہمچو خوش خط مہر کن در نیکنامی صرف شد
دیدہ باشی گلِ شبنم آلود | گریہ را ہم دلِ خوش می آید
آرزو بیجاست سعیت در تمنائے وصال | عالمے گر جان دہد آن شوخ کی تن میدہد
کم بود از شوق خالی حسنِ موزونِ بتان | سرو این باغ است دارِ عشق پیچان بیشتر
لیکن دل ما آخر از ان شوخ کشیدی | ای آینہ ما قدر تو نشناختہ بودیم
پامال کرد خونِ منِ تیرہ روز را | زانو سیہ سمند سواری کہ دیدہ ام
نصیب اہل کمال است از جہان تعذیب | کہ در شکنجہ فتد چون شود کتاب تمام
ربود از دلِ عشاق بیحضوری را | غبار خط تو خاک شفاست پنداری
زنّار و قشقۂ ما بے سبحۂ نباشد | چون شمع جمع کردیم رندی و پارسائی
خطاست اخذ معانی ز فکر ہم طرحان | زمینِ شعر کجا حقِّ شفعہ داشتہ است
شود چو بازوِ من ناز بالشِ خوابت | تو خود بگو کہ مرا آن زمان چہ باید کرد
واجب القتلی نخواہد بود زینسان در جہان | خونِ عاشق تیز چون شنجرف باشد کشتنی
آرزو اطفال را ہم ہست افیونی ضرور | حیف آن عاقل کہ ماند زندہ بے کیفیتے
ہرچند از وئیم و لیکن ہمہ اوئیم | مانندۂ فیلے کہ تراشیدہ زعاج است
آن دو گیسوے سیہ بر روی رخشان آرزو | شعر ہندی بودہ است از مبرزا روشن ضمیر

پوشیدہ نماند کہ بعد تمام سرو آزاد- سراج الدین علی خان آرزو از شاہجہان آباد برخاستہ رخت سفر بہ دیار شرقی کشید- و در بلدۂ لکھنو آمد- و بوساطت اسحق خان با نواب صفدر جنگ ناظم صوبہ اودھ برخوردہ بعواطف اختصاص یافت و چون نواب صفدر جنگ ہفدہم ذی الحجہ سنہ سبع وستین ومائتہ

والف (۱۱۶۷) درگذشت- آرزو با شجاع الدوله خلف نواب مذکور که قائم مقام پدرش بسر مے برد- و در جمادی الاُخری سنه تسع وستین ومأته والف (۱۱۶۹) در بلدۂ لکھنؤ فوت کرد- و درہمین شہر مدفون گردید

مؤلف کتاب گوید ؎

سراج الدین علی خان نادرِ عصر | زمرگِ او سخن را آبرو رفت
اگر جوید کسے سال وفاتش | بگو- آن جانِ معنی آرزو رفت ۱۱۶۹ھ

(۱۰۵) مظہر- میرزا جانجان سلمہ اللہ تعالےٰ

مظہر فیض الٰہی است- و مشرق صبح آگاہی- شاہ مسند فقر و فنا- و مقیم آستان توکل و استغنا-

نام والد ماجد او میرزا جان است از ینجا وجہ تسمیۂ او توان دریافت امّا نام تخلص او گویا عنایتِ ترجمان اسرار قیومی مولانای رومی است کہ پانصد سال پیش ازین در دفتر ششم مثنوی ارشاد فرمودہ و کرامتے نمایان بحضار انجمن استقبال وا نمودہ یعنی ؎

جان اول مظہرِ درگاہ شد | جانجان خود مظہرِ اللہ شد

لیکن نام او بر السنہ میرزا جانجانان جاری شدہ- این اسم ہم معنی بلند دارد

فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نہ بستہ اما غائبانہ اخلاص کامل است وہمیشہ بہ آمد و رفت مراسلات خط ہمکلامی حاصل-

میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است- و بہ اقتضای اسم خود روح الروح معنی پروری- نو عروس مقال را بمشاطگی ذہنش طرز تازہ- و تصویر خیال را بتر دستی فکرش حسن بے اندازہ- شعلۂ آوازش آتش زن خرمنہا- و شوخی اندازش شور

افگن انجمنها۔

فقیر در اثناء تحریر این کتاب تکلیف ترجمہ کرد۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر در آوردہ۔ و متاع نفیس از انفاس خود ہدیۂ دوستان ساخت۔ نسخہء ترجمہ این است۔

"فقیر جانجان متخلص بہ مظہر پسر میرزا جان جانی تخلص۔ علوی نسب۔ ہندی مولد حنفی مذہب
"نقشبندی مشرب است۔ در عشرۂ اولی مأتہ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد۔ نشو و نمای
"ظاہری در بلدۂ اکبر آباد یافتہ۔ تربیت باطنیش در محروسہ شاہجہان آباد از جناب حضرت سید محمد
"بداونی نقشبندی مجددی واقع شد سلسلۂ نسبش بہ بیست و ہشت واسطہ بتوسط محمد بن حنفیہ
"بہ شیر بیشہء کبریا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ منتہی می شود۔

"جد اعلای او امیر کمال الدین در اوائل مأتہ تاسعہ از خطۂ طائف بجذب قسمت بحدود
"ترکستان رخت اقامت انداخت۔ و بفرمان روائی بعضی از ان ممالک عمر گزرانیدہ۔ اولاد
"کثیر بہم رسانید از انہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان کہ بر دست ہمایون
"پادشاہ اتفاق اُفتاد۔ درین مملکت وارد شدند۔ از ان باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیہ
"شعار مردم این خاندان بود

"میرزا جان مذکور کہ در ششم مرتبہ از امیر بابا و در درجۂ دوازدہم از امیر کمال الدین مسطور
"واقع است بعہد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمۃ بعالی منصب ترک دنیا سرا فراز گردید۔

"و این خاکسار از بدو طفلی ہوای مال و جاہش در سر نہ پیچید۔ بعد تحصیل ضروریات این مشت
"غبار خود را بدامن دولت از خود رفتگان بستہ بامید آنکہ چشمی در عالم دیگر باز کند۔ چون نقش قدم
"بردر ایشان نشستہ است۔ از بس دماغش ضعف قوی دارد۔ تاب تدبیر اسباب نمی آرد بتجرید و تفرید
"اختیار کردہ نان برخوان دو نان نخوردہ۔ و چون گل عمر خود را بیک خرقہ بسر بردہ بتحریک شور عشقی
"کہ نمک خمیر اوست گاہ لبی بفریاد وا می کند۔ چون نالہ اش موزون واقع ے شود احباب از راہ جوہر
"شناسی بہ میزان اشعارش می سنجند۔ دگرنہ او را از غایت انصاف نظر بہ بے سرمایگی خود دکانی بر

درسخن نچیده ـ زیاده برین نیست که نظر بزرگان یافته حسن قبولی بهم رسانیده است ـ اوسبحانه حسن خاتمه هم نصیب کند

" ومن اشعاره "

باغبان رو بمن آور که ثنا خوانِ تو ام
چون صبا بادفروشِ گل و ریحانِ تو ام

ہمچو سیلاب روم گریہ کنان جانبِ دشت
من کہ جاروب کشِ گورِ غریبانِ تو ام

طرفہ شمعی تو کہ چون صورتِ فانوسِ خیال
متصل گرد تو می گردم و حیرانِ تو ام

خوب گفتی غزلِ مرثیۂ من مظہر
جان ندارم کہ دہم کشتہ احسانِ توام

آنکہ روز و شب بلا گردانِ دیدار خود است
داغ ہمچون آفتاب از دست رخسار خود است

پشت پائے برحنا زد سر مرا در خاک ریخت
از پیِ آزار من ناحق در آزارِ خود است

خدایا آتشِ سودا ز سر تا پای من گیرد
اگر عریانیم چون شمع نامِ پیرہن گیرد

ہنر درکار باشد عشق را چون پابسنگ آمد
درین رہ تیشۂ باید کہ دستِ کوہکن گیرد

ازان پیراہنِ خود چاک می سازم کہ می ترسم
گریبانم بحشر آید و دامانِ من گیرد

ازین عالم مجرد می روم چون بوی گل مظہر
کہ ترسم حق عریانی گریبانِ کفن گیرد

نسب ورست کند گریہا بہ زاریِ ما
ہمین بس است پس از مرگ خیر جاریِ ما

کاہید دخلہای سخن گرچہ تن مرا
بالید چون نگین مُنبّت سخن مرا

مرا کشت است و باز این مرگ با من سرگران دارد
ترا نعش من چون دید گفت این مردہ جان دارد

سوز دل از بنِ مویم نمایان کردہ اند
این جفاجویان مرا سر و چراغان کردہ اند

سحر عیدِ گل و عاشور بلبل در چمن دیدم
برنگ آمیز گردون چون سحر بسیار خندیدم

نیاز مشہد پروانہ شمع خواہم بُرد
اگر وصالِ تو این بار رو نمود مرا

مبادا بلبل دیگر پس از من آشیان بندد
توان آویخت از شاخ بلندی استخوانم را

چشم بر چشم چو اُفتاد گرفتاریہاست
حلقہ بر حلقہ چو افزود دگر زنجیر است

عکس رنگ پان نمایان است از پشتِ لبت
این بدخشی از کجا در سبزوار اُفتادہ است

هیچ کس بر جامہ زیبان قتلِ من ثابت نکرد گرچہ خونم چون سجاف سرخ دامن گیر بود

نداشت ہستیِ من تا عدم سرِ مو فرق کمر تو بستی و من مفت از میان رفتم

مبین آئینہ گردی زخمیِ تیغ نگاہِ خود ضرور است ای پسر از حبتِ سیفی حذر کردن

جز تو در دیدۂ من کس نگذارد قدمے شہرہ دارد کہ درین خانہ پری مے باشد

بنان اگرچہ ندانند قدر مظہرِ ما خدا گواہ کہ دیوانہ سخت مغتنم است

(۱۰۶) درد مند۔ فقیہ صاحب

از نجباء اودگیر است۔ و شعراء خوش تقریر۔

اودگیر شہری است از توابع محمد آباد بیدر۔ مرقد منور شیخ صدر الدین قدس سرہٗ کہ از مشاہیر اولیاء دکن است درین شہر واقع شدہ۔ راقم الحروف مکرر بزیارت مزار فائض الانوار سعادت اندوختہ۔

مولدِ فقیہ صاحب اودگیر است۔ در صغر سن ہمراہ والدِ خود مطابق سنہ ست و ثلثین و مائۃ و الف (۱۱۳۶) از دکن بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد رسید۔ و در ظلّ عاطفت شاہ ولی اللہ نبیرۂ شاہ گل متخلص بہ وحدت سہرندی قدس اللہ اسرار ھما جاگرفت۔ و بہ تہذیب اخلاق و تحصیل حیثیات مشغول گردید۔ بعد چندی والد او رخت زندگانی بر بست۔ میرزا جانجان مظہر سلمہ اللہ تعالی او را در سایۂ شفقت خود گرفت و بہ یمن عنایت و تربیت ایشان مجموعۂ کمالات شد و در فن سخن رتبۂ شایستہ بہم رسانید و میرزا در حق او گوید ؎

مظہر مباش غافل از احوالِ درد مند لعلیست اینکہ در گرہ روزگار نیست

شعر فارسی و ریختہ ہر دو خوب می گوید۔ ساقی نامہ ریختۂ او مشہور است کہ مقبول طبائع گردیدہ۔

فیمابین فقیر و مشارٌالیه غائبانه اخلاص وافی است وہمیشه طریق مراسلات مسلوک

درین ایام به تقریبی از شاهجهان آباد بسمت بنگاله رفته و نزد ناظم بنگاله به جمیعت

مے گزراند

اشعار او به فقیر کم رسیده - چند بیت پیش ازین بر پشت خطی نوشته بود از ان است ؎

بزخم خویش ازان کوہکن نمک ریز است | که شور خندهٔ شیرین بکام پرویز است
در کوی میفروش نماند آبرو مرا | لب تشنگی فروخت بدست سبو مرا
جان بیکسانه دادم و شادم که عمرها | بوداست برمراد تو مرگ آرزو مرا

رباعی

از فیض تو ای شافع روزِ محشر | هر روز بود عید غدیر دیگر
چون جام بود چشم امیدم در حشر | بر دست تو ای ساقیِ حوضِ کوثر

رباعی

یکچند عتاب و ناز ظاهر کردی | وین عمر دوروزه بار خاطر کردی
بعد از مردن رهت بخاکم اُفتاد | اول بایست آنچه آخر کردی

(۱۰۷) شاعر - گل محمد معنی یاب خان

از مردم سرکار محمد شاه پادشاه است - بعنایت شاهی ممتاز بود - و به خطاب معنی یاب خان سرفراز - نسبت تلمذ بخدمت میرزا بیدل درست کرده - و در تلامذهٔ میرزا فائق برآمده - امروز منتخب شعراء شاهجهان آباد است و قلمرو معنی یابی بمیامن نظم و نسق او آباد -

گلدستهٔ خیالات رنگین چنین می بندد ؎

بگلشن چشم شهلایش چو می آشام مے گردد | دُکانِ حسنِ خوبان تخته چون بادام مے گردد

اگرچہ داخلِ بزمم ولے نیم داخل   جدا از صحبتِ ہم ہمچو شاخ پیوندم

(۱۰۸) عزلت میر عبد الولی

بن سید سعد اللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش در فصل ثانی از دفتر اول گذارش یافت از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والا گہر خوانده۔ و در معقولات حیثیتی خوب بہم رسانده۔

فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بندر سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش صحبت است۔ موسیقی ہندی خوب می داند۔

مشار الیہ را اشتیاق سیر شاہجہان آباد در حرکت آورد۔ و از بندر سورت روانہ شده۔ بعد از طی عرض راه بیستم جمادی الاولی سنہ اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) واصل آن بلدۂ فاخره شد۔ وتا وقت تحریر۔ ہمان جاست

منتخبی از دیوان خود برای مطالعہ فقیر در بندر سورت فرستاده بود این چند بیت از انجا فراگرفتہ شد ؎

نشود مرد کسی کوه گر از جا بردا شت   رستم است آنکہ دلِ دوست ز دنیا برداشت
بہ گرم جوشیِ یارانِ عصر تکیہ مکن   کہ چون معانقۂ عید اعتمادی نیست
دوستان از دوستان محروم و دشمن کامیاب   چیده مقراض از نہالِ شمع گل پروانہ سوخت
دلم افسرده خواہد ماند یا وامی شود روزے   ندانم غنچہ ام در دستِ گلچین یا صبا افتد
خدا نا کرده گر صیّاد از دامم رہا سازد   اسیرِ حلقۂ بر گرد سر گردیدنش گردم
سر بر نداشت نکہتِ گلشن ز شرم او   بوی گلے نبود کہ پا در حنا نداشت

(۱۰۹) جرأت[1]۔ میر محمد ہاشم

مخاطب بہ موسوی خان کہ خطابش ببداہت نظر اصل ونسب نشان می دہد در

[1] مآثر الامراء جلد سوم صفحہ ۱۱۶

سنہ ثمان وثمانین والف (۱۰۸۸) در نزہتکدہ عالم ناسوت خرامید و ہلال استعدادش درسنہ چہاردہ سالگی بہ استفاضۂ انوار تربیت والد ماجدش بعروج بدر کامل رسید۔
سلسلۂ نسبش بہ بیست واسطہ بہ سابع ائمہ ہدی علیہ التحیۃ والثنا منتہی می شود جدش سید علی بہ اقتضاء آبخور از خطۂ گیلان بہ دیار ہند وارد شد پدرش میر محمد شفیع بن سید علی از فنون فضل وکمال آگہی داشت۔ و در خجستہ بنیاد اورنگ آباد رنگ توطن ریخت۔
موسوی خان نخست دامن دولت امیر الامرا سید حسین علی خان گرفت و بہ قلعہ داری دھارور امتیاز یافت۔ وچون امیر الامرا درسنہ احدی وثلثین ومائۃ و الف (۱۱۳۱) از دکن جانب ہند حرکت کرد۔ موسوی خان در رکاب امیر الامرا بسیر ہند شتافت۔ وصحبت اکثرے از صاحب کمالان آنجا مثل میرزا بیدل و میر عبد الجلیل بلگرامی دریافت۔ مے فرماید:۔
"ہمیشہ در دکن از زبان امیر الامرا اوصاف کمال میر عبد الجلیل سامعہ افروز بود۔ چون ملاقات واقع شد عجب نسخہ جامعی یافتم۔"
بعد از برہم خوردن طبقۂ سادات از سن سی سالگی تا منتہای سن انحطاط در نزہتکدۂ ظل نواب آصفجاہ طاب ثراہ اوقات زندگانی راصرف گلگشت بہشت برین نمود۔ وبمنصب دو ہزار و پانصدی وخدمت دار الانشا سرافرازی داشت۔
وبعد رحلت نواب آصفجاہ وتمکن نواب نظام الدولہ شہید بر مسند ریاست دکن خدمت انشاء سرکار والاہم بر موسوی خان قرار یافت۔ الحال نیز نزد رئیس دکن قیام دارد۔ و بہ عہدۂ انشاء ومنصب چہار ہزاری وخطاب معز الدولہ فرق امتیاز می افرازد۔
فقیر را بعد ورود ممالک دکن با خان مذکور مجالس مستوفی اتفاق افتاد۔ نسیم گفتگویش

گره کشای غنچهٔ دلهاست- وگلریزی تقریرش رنگ افروز چهرهٔ مدعا-

این چند بیت از دیوانش فرا گرفته شده

پاس دل گرمی توانی داشت سلطان می‌شوی
این نگین را گر بدست آری سلیمان می شوی

نه بهرِ آنکه منزل دور و پا لنگ است می نالم
دلم را چون جرس جای طپش تنگ است می نالم

در دیده ام خیال رُخ خوب یار ماند
این نقش بر جریدهٔ لیل و نهار ماند

فارغ از هر دو جهان بندهٔ احسان توام
سرو آزادم و پابند گلستانِ توام

بسملم کردی و پر سے طپم آزرده مشو
می کنم رقص که در ذیلِ شهیدانِ توام

بے بهارِ خلق شهرت با هُنر دمساز نیست
نکهتِ گل بے شگفتن قابلِ پرواز نیست

منتهای کار عاشق از بدایت روشن است
شمع را آئینهٔ انجام جز آغاز نیست

شد صرف سوز عشق بیانی که یافتم
مانند شمع سوخت زبانی که یافتم

منظور از نظارهٔ حسنت شهادت است
از قتل بدتر است امانی که یافتم

راز جانان نیز معشوق است باید پاس داشت
بهر این لیلی نباشد بهتر از دل محملی

لذت همه در مناسبتهاست
از شیر دل شکر کشاید

هوس زخم بمهتاب تجلی دارم
کاش عریانیِ من رنگ کتانی می داشت

توان خدنگ نگاهی بسوی ما افگند
هنوز با تنِ مجروح نیم جانی هست

آمد اندیشهٔ دُنیا بطلبگاریِ دل
گفتم آن شیفتهٔ بے سرو پا حاضر نیست

بخاک میکده رندانِ مست محترم اند
سبوی می چو مرا دید دست بر سر شد

تا در فتند از پیِ روزی بیکدگر
صف بسته اهل حرص چو دندان نشسته اند

(۱۱۰) رسا- جان میرزا

مخاطب به میرزا خان الحسینی است موطن آبائیش همدان- و نسبش به میر

سید علی ہمدانی رحمہ اللہ می رسد۔
از اجدادش میر شاہ طاہر در عہد اکبر بادشاہ وارد سواد اعظم ہندوستان گردید وقبول تمام یافت۔ و پس از چندگاہ متوجہ گلگشت دکن گشت سلاطین عصر مقدمش را گرامی داشتہ بآئین ارباب عقیدت احترام مالا کلام بعمل می آوردند۔ پس ازان اخلافش در گجرات احمد آباد توطن اختیار نمودہ مرجع اہل فضل و کمال بودند۔ و بہ سنت سنیۂ مشائخ عمل می کردند۔ و از چند قریہ کہ اکبر پادشاہ بطریق سیورغال مقرر کردہ بود صرف مایحتاج می نمودند
والدش سید میر خان در زمان خلد مکان خود را در سلک ارباب مناصب منتظم ساخت و بخدمات عمدہ ممتاز بود و از علوم آگاہی داشت۔
مولد میرزا خان۔ حیدر آباد است نشو و نما در لشکر نواب آصفجاہ یافتہ و از مجلسیان خاص نواب بود۔ و در اواخر عہد آصفجاہ بخدمت انشاء سرکار والا قیام داشت۔ و در رکاب نواب سیر شاہجہان آباد کرد۔ وصحبت شعراء آنجا دریافت۔ بسیار خوش خلق۔ رنگین صحبت است۔ و جامۂ میرزائیت بر قامتِ او دوختہ اند۔
فقیر را در دکن یکجہتی فراوان با او صورت بست۔
این چند بیت از بیاضش درین سواد نقش می بندد ؎

خود را ز تنگیِ قفس آزاد می کنم	این مشت پر بتواضعِ صیّاد می کنم
درسراپردۂ دل ہر نفس آوازی ہست	کہ درین خانہ نہان خانہ براندازی ہست
نرسم اگر بہ بزمش ز ہجوم نارسائی	بخیال آستانش من و مشق جبہہ سائی
کہ برد پیام ما را بحریم خوش نگاہان	رقمی نمود آہم دو سہ مصرعِ ہوائی
رحم کن ای باغبان گلدستہ پیش من بیار	مجمعِ یارانِ رنگین یاد می آید مرا

به گلشنِ دلِ پر داغ سیرها دارم | معاشران چمن انتظارِ من مبرید
نمی توان به فلک طرح اختلاط انداخت | مرا از صحبتِ این سفله ننگ مے آید
خو بغربت کرده را در بیکسی هم عالمی است | بلبلِ ما در قفس کم مے کند یادِ وطن

(۱۱۱) ایجاد- میرزا علی نقی

از قوم قاچار است- مولد پدرش نقد علی خان- همدان- و با شیخ علیخان وزیر شاه سلیمان صفوی قرابت قریبه داشت- نقد علی خان از ولایت خود بگلگشت هند شتافت- و در عهد آصف جاه مُدتها بدیوانی پادشاهے بلده حیدر آباد سرافراز بود- و باین علاقه پای توطن در حیدر آباد افشرده-

محل ایجاد میرزا علی نقی ایجاد دار السرور برهان پور است- بمصاحبت نواب آصفجاه رسید و فراوان اختصاص بهم رسانید- و بعد فوت پدر در سنه اربع و ستین و مائته و الف (۱۱۶۴) بخطاب موروثی نقد علی خان و خدمت دیوانی حیدرآباد نقد امتیاز بدست آورد-

اول مرتبه در اورنگ آباد دار دفقیر خانه شد و بعد از ان در لشکر نواب نظام الدوله شهید و در حیدر آباد مجالس متوالی اتفاق اُفتاد- جوهر قابلیت سرمایهٔ اوست- و زیور تهذیب اخلاق پیرایهٔ او-

این چند بیت از دیوانش به تحریر مے آید ؎

بدست یار سپردند اختیار مرا | توان ز رنگ حنا یافت رنگ کار مرا

یار آمد و دمی نه نشست و شتاب رفت | عمر عزیز حیف به این اضطراب رفت

ای مصوّر از لباسِ یار دامانش بکش | بر رقیبم دست گریانی گریبانش بکش

دلم تو بُردی و من انتظارها دارم | بیا به پهلوے من با تو کارها دارم

پرسند هرچه از تو بگفتن شتاب کن　　خود را مثال آینه حاضر جواب کن

خطاست اینکه بگویم به جبهه چین داری　　خدا نکرده مگر در گره همین داری

خطِ پشتِ لب و حرفِ تو در دل کرد تاثیری　　بقربانت روم ظالم چه تحریری چه تقریری

گُفتۂ دل شکنان به که فراموش کنی　　این گهر بهین ندارد که تو در گوش کنی

گیرم که در کفم همه رنگِ حنا شوی　　آخر تو رفته رفته ز من بیوفا شوی

بروی مشهدِ پروانه شمع را دیدم　　که چادری زگلِ داغ میکشد امشب

بی خورده دلِ لاله برد داغ زگلشن　　آرام متاعی ست که بی زر نتوان یافت

بالیده بود پر بخود آخر خراب شد　　چشم حباب کور شود این سزای اوست

راست می گوید اگر سرو که همدوشِ توام　　بر سرِ دعویِ خود مصحفِ گل بردارد

دلم از تست میخواهی ببر من پیشکش کردم　　بهر صورت ترا آئینہ در کار است می دانم

اول ابروی تو دیدیم ز معمورۂ حُسن　　ما درین شهر مبارک شب ماه آمده ایم

دارد همیشه در بر پیراهنِ مُعَطّر　　ما را ز گل خوش آمد این وضع میرزائی

(۱۱۲) افتخار۔ عبدالوہاب دولت آبادی

از خوش فکران این عصر است۔ در ایام تالیف این کتاب ترجمہ خود را باشارۂ فقیر انشاء کرد۔ و نسبت به مؤلف کتاب تکلّفی بکار برد۔ هر چند بساط عذر گستردم ناطقه را بمُهرِ ابرام بند ساخت۔

نسخۂ ترجمۂ این است:—

"فقیر عبدالوهاب متخلص به افتخار از سادات بخاری الاصل است بسلسلۂ نسبش از طرفین به "مخدوم جهانیان بخاری قدس سره منتهی مے شود۔ مولد و منشا این نمود بے بود احمد نگر "دار السلطنۂ سلاطین نظام شاهیه۔ چون ازدواج فقیر با صبیۂ سید مرتضٰے خان بخاری حارس

" حصار شهرپناه دولت آباد اتفاق اُفتاد- باین تقریب طرح اقامت در قلعه دولت آباد
" ریخته شد- بعد ازان که حیثیت استفاضه بهم رسید از چشمه سار نکته سنجان بقدر زلالی برداشت
" ومنت خاک خود را بتقویت این آبحیات کامیاب عمر جاودانی ساخت- گویند شخصی این بیت
" تکراری کردے

خدا ناکرده گر آید اجل پیش — بامیدِ که بگذارم جنون را

" فرزندی داشت صاحب کمال گفت " بامید من " لله الحمد و المنه که جگر گوشگان اشعارم
" هریکی بزبان حال ادا نمود که آن شخص بیک فرزند تسلی شد تو خود به عنایت ایزدی چندین
" نتائج ارجمندداری همه را از نظر مؤلف کتاب گزرانیدم و از زیور اصلاح محلی ساختم- سخن
" آفرین تعالی شانه این غریب زادها را بحسن قبول صاحب طبعان رساند و از سواد به بیاض
" بلند فطرتان جلوه گر گرداند ے

بود فیضانِ دیگر چشمهٔ دادِ الٰهی را — زماهی قیمت افزون تر بود دندان ماهی را
چو سیرِ غنچه کردم اعتبارِ این چمن دیدم — زند برهم نسیمے منصبِ صاحب کلاهی را

غیرتِ افزای بهار است گلِ رخسارت — شمع افروز تماشاست مهِ دیدارت
می کنی جلوه بصد رنگ چو آئی بخرام — گردشِ خامهٔ نقاش بود رفتارت

ابرو که بود نازکشِ وسمه نخواهم — چون پی بگمانی که دو کار است بچیم

بدوری هم ترا بر من نظرها هست می دانم — که چشم دوربین نزدیک بیند دوردستان را

تا چشم باز گرد خدا دید دیده ور — اول به بیند آینه آئینه ساز را

سازنده است سروِ خرامش را زمین چشم — تا دل دواند ریشه اگر یک زمان نشست

سنگین دل است آن بت و من آبگینه دل — دل را بدل رهیست الٰهی تو خیر کن

ابروِ دیگران نرسد ابروی ترا — هر ماهِ نو مقدمه عیش عید نیست

نگینم بند گیها هیچکس چون من نمی داند — بنامی آشنا می گردم و با سجده می سازم

او بزلف آنجا گره زد۔ شد دلم اینجا بدام می توان دادن سر انجام امور از راه دور

(۱۱۳) امداد۔ شیخ غلام حسین

ہاشمی النسب۔ قادری الطریقہ۔ برہان پوری المولد است۔ کتب اوائل درسی تحصیل نمودہ۔ و نقش او با مشق سخن درست نشستہ۔ از وی آید ؎

از تو پنہان می کند آئینہ روی خویش را ہر کسے منظور دارد آبروے خویش را

گل کند از باطن صاحبدلان بی قصد فیض در گرہ بستن نداند غنچہ بوے خویش را

گر بصحرا نگہِ او چمن آرا گردد شاخ آہو قلمِ نرگسِ شہلا گردد

صندلی رنگ بتی گر سرِ درمان دارد درد ہم گردِ سرِ ما بہ تمنّا گردد

رباعی

رونق دہِ تختِ شرع شاہِ نجف است روشن کنِ آفتاب ماہِ نجف است

شاہی خواہی و گر تو راہے طلبی شاہ نجف است و شاہ راہِ نجف است

تا اینجا ذکر شعراءِ غیر بلگرام است و اسامی کتبی کہ ماخذِ این تالیف است بعضے جا در طی کتاب مسطور شد و مقصد استیعاب اشخاصی کہ در کتب ماخذ مذکور اند نیست مبدءِ فیاض کسی را کہ بر خاطر القا کرد بر زبانِ قلم گذشت۔ اکنون بہ تمہید شعراء بلگرام می پردازم و ذکر این طائفہ را طراز دامنِ کتاب می سازم۔

تمہید شعراء بلگرام

بر صیرفیان نقود اخبار و مبصران جواہر آثار ہویدا است کہ چون ماہچۂ رایت اسلام بر سوادِ ہند پرتو انداخت۔ و طلیعۂ غازیانِ کفر شکن کوس کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا نواخت۔ اقسام صاحب کمالان عرب و عجم با قامت این دیار پرداختند و علوم ابو البشر آدم را علیہ السلام کہ از چندین ہزار سال مندرس شدہ بود تازہ ساختند۔ از انجملہ سخن موزون کہ از آن وقت تا زمانِ حال ماہرانِ این فن شورہا

برانگیخته اند- ورنگها از خامۂ بوقلمون ریخته- امّا در عہد قدیم این طائفہ بیشتر در پائے تخت سلاطین بوده اند و در اطراف واکناف ملک کمتر توان یافت مثل ابوالفرج رونی و امیر خسرو و امیر حسن و شیخ جمالی که ہر سه از شہر دہلی برخاسته اند وغیرہم رحمهم الله تعالی و از عہد اکبر پادشاه سکۂ سخن را رواجی دیگر بہم رسید و اکثر امصار بوجود موزونان معمور گردید- ازانجمله شہر بلگرام حَفِظَهَا اللهُ عَنْ حَوَادِثِ الْاَيَّامِ

من سواد خوان نسخۂ نادانی کمترین یاران وطنم- و خادم صاحبان این انجمن اما باثبات مآثر این اعزّه گرام بر صفحۂ روزگار حق عجیبے ثابت کرده ام و خدمت نمایانے بقدر طاقت بجا آورده- سیما طائفۂ شعراء قدیم وجدید که باصلاح سخن اینها پرداختم غلط کردم خود را از خدمت ایشان ممنون ساختم عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ تَعَالٰی شَانُهٗ می داند که باعث اظہار این معنی نه بر خود بالیدن است و دکان خود فروشی چیدن- بلکه از سر عجز و نیاز زبان به تحدّث عطیات الٰہی کشوده ام- و لب به تذکر عنایات شاہی وانموده- فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِهٖ تَنْزِلُ الْبَرَكَاتُ-

(۱۱۴) ضمیری- شیخ نظام بلگرامی

از قدما شعراء این مقام- و نکته سنجان شیرین کلام است- محل سکونت او محله قاضی پوره در دامن بلندی-

پدرش او را صغیر السن گذاشته متوجه عالم قدس گردید عمش شیخ سلیمان که از نوکران با امتیاز درگاه اکبر پادشاه بود در حجر عاطفت تربیت کرد-

مشارٌ الیه بعد از تحصیل حیثیات مشق سخن پیش گرفته درین فن رشدی بہم رساند-

ومخدرات صنائع وبدائع را بیشتر بکرسی نشاند-

همواره با اُمراء عہد بسر می برد و به اعزاز و اکرام مخصوص بود- و ایام زندگانی را به تجرد و تفرد گزرانید- آخر الامر در قصبۂ سفیدون از توابع دار الخلافہ دہلی وارد شد و ہمانجا به گلگشت نزہتکدۂ آخرت خرامید- و این سانحه در سنه ثلث و الف (۱۰۰۳) واقع شد- مبارک خان دہلوی تاریخ وفاتش درین قطعه بضبط آورده ؎

مالکِ مُلکِ نظم شیخ نظام   شاعرِ نادر و فصیح کلام
در قصیده شُده ظہیر زمان   در غزل گشته خسرو ایّام
بست رختِ بقا ز ملکِ فنا   کرد آہسته سوی خلد خرام
کردم اندیشه بہرِ تاریخش   خردم گفت- آہ آہ نظام ۱۰۰۳

دیوانش قصیده و غزل و رباعی و صنائع شعری پانزده ہزار بیت است و قصیده به از دیگر اقسام می گوید-

سید محمد اشرف درگاہی که ترجمه او در فصل دانشمندان از مجلد اول تسطیر یافت- فرمود- دیوانِ ضمیری بخط مصنف بنظر من درآمد- بر پشت دیوان مُہر خود زده که این بیت نقش داشت ؎

خدایا بحق رسولِ انام   پذیرای کارِ ضمیرِ نظام

کلامش بطور آن عصر واقع شده لہذا درین جریده کم گرفته مے شود ؎

جز آئینه در روی تو دیدن که تواند   جز شانه بزلفِ تو رسیدن که تواند
بس مدعیان گوش بر آواز نشستند   در غمکدۂ عشق طپیدن که تواند
آنجا که صبا را نبود بار ز تنگی   جان بخش کلام تو شنیدن که تواند
ہر گل که به گلزار جمالِ تو بخندد   ای وای بجز دستِ تو چیدن که تواند

صد تیغ کشیدند ز ہر سو به ضمیری	پیوند ہوای تو بریدن که تواند

آن ترک شوخ دیده خود از دودمانِ کیست	یا رب چنین خراب کنِ خانمانِ کیست
از ناله و فغانِ من آید جهان بجان	آن سنگدل نگفت که آیا فغانِ کیست
این سرو سرفراز که خوش می چمد بناز	یارب چنین کشیده سر از بوستانِ کیست
هر تیر بر دلم که دو ابروے او کشید	دانستم از طپیدنِ دل کز کمانِ کیست
چون نامهٔ نیاز ضمیری رسید و خواند	پرسید بر سبیلِ تغافل از آن کیست

بزمے که شوی جلوه گرای سیمتن آنجا	گویند ثنایِ تو همه بے سخن آنجا
چشمم که بود خانهٔ خوش آب و هوائی	شایستهٔ آنست که سازی وطن آنجا
خواهم که کنم پیش تو دردِ دل خود عرض	لیکن بمقامے که تو باشی و من آنجا
تا کرد خریداریِ خاکِ سرِ کو بیت	از نقد روان داد ضمیری ثمن آنجا

رباعی

یا رب بدرت نامه سیاه آمده ایم	وز آتشِ دوزخ به پناه آمده ایم
هر چند که ما غرقِ گناه آمده ایم	با قافلهٔ عذر براه آمده ایم

در تاریخ گنبد حاجی افضل علیه الرحمه گوید ؎

بدورانِ شهِ اکبر که گشته	خطاب او جلال الدین محمد
چو حاجی افضل از تقدیرِ حق رفت	ازین دارِ فنا در دارِ سرمد
ز تردی بیگ سلطان یافت بنیاد	برای مرقدش این پاک گنبد
ضمیری جست سالِ این بنا را	بلفظ پارسی و هم به ابجد
بتاریخش نهان و آشکارا	خرد گفتا بسنه هشتاد و نهصد ۹۸۰

حاجی افضل — و این حاجی افضل مردے بزرگ معتقد فیه بود و در بلگرام بر مسند هدایت و ارشاد بسر می برد- و تردی بیگ سلطان از امراء اکبری بخدمت او اخلاص و

اعتقاد داشت - وچون حاجی افضل از قصر مینا بسرا پردۂ کبریا خرامش فرمود و درسواد شهر مدفون گردید - نرذی بیگ سلطان بر مرقد او گنبد عالیشانی از سنگ عمارت کرد و قطعه مذکور را بخط نستعلیق در نهایت خوشخطی بر لوح سنگ کنده در پیشانی باب گنبد تعبیه نمود - اما این گنبد بنام سالار بیگ که میر اهتمام تعمیر بود شهرت یافت ونام نرذی بیگ سلطان راکسے نمے داند - شاعرے مناسب این مقام گوید ؎

چون نگین مطلب ندارم غیر کام دیگران　　　می نشانم نقش خود اما بنام دیگران

(۱۱۵) شاهدی میر عبدالواحد حسینی واسطی بلگرامی قدس سره

دفتر اول از ترجمۂ مفصل زینت یافته وخامۂ خوش نصیب شاهراه سعادت شتافته واینجا هم طریق اجمال می پیماید - وصدر ورق را بر سلسلۂ جواهر آبدار می آراید -

آنجناب از بیعتیان خاص شیخ صفی سائی پوری است نَوَّرَ اللهُ ضَرِیحَهٗ واز خلفای پیش قدم شیخ حسین سکندره رَوَّحَ اللهُ رُوحَهٗ - عمری دراز مسند ارشاد را بجلوس میمنت مانوس زینت بخشید - وسالکان مناهج حق پرستی را بسرا ئبستان کبریا رسانید -

تصانیف والا "سنابل" و "حل شبهات" و "شرح کافیه ابن حاجب" بطور تصوف - وغیرها متداول است -

احیاناً بنا بر موزونی طبع گوهر قافیه مے سنجید وطلای خوش عیار سخن برمے کشید - در حل شبهات مے فرماید :-

" این کس در فن غزل تلمیذ خواجه حافظ شیرازی است قدس سره وخواجه نیز به شاگردی خود " مرا قبول کرده وگویا باین ضعیف ایمائے نموده ؎

"ہرکہ درطورِ غزل نکتۂ حافظ آموخت　　　یار شیرین سخن نادرہ گفتار من است"

و میر علاؤالدولہ قزوینی صاحب نفائس المآثر می طرازد کہ:-

"میر سلیقۂ شعر خوب دارد ازواست ؎

"مرو بجنگ چو اول بصلح آمدۂ　　　ومی بہ لطف نشین تاز خویش برخیزم

و شیخ عبدالقادر بدائونی در منتخب التواریخ مے نویسد کہ:- میر طبع نظم بلند دارد"

آنجناب شب جمعہ سیوم رمضان سنہ سبع عشر والف (۱۰۱۷) بعالم قدس خرامید- و در بلگرام مغرب خاک را مشرق انوار گردانید مورخی تحفہ تاریخی بہ روح اقدس گزرانید ؎

چو رفت واحدِ صوری و معنوی گفتم　　　ہزار و ہفدہ و شب جمعہ ماہ صوم سیوم

مصرع ثانی تاریخ صوری و معنوی است - اما بیست عدد بقاعدۂ جمل افزون میشود آن را بتعمیۂ نازک خارج کرد یعنی واحد صوری کہ نوزدہ است و واحد معنوی کہ یک است بر آمد-

دیوان غزل موجزی ازو موجود است- و کلامش روشِ زمان خود دارد لهذا بر قلیلی اکتفا رفت ؎

زگریہ خانۂ مردم خراب خواہم کرد　　　خیال غیر تو نقشی بر آب خواہم کرد

کوتہ چہ کنم قصۂ زلفِ تو دراز است　　　بو رانتوان لبست درین نافہ کہ باز است

دانی کہ خوشنویسیِ ما از برای چیست　　　مائیم واسطی و قلم نیز واسطی است

(۱۱۶) عشقی- سید برکت اللہ

الملقب بہ صاحب البرکات بن سید اویس بن میر عبدالجلیل بن میر عبدالواحد مذکور بلگرامی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَہُمْ-

ذات مفیض البرکات پیشتر شمع حلقۂ فقر است و اینجا انجمن افروز شعرا- در اوائل حال دست بیعت بجناب سید مربی بن سید عبد النبی بلگرامی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَہُمَا کہ ترجمۂ ہر دو در دفتر اول نگارش یافت- داد- و از عنفوان سنِ تمیز تا مبادی ایام کہولت بخدمت سید العارفین **میر سید لطف اللہ** بلگرامی سعادت اندوخت و از فیض تربیت و الا جادۂ سلوک بنہایت رسید و در نزہتکدہ سَیْرٌ فِی اللّٰہِ نخرامش در آمد- و از مشرب خاص آنحضرت حظی مستوفی حاصل کرد- و سند خلافت و اجازت اخذ نمود و بہ دار الولایۃ کالپی شتافتہ از خدمت مخدوم زادہ عالیجناب شاہ فضل اللہ بن میر سید احمد بن میر سید محمد کالپوی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَہُمَا تیمناً و تبرکاً مثال اجازت و خلافت گرفت- و ہمین سلسلہ را جاری کرد

و چون مرقد منوّر جد امجد او میر عبد الجلیل قدس سرہ در مارہرہ از مضافات مستقر الخلافہ اکبر آباد واقع شدہ- دران مقام رفتہ رنگ توطن ریخت- و روز عاشورا سنہ اثنتین و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۲) عنان از عالم سفلی تافت و با روح مقدس امام علیہ السّلام بہ گلگشت فردوس اعلیٰ شتافت- راقم الحروف گوید ؎

بیدار دلی رفت سوی محفلِ قدس — بربست ز صحرای جہان محملِ قدس
تاریخ وصال او خرد کرد رقم — صاحب برکات واصل منزلِ قدس ۱۱۴۲

ہموارہ چراغ ارشاد می افروخت- و احیاناً لباس فارسی و ہندی بر قامت معنی موزون می دوخت- منظور نظر او از نظم و نثر ضبط معانی حقائق بود- و بر قول مولوی معنوی عمل می فرمود کہ ؎

قافیہ اندیشم و آن یارِ من — گویدم مندیش جز دیدار من

دیوان شعر موجزی و مثنوی مختصری مسمی بہ "ریاض عشق" دارد- این چند بیت از و تیمناً قلمی می گردد ؎

به دیر پیر مغان باش و می پرستی کن　　زلعل ساقی ما جرعه گیر و مستی کن

چشم حیرت پیشه را خار و گل رعنایکی است　　دل خرابی دیده را آبادی و صحرایکی است

چشم دل داریم دیگر از نگاه ما مپرس　　گرد کوی خویش می گردیم راه ما مپرس

خانهٔ دیده شود رشک پرنخانهٔ چین　　گر قدم رنجه کند یار بسر منزل ما

محل ذکر سید برکت اللہ قدس سرہ مابعد است امابرای اتصال ترجمۂ او با ترجمۂ جدامجدش میرعبدالواحد شاہدی قدس سرہٗ درینجا تحریر یافت۔ و نظیراین وجہ در تقدیم و تاخیر تراجم دیگر ہم ازین فصل منظور است۔

(۱۱۷) ضیا۔ حافظ سید ضیاء اللہ بلگرامی قدس سرہٗ

مشارٌ الیہ چنانچہ در حوزۂ دانشمندان ورود کرامت آمود نمودہ در مجمع تلامذۂ رحمن نیز بطرز موزون جلوہ فرمود

در بدایت حال کلام اللہ را با تجوید حفظ کرد۔ و دامن اکتساب کمال برزد و در قصبات صوبۂ اودھ بطور طلاب این ملک گلگشت نمود و از دانشمندان عصر فنون درسی فراگرفت و با جناب سید احمد بن سید محمد کالپوی قَدَّسَ اللہُ اَسْرَارَھُمَا غائبانہ عقیدتی بہم رساند و این بیت بنظم آورد ؎

کالپی مکہ بلگرام یمن　　ای تو احمد منم اُویسِ قرن

بعد ازین بادراک رؤیت والا دیدہ و دل را مظہر تجلی ساخت۔ و در بلگرام محلہ میدانپورہ مسند خدا پرستی و تدریس علوم آراست۔ و عالم عالم طلبہ را از حد و دبدایت بسر منزل نہایت رسانید۔ و در عصر خود بغایت معزّز و مکرم می زیست۔ و در نقاوت و طہارت و حفظ حمای سنن نبوی قدمی راسخ داشت۔

انتقال او بیست و پنجم شعبان روز سہ شنبہ سنہ ثلث و مائہ و الف (۱۱۰۳) واقع

شد - و موافق وصیت پایان مرقد خواجه عماد الدین بلگرامی که صاحب ولایت آن مقام است بیرون حریم متصل دیوار جنوبی منزل آرام یافت - راقم الحروف گوید ؎

زہے سید ضیاء الله نحریر منور ساخت از خود محفلِ قدس

خرد تاریخ او درخواست از غیب ندا آمد - ضیاءِ[1] منزلِ قدس ۱۱۰۳ھ

نظمش در ثمین است و نثرش ماء معین - شعر و انشا دون مرتبۂ آنجناب است و اشعاری که ثبت می شود پرتوی از آن آفتاب ؎

قطرۂ می که لبی بی تو چشیدن گیرد بگلو ناشده از چشم چکیدن گیرد

براه دیده دو رویه درختهای مژه نشانده ام که خیالِ تو راه گم نکند

رباعی

ای لطف تو آب برسرِ شعلۂ خشم چون موم بدست خلق تو خارۂ و یشم

گویا گردد ادب چو آئی به سخن بینا گردد حیا چو بگشائی چشم

(۱۱۸) میر طفیل محمد بلگرامی

آفتاب جهان افروز یکتائی است - و در اوج دفتر اول سرگرم جلوه آرائی نسخۂ جامع فنون عقلی و نقلی بود - و در تجرد و تفرد و خصائل رضیه و شمائل سنیه بی مثل می زیست -

اصل و الا از سادات اترولی من اعمال آگره است و همانجا در تاریخ هفتم ذی الحجه سنه ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳) شبستان امکان را روشنی بخشید - و در

---

[1] درین ماده همزۂ ضیاء را یک عدد محسوب است و الا تاریخ تام نمی شود و در اصل سال وفات ضیا این نیست - مصنف خود در مآثر الکرام دفتر اول صفحه ۲۴۰ مطبوعه مفید عام آگره ۱۳۲۸ھ می گوید که آخر به تحقیق رسید که تاریخ انتقال مشارٌ الیه سنه اربع و مائة و الف (۱۱۰۴) است و مادۂ تاریخ "ضیا بمنزلِ قدس" ۱۱۰۴

سن پانزده سالگی سنہ ثمان وثمانین والف (۱۰۸۸) بارادۂ کسب علم از اترولی بخطۂ بلگرام تشریف آورد- واز فضلاء بلگرام وعلماء جوار فنون درسی برگرفت- و در حوزۂ درس مولوی سید قطب الدین شمس آبادی مسافت تحصیل بنهایت رسانید-

وبعد از تکمیل تحصیل در بلگرام طرح اقامت انداخت- اول بخانۂ سید فیض زمیندار کہ از اعیان سادات بلگرام است سکونت داشت- بعد ازان قریب سی[۳۰] سال تادم آخر در محلہ میدانپورہ در دیوانخانہ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ اقامت ورزید- ودرین مدت احیانا بجانب گجرات شاہ دولا و کشمیر ومکانهای دیگر بطریق سیر برخاست- ودر هر نوبت بفرصت قلیل معاودت فرمود وقریب هفتاد سال بر مسند تدریس باحیاء علوم پرداخت- وعالم عالم طلبہ را از حضیض شاگردی بہ اوج استادی رسانید- از الجملہ مادو برادریم یعنی فقیر ومیر محمد یوسف کہ ذکرش می آید-

رحلتِ والا در بلگرام ببیست وچهارم ذی الحجہ سنہ احدی وخمسین ومائتہ و الف (۱۱۵۱) واقع شد وبروفق وصیت در "باغ محمود" متصل مرقد علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل نَوَّرَ اللّٰہُ مَضْجَعَہٗ- جانب شرق مدفون گردید- مؤلف اوراق گوید ؎

افسوس کہ آفتابِ معنی — از حلقۂ آسمان برون رفت
تاریخ وصال او خرد گفت — علامۂ ازجهان[۵۱] برون[۱۱۰۰] رفت

احیاناً بنا بر تشحیذ طبع بہ ترتیب نظم می پرداخت- وفرق شعر را بر شعری می افراخت این رباعی نتیجۂ فکر عالی است ؎

گر بوالهوسی نیاز ظاهر آموخت — کی آتش سوز دل تواند افروخت
چون صورتِ پروانۂ فانوس خیال — گرد سرِ شمع گشت ویک ذرہ نسوخت

(۱۱۹) واسطی میر عبدالجلیل حسینی واسطی بلگرامی نوراللہ ضریحہ

عندلیب ناطقہ در چمن نخستین زمزمۂ مناقب والا سنجیدہ۔ و گوش ارباب ہوش راشگفتگی یکچمن گل بخشیدہ۔

اینجا ہم بتحریر فصلی از احوال میمنت اشتمال مے پردازد۔ و پیشانی صفحہ را بانوار قدسیہ منور می سازد۔

× × × × × × × × × × × × ×

× × × ×

آنجناب باتفاق جمہور از خواص اتقیا و اجلۂ علماء عالی مقدار است۔ و در تقدس ذات و جلائل صفات یگانۂ روزگار۔ و از عنایات ایزد کامیاب دولت نشأتین بود۔ و بہ منطوق آیہ فیض پیرایہ وَاٰتَیْنَاہُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ اِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ از جمعیت صوری و معنوی حظی وافر داشت۔

واز مناقب والا اینکہ بیمن طالع بیدار شاہ ولایت کرم اللہ وجہہ را در خواب مے بیند و دستِ بیعت می دہد و در قصیدۂ منقبت زبان بادای شکر می کشاید کہ ؎

دین پناہا تفضل آگاہا — دلِ پاکِ تو شمع عرفان است
کردہ ام بیعتِ تو در رویا — این سعادت ز فضل رحمن است
دستم آخر گرفتۂ بکرم — می شناسم کہ این چہ احسان است
من و این رتبہ از کجا لیکن — مور پروردۂ سلیمان است

کتب اوائل از بعض علماء بلگرام و قصبات پورب اخذ نمود۔ و در حلقۂ درس شیخ غلام نقشبند لکنوی قدس سرہ سر رشتۂ تحصیل بانتہا رسانید۔ و علم حدیث

از خدمت میر سید مبارک محدث بلگرامی کہ از تلامذۂ خاص شیخ نور الحق خلف الصدق شیخ عبد الحق دہلوی است سند نمود۔ و در جمیع علوم منقول و معقول خصوص تفسیر و حدیث و لغت و فنون عربیت و تاریخ و موسیقی اقتداری عظیم بہم رسانید۔ و حافظۂ شریف بمرتبۂ بود کہ قاموس اللغۃ از اول تا آخر از بر داشت

ملاقات آنجناب با سید علی معصوم مدتی در اورنگ آباد دکن اتفاق افتاد سید علی می گفت:۔ من در تمام عمر خود جامع غرائب علوم مثل میر عبد الجلیل ندیدم" و شیخ غلام نقشبند لکنوی ہمیشہ تعریف و توصیف مے نمود۔

آنجناب در سنہ اربع و مائتہ و الف (۱۱۰۴) بہ دکن شتافت۔ و عنقریب عطف عنان نمود۔ و کرت ثانی در سنہ احدی عشر و مائتہ و الف (۱۱۱۱) بہ ارادۂ تلاش معاش جادۂ مسافت دکن پیمود و بعد از طی مراحل در اسلام پور (عرف برہماپوری) از توابع بیجاپور اردوی خلد مکان را دریافت۔ میرزا یار علی بیگ سوانح نگار حضور پادشاہی لوازم قدر شناسی بجا آورد۔ و بملازمت سلطان رسانید۔ پادشاہ بمنصبی شایستہ و جاگیر جیدٗ از محال سائی پور قریب بلگرام و خدمت بخشیگری و وقائع نگاری گجرات شاہ دولا۔ قرین عنایت ساخت۔ آنجناب در تاریخ خدمت انشامی کند ؎

مرا از جناب خلافت عطا شد زروی کرم خدمتِ عیش افزا

خرد گفت تاریخ تفویض خدمت وقائع نگاریِ گجراتِ زیبا

بعد حصول خدمت از دکن محمل سفر بخطۂ بلگرام بربست و از انجا متوجہ گجرات شد و غرۂ ربیع الاول سنہ ثلث عشر و مائتہ و الف (۱۱۱۳) گجرات را مورد برکات ساخت۔ و قریب چہار سال ہر دو خدمت را بہ دیانت و استقلال تمام سرانجام داد

و در سنه ست عشر و مائته و الف (۱۱۱۶) عزل درمیان آمد- آنجناب در ماه جمادی الاولی سال مذکور بمحروسهٔ بلگرام تشریف آورد-

میرزا یار علی بیگ غائبانه نقش قدردانی زد و هم دران سال خدمت بخشیگری و وقائع نگاری و سوانح نویسی سرکار بھکر و سرکار سیوستان از جناب خلد مکان برای ایشان گرفت و سند حاصل کرده همراه قاصد اجیر روانه بلگرام ساخت آنجناب بعد وصول این بشارت سمند عزم جانب ملک سنده بخرامش در آورد و بیست و چهارم رجب سنه سبعه عشر و مائته و الف (۱۱۱۷) سواد بھکر را از پرتو قدوم برافروخت- و سالها خدمات را به دیانت و امانت پرداخت

و بعد رحلت خلد مکان چون قدر و منزلت آنجناب نقش خاطر شاهزادها و جمیع ارکان سلطنت بود در طبقات لاحقه بی آنکه از بھکر حرکت کند ارکان سریر خلافت در هر عصر سند استقلال خدمت روانه ساختند تا آنکه در عهد محمد فرخ سیر پادشاه از نیرنگیهای قدرت الهی در پرگنهٔ جنوبی از اعمال بھکر ریزهای نبات بقدر ژالهٔ خورد از ابر بارید- و به نزول این حلاوهٔ غیبی کام و زبان عالمے شیرین گردید- آنجناب درین سانحهٔ غریب رباعی انشا کرده در فرد وقائع معروض بارگاه خلافت داشت که ؎

فرخ سیر آن شهنشه با برکات — چرخ از ادب او شده شیرین حرکات
در سند زمین عهد عشرت مهدش — بارید سحاب ریزهٔ قند و نبات

میر حملهٔ سمرقندی که دران زمان راتق و فاتق مهمات سلطنت بود و سوانح حضور معلی باو تعلق داشت- و آخر صدر الصدور جمیع ممالک هندوستان شد- بمجرد ملاحظه فرد وقائع بی آنکه حکم به تحقیق کند حمل بر خلاف واقع نموده در اوائل سنه ست و عشرین و مائته و الف (۱۱۲۶) معزول ساخت- آن جناب در همین سال از بھکر

جانب دارالخلافہ شاہجہان آباد حرکت کرد و خدمات بوساطت امیرالامرا سید حسین علی خان بحال ساخت۔ و شیخ محمد رضا بھکری را نیابت مقرر فرمود ودر سنہ اثنتین وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۲) بعد شانزدہ سال بلگرام را از مقدم گرامی مستسعد ساخت و یک سال توقف کردہ بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد تشریف برد۔

ولادت باسعادت سیزدہم شوال سنہ احدی وسبعین والف (۱۰۷۱) است وانتقال شب شنبہ بیست وسیوم شہر ربیع الآخر سنہ ثمان وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۸) در شاہجہان آباد واقع شد۔ نعش مبارک حسب الوصیۃ بدار السلام بلگرام نقل کردہ روز جمعہ اول وقت عصر ششم جمادی الاولی سال مذکور در قدم والد بزرگوار ایشان سید احمد مرحوم دفن ساختند۔

راقم الحروف کریمہ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃ (۱۱۳۸) تاریخ یافتہ در تفسیر بیضاوی گوید:۔ اَلْحُسْنٰی الْجَنَّۃُ وَالزِّیَادَۃُ ھُوَ اللِّقَآءُ" ونیز دائرۂ تاریخی بہ پرکار فکر کشیدہ و تواریخ لاتعد ولاتحصی بمرکز نشاندہ۔ دائرہ این است۔



طریق استخراج تاریخ ازین دائره این است که از خانهاے چهارده گانه هر خانه
را که خواهند مبدء قرار دهند- و بهر عددی که بخاطر برسد شمار نمایند سوای واحد و
چهارده و اضعافش و اول با آخر بین- و بهر خانه که شمار تمام شود عددش بگیرند-
پس عددی که بدان شمار مقرر شده اگر فرد باشد- باز خانهٔ منتهی را مبدء گردانیده تعداد
نمایند مَرَّةً بَعْدَ اُخْرٰی وَ دَوْرَةً فَدَوْرَةً تا آنکه منتهی مبدء اصل گردد- اکنون مقدار
عددش بگیرند که مجموع اعداد حاصلهٔ تاریخ شود- و اگر زوج باشد خانهٔ مابعد منتهی
را مبدء گردانند- وہمین نمط شمار منجر شود تا آنکه منتهی خانه ماقبل مبدء اصل گردد-
پس بدستور مجموع اعداد حاصلهٔ تاریخ شود-

مخفی نماند که مراد از اضعاف در اعداد مستثنے مثلین و سه مثل فصاعداً باشد-
و اطلاق ضعف از روی لغت بر سه مثل فصاعداً آمده است بر خلاف مصطلح علماء حساب
فِی الْقَامُوْسِ :- اَلضِّعْفُ بِالْکَسْرِ الْمِثْلُ اِلٰی مَا زَادَ یُقَالُ لَکَ ضِعْفُهٗ
یُرِیْدُوْنَ مِثْلَیْهِ وَ ثَلٰثَةَ اَمْثَالِهٖ لِاَنَّهٗ زِیَادَةٌ غَیْرُ مَخْصُوْصَةٍ "

حالا خامهٔ زبان آور فضائلی که تعلق بموزونی طبع اقدس دارد بیان می نماید- و لذت
جویان معانی را حظوظ روحانی می افزاید-

میر محمد مراد متخلص به لائق جونپوری که در عنفوان جوانی بشوق ملاقات میرزا
صائب پیاده از هند به صفاهان رفت- و روزگارے بخدمت میرزا بسر بُرده به
هند برگشت- و از پیشگاه خلد مکان مدتی به سوانح نگاری دار السلطنت لاهور
سرافرازی داشت با علامهٔ مرحوم بسیار مرتبط بود و باشارهٔ ایشان خمسه در سلک نظم
کشید- چهار کتاب از خمسهٔ او بنظر راقم الحروف رسیده- در خاتمهٔ مثنوی مقابل "مخزن
اسرار" تصریح بتکلیف علامهٔ مرحوم می کند و زبان به ستایش والا می کشاید که ؎

راقم این نامهٔ معنی سواد محو سخن بنده محمد مراد

بود شبی انجمن آرای فکر — داشت سری گرم ز سودای فکر
یافته از قید تعلق خلاص — خامه بکف منتظرِ فیض خاص
از درم القصه در آمد درون — اہل سخن را به سخن رہنمون
نشئهٔ سرجوش خمستانِ ہوش — از پی تحقیق سخن چشم و گوش
صورت از و گشته بمعنی دلیل — سید علامهٔ عبد الجلیل
کرده بموزونی طبع سلیم — طالبِ خویشم چو کلام کلیم
می دہد از لفظ بمعنی پیام — زود تر از نکہت گل بامشام
می برد از طرز بمطلب سراغ — گرم تر از نشئهٔ می با دماغ
دید که فکرِ سخنم پیشه است — دل گروِ صورت اندیشه است
گفت سخن ساده و پرکار به — تاب کشِ سُبحه و زُنّار به
بس بود از بہر سخنور گوا — معنیِ بیگانهٔ لفظ آشنا
گفتن او فکر مرا تازه کرد — روی سخن را به نفس غازه کرد
شد ز پری خانهٔ دل جلوه گر — خیل معانی ز پیِ یکدگر
جرعه کشِ بزم اویسی شدم — پنجهٔ در خمسه نویسی شدم
خامه بتحریر گرو ساختم — نقش دلاویز به پرداختم
از مددِ باطنِ گنجوی — طرز سخن یافت ز فکرم نوی

وناظم خان فارغائی قمی - در مدح سامی گفته و گوہر حق سفته ؎

چو توئی کجاست شاہے بقلمروِ معانی — نبود ہیچکس نماند تو به ہیچکس نمانی

قیمت شناسان لآلی فصاحت می دانند که نادر یتیم سخن منظور نظر معنی پرور گردیده بی سخن تا صدف آسمان برخود بالیده. شعر گفتن آنجناب تقریبی بود - مدتہا می گزشت که مصراعی موزون نمی کرد - وہرگاه تقریبی رو می داد پری زادان معانی را باندک توجّه

تسخیر می نمود۔ طبع معنی آفرین ہمین معنی دارد۔ و برہانی روشن تر ازین بر علو قدرت و سمو فطرت نمی باشد۔ و در اصل توجہ فکر عالی جانب شعر محض برای تفنن طبع و استیفاء صنوف کمال بود۔ و الا شاعری را دون مرتبہ خود می شناخت۔ و درین باب جرسی می جنباند ؎

مقصودِ من تفننِ طبع است از سخن ورنہ سزای رتبۂ من نیست شاعری

آنجناب از ہفوات شاعری بسیار احتراز داشت و فرزندان و تلامذہ را سخت تاکید می کرد کہ زبان را از ہفوات محفوظ دارند۔ سیما نسبت بہ انبیا صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ مثل ترجیح معشوق مجازی بر یوسف و طعن عاشق بر صبر ایوب عَلَیْہِمَا السَّلَامُ و ہر جا ہفوتی از شاعری بنظر می آمد۔ آیۂ خاتمۂ سورۂ شعرا بر زبان می آورد کہ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

و فقیر التزام کردہ ام کہ درین صحیفہ ہفوات شاعری بر زبانِ قلم نیاید۔ و کام و زبان از تلوث آن محفوظ ماند آنجناب در ابتدا "طرازی" و بعدہ بنا بر آنکہ سید واسطی الاصل است "واسطی" تخلص می کرد۔ اما اکثر اسم شریف خود می آورد۔

و در زبان عربی و فارسی و ترکی و ہندی داد فصاحت می داد۔ غزل کم گفتہ و از دیگر اقسام سخن جواہر آبدار بہ الماس اندیشہ سفتہ۔ و لاشک سلیقہ صاحب طبعان مختلف اُفتادہ۔ شخصی واحد را مشاہدہ می کنیم کہ بسر انجام نوعی از شعر خوب می پرداز و در نوع دیگر با مقابل سپر می اندازد۔

عرفی شیرازی قصیدہ را بپایۂ اعلیٰ رساند اما غیر قصیدہ را طرزے کہ باید بر کرسی نہ نشاند۔

میرزا صائب در غزل داد سحر آفرینی دادہ اما در غیر غزل قدم پیش ننہادہ اینجا کمال قدرت الٰہی تماشا باید کرد و بکمال عجز خود اعتراف باید نمود کہ این کس ہیچ ندارد و

آنچه بردل وارد می سازند برزبان می آرد۔

ملاقات میر عبد الجلیل مرحوم با ناصر علی در اورنگ آباد دکن واقع شد۔ خود بافقیر نقل کرد که صحبت خوب برآمد۔ مردم دیگر را جواب داد۔ و از اول روز تا نیم شب جلسہ اتفاق اُفتاد۔ در آن ایام ناصر علی قصیدۂ لامیہ تازہ گفتہ بود۔ تشبیب آن در وصف گرماست وگریز بہ نعت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم مطلعش این است ؎

گداخت بسکہ ہوای تموز مغز خیال　　شرر زسنگ برآید بصورت تبخال

تمام قصیدہ برخواند و استفسار کرد کہ بیتی خوش آمد۔ گفتم تمام قصیدہ خوب است باز بجد شد کہ اگر بیتی پسند اُفتادہ باشد نشان باید داد۔ گفتم یک بیت۔ مجرد استماع این کلمہ تغیری در چہرہ ظاہر شد۔ دریافتم۔ گفتم این ہمہ جواہر ریزہ ہاست و در مرتبۂ جوہریت ہمہ مساوی۔ اما گاہ می شود کہ آبداری یکی ممتاز می اُفتد۔ ازین حرف رنگ اصلی بحال آمد۔ و پرسید کہ کدام بیت خوش آمد۔ گفتم این بیت ؎

زبسکہ نم بزمین نارسیدہ می سوزد　　چو شمع بر سر شاخ است ریشہای نہال

ناصر علی تحسین کرد کہ فی الواقع من ہم این بیت را از سائر ابیات ممتاز می دانم۔

و نیز می فرمود کہ در دو بیت ناصر علی دخل کردم یک بیت از یاد راقم الحروف رفت و بیت دیگر این است کہ در مثنوی در مدح خلد مکان می گوید ؎

محی الدین محمد زیب اورنگ　　فضای شش جہت بر شوخیش تنگ

میر عبد الجلیل فرمود کہ لقب پادشاہ محی الدین است بی تشدید یا از باب افعال۔ ناصر علی اعتراف نمود

باز میر فرمود کہ در ہمین مثنوی جای در مدح اسپ گفتہ اید کہ ؎

بفکر لامکان سیرش ہم آہنگ　　فضای نہ فلک بر شوخیش تنگ

مدح پادشاه و مدح اسپ بریک و تیره واقع شده و شوخی نسبت به پادشاه ملایمت ندارد۔ ناصر علی بیت را از مثنوی برآورد۔ و در اکثر نسخہا نیست اما دریک نسخہ کہنہ بیت مذکور بعینہ بنظر راقم الحروف رسیده۔ و در نسخۂ دیگر بتغیر مصراع چنین دیده شده

شہنشاہِ جہانِ ہوش و فرہنگ   محی الدین محمد زیب اورنگ

میر عبد الجلیل را غلامی بود که در سفر دکن خدمتہا کرده و بشرائط وفا بجا آورده ہنگامی که در لشکر خلد مکان و با اُفتاد۔ و عالمی بتاراج فنا رفت۔ پیمانہ او ہم لبریز گردید۔ میر در مرثیۂ او مثنوی پر سوزی بنظم آورده و با ناصر علی ذکر مثنوی مسطور در میان آمده مطلعش این است ؎

بیا ای خامۂ ماتم روایت   پریشان ساز گیسوی حکایت

ناصر علی بسیار محظوظ شد و نسخۂ استدعا نمود۔ آنجناب نسخه ارسال نمود۔ ناصر علی درجواب این بیت بدیہہ بر شقۂ کاغذ زر افشان نوشته فرستاد۔ و راقم الحروف آن را مشاہده کرده ؎

ندانم تا چہا از دستِ ایُّوب تو می آید   کہ بوی خونِ مظلومان ز مکتوب تو می آید

شخصی مصراعی از بیت میرزا بیدل در مجلسے خواند که ع

"روزِ سوار شب کند اسپ چراغ پا"

و گفت کسی مے تواند که پیش مصرع بہم رساند۔ علامۂ مرحوم فی البدیہہ انشا کرد ؎

غرّہ مشو که ابلقِ ایام رام تست   روزِ سوار شب کند اسپ چراغ پا

ازان شخص بے اختیار آفرین سر زد و گفت حق این است که مصرع شریف به از پیش مصراع میرزا واقع شده۔ میرزا چنین گفته است ؎

با طبع سرکش این ہمہ رنج وفا مبر   روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

و ... آنجناب در فن عروض عربی و فارسی بمرتبہ نہایت بود۔ میر نور الله احراری

در شرح قول شیخ سعدی کہ؎

وَاِنْ سَلِمَ الْاِنْسَانُ مِنْ سُوْءِ نَفْسِہٖ　　فَمِنْ سُوْءِ ظَنِّ الْمُدَّعِیْ لَیْسَ یَسْلَمُ

نوشتہ کہ لَا یَسْلَمُ فصیح تر از لَیْسَ یَسْلَمُ می نماید چہ در نسخہ لیس مصرع زیادہ میشود انتہی

آنجناب برین قول حاشیہ تحریر نمودہ۔ دریںجا کلام شریف بجنسہ نقل کردہ می شود:-

"مخفی نماند کہ این بیت بروزن دوم ازان اوزان ثلثہ بحر طویل است کہ عروض وضرب آن مقبوض

"می آید و تقطیع مصراع ثانی کہ مناط گفتگوست وموزون بہ آن فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن باشد چنین

"است فمن سو فعولن۔ ءِظن نلمد مفاعیلن دعی لی فعولن سَ یسلمو مفاعلن۔ وچون تقطیع

"مذکور معلوم گردید ظاہر شد کہ واجب ومتعین است کہ نسخہ لیس یسلم باشد نہ لا یسلم چنانچہ

"میر گمان بردہ۔ چہ حرف لام ویا از حرف لیس در تقطیع بالفظ دعی مرکب شدہ بروزن فعولن خواہد

"شد وسین کلمہ لیس بالفظ یسلم منضم گشتہ بروزن مفاعلن خواہد گردید کہ ضرب مقبوض است۔

"ودر صورتیکہ نسخہ لا یسلم بقول میر اعتبار نمایند لفظ لا بالفظ دعی مرکب شدہ فعولن خواہد شد

"ویسلم بروزن فاعلن خواہد ماند۔ وفاعلن در ضرب بحر طویل نمی آید چنانچہ بر متتبع عروض پیدا

"ست چہ ضرب بحر طویل تام سے باشد یا مقبوض یا محذوف۔ وفاعلن ازین ہر سہ قسم خارج است

"پس آنچہ میر نوشتہ کہ از نسخہ لیس مصرع زیادہ می شود موافق میزان طبع میر است نہ موافق میزان

"عروض طرفہ آنکہ مصراع در صورتیکہ لا یسلم باشد کم می شود۔

"وچہ مناسب این مقام است بیتی کہ خلیل بن احمد واضع فن عروض در مثال وزن دوم بحر

"طویل آوردہ؎

"سَتُبْدِیْ لَکَ الْاَیَّامُ مَا کُنْتَ جَاهِلًا　　وَیَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ[1]

"وعبارت میر کہ لا یسلم فصیح تر از لیس یسلم می نماید چہ در نسخۂ لیس مصراع زیادہ می شود انتہی

"محل تامل است زیرا کہ منطوق عبارت دلالت دارد برین کہ زیادت مصراع منافی فصاحت است

---

[1] سبعہ معلقہ

" و وزن عروضی را وجوداً وعدماً در فصاحت وعدم آن دخلی هست وحال آنکه هیچ یکی از علماء معانی
" این معنی را در فصاحت کلمه وکلام وعدم آن اعتبار نکرده- برفرض تنزل مقتضای عبارت میر
" آنست که بر تقدیر زیادت فصاحت مرتفع می گردد وحال آنکه لفظ فصیح ترکه برای تفضیل است
" دال است برین که نسخهٔ لیس یسلمہ ہم فصیح است پس فصاحت این نسخه باز یادت وزن
" باعتقاد میر چه قسم جمع می تواند شد اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ھَفَوَاتِیْ وَاعْفُ عَنْ ھَنَاکَاتِیْ
" اِنْتَھیٰ کَلَامُہٗ

از عہد خلد مکان تا عصر محمد شاه پادشاه جمیع امراء عظام اعزاز و اکرام میر بجا می آوردند و تشنهٔ صحبت والا بودند سیما امیر الامرا سید حسین علی خان که با ایشان الفتی خاص داشت- واکثر در مجالس خود بر ملامی گفت که میر عبد الجلیل درین عصر نظیر ندارند ولوازم احترام فوق الحد تبقدیم می رسانند لہذا آنجناب از تہ دل بمدحت او پرداخته ونام او را زندهٔ جاوید ساخته

و آنجناب با امیر خسرو علیه الرحمه تشابه تمام دارد- وخود در مثنوی می فرماید ؎

اگرچه میر خسرو بود استاد ۔۔۔ ندارد چرخ چون او دیگری یاد
بفکرِ دور دو پرواز دارد ۔۔۔ نبی نبود ولی اعجاز دارد
در انواعِ سخن شور جہان است ۔۔۔ بقدرت خسروِ صاحبقران است
ولی من ہم ازین گلدستهٔ نو ۔۔۔ درین عصرم بجای میر خسرو
کمال از ہر نمط دلخواه دارم ۔۔۔ امیدِ تربیت از شاه دارم

تشابه ایشان با امیر خسرو ہم از راه جامعیت علم و عمل وہم از جہت مصاحبت ارباب دول- چه امیر خسرو از آغاز تا انجام با سلاطین دہلی بسر برد و ہفت پادشاه را خدمت کرد- طرفه آنکه علامهٔ مرحوم ہم بلوازم خدمت ہفت پادشاه دہلی از سلاطین تیموریه پرداخت یعنی خلد مکان عالمگیر و شاه عالم و محمد معز الدین (جہاندار شاه)

ومحمد فرخ سیر[4] و رفیع الدرجات[5] و شاهجهان ثانی[6] و محمد شاه رحمہم اللہ تعالیٰ

امّا رفیع الدرجات و شاہجہان (ثانی) ایام معدودی بر سریر فرمان روائی نشستند و از غارت گرِ اجل فرصت نیافتند۔ قصیدۂ میمیۂ میر کہ عنقریب می آید بنام شاہجہان ثانی است

اشعار میر اگرچہ در مدائح واقع شدہ امّا مدة العمر صلۂ شعر از احدی نگرفت الا یکبار وقتیکہ این رباعی از نظر سلطان اورنگ زیب خلد مکان گزرانید ؎

کسری کہ بعدل بود عالم پرور — بی جرم آویخت پای زنجیر ز در

ذاتت ز کمال عدل تجویز نکرد — آویختن سلسلۂ درہم در کشور

سلطان چہار خریطہ از طلای مسکوک دکن کہ آن را ہون نامند بدست شہزادہ کام بخش داد۔ شاہزادہ بدست مخلص خان میر بخشی داد۔ مخلص خان بہ میر رسانید۔ و این یکبار صلہ گرفتن میر در تمام عمر غالباً برای استکمال تشابہ با امیر باشد چہ امیر خسرو صلات از سلاطین و امرا قبول می فرمود چنانچہ از تتبع تصانیف امیر واضح مے شود سلطان قطب الدّین بن سلطان علاء الدّین خلجی جائزہ کتاب "نہ سپہر" زر برابر وزن جثہ فیل تسلیم نمود۔ امیر در ان کتاب تصریح مے نماید و از زبان سلطان قطب الدّین می فرماید ؎

بتاریخ ہمچون من اسکندری — کند ہر کہ آرایشِ دفتری

زگنج گرانمایۂ بے شمار — دہم بار پیلش نہ آن پیلبار

مرا خود درین رہ پدر شد دلیل — کہ می داد زر ہم ترازوی فیل

شناسد کسی کش خرد رہنمون — کہ از پیلبار است وزنش فزون

چو میراث شد پیل زر دادنم — نہ زیباست زین سہل تر دادنم

شہا گنج بخشا کرم گسترا — معانی شناسا سخن داورا

مرا عمر کز شصت بالا گذشت | همه پیش شاہان والا گذشت
بسی بندگی کردم از عونِ بخت | کمر بستہ در خدمتِ چار تخت
زشاہان کسی کا و لم کرد یاد | معز الدنا بود شہ کیقباد
ازان پس زفیروزہ چرخ بلند | شدم پیش فیروز شاہ ارجمند
ازان پس کہ درشہ ستائی شدم | تونگر زگنجِ علائی شدم
شد اکنون کہ اقبال ہمدم مرا | نوازندہ شد قطب عالم مرا
چنین بخششی کز تو جم یافتم | در ایام پیشینہ کم یافتم
کنون لابد از سحر سنج زمن | باندازۂ بخشش آید سخن
جرائد کزین پیش پرداختم | چو این نامۂ خاص کم ساختم

مخفی نماند کہ مراد از معز الدنا معز الدنیا است برای ضرورت شعر دنا در آوردہ وآن جمع دنیاست ومراد از فیروز شاہ سلطان جلال الدین خلجی باشد چہ نام اصلی او فیروز است

اکنون سلسلۂ مطلب اصلی می جنبانم۔ در عنفوان شباب "امواج الخیال" نام مثنوی در تعریف دار السلام بلگرام فرمودہ۔ و درین مثنوی اکثر قواعد موسیقی ہندی ضبط نمودہ باثبات برخی ازان مثنوی روی اوراق را مزکف مے سازم ؎

آب وگلِ من کہ فیض عام است | از خطۂ پاک بلگرام است
سبحان اللہ چہ بلگرامی | کوثر می و آفتاب جامی
خاکش گل نوبہار عشق است | آبش می بی خمار عشق است
از عشق سرشتہ ایزد پاک | از روز ازل خمیر این خاک
ہر لالہ کزین دیار روید | تخم دل داغدار روید
ہر گل کہ دمیدہ است زین خاک | خونین جگر یست پیرہن چاک

نرگس نبود بصحن گلزار ‌ ‌ ‌ منصور برآمداست بردار
گل باسنبل بهم دران خاک ‌ ‌ ‌ آویختہ بسملی بفتراک
خورشید ازان بہار نیرنگ ‌ ‌ ‌ پژمردہ گلیست باختہ رنگ
سنبل بچمن بود بصد ناز ‌ ‌ ‌ زنگی بچۂ کمند انداز
از فیض ہوای آن گلستان ‌ ‌ ‌ سرسبز شود نفس چو ریحان
زاتشکدہ سبزہ می زند جوش ‌ ‌ ‌ ہمچون خطِ یار از بنا گوش
تاشد چمنش بدیدہ محسوس ‌ ‌ ‌ شد پردۂ چشم بال طاؤس
تابستانش کہ عیش باراست ‌ ‌ ‌ چون گرمیِ عشق سازگاراست
گرمیِ آنجاست مایۂ زیست ‌ ‌ ‌ گوئی کہ حرارتِ غریزیست
سرما چو دران مقام آید ‌ ‌ ‌ عنقای ہوا بدام آید
ہردود کہ از جگر کند گل ‌ ‌ ‌ افسردہ شود چو شاخ سنبل
چون موسم برشکال آید ‌ ‌ ‌ حُسنش بحدِ کمال آید
جولانِ سحاب شوخ طناز ‌ ‌ ‌ چون خیل پری بود بہ پرواز
درویش ہوا بسی نفس سوخت ‌ ‌ ‌ تا خرقہ رقعہ رقعۂ دوخت
وزنشۂ ذکر جہر شد مست ‌ ‌ ‌ تسبیح ہزار دانہ در دست
شاہنشہِ یکہ تاز برسات ‌ ‌ ‌ ساغرکشِ نشۂ مباہات
نقّارہ نواز حشمت خویش ‌ ‌ ‌ مشکین علم سحاب در پیش
از برق نمودہ تیغ خون ریز ‌ ‌ ‌ وزابر سیہ سپر دلاویز
ترکش ز تقاطر بہارین ‌ ‌ ‌ وز قوس قزح کمانِ رنگین
تاروی زمین بدست آرد ‌ ‌ ‌ بر فوج خزان شکست آرد
باریدنِ ریزہ ریزہ باران ‌ ‌ ‌ کردہ ورق نشاط افشان

نقشی است ازین بہار مرغوب ظلِّ ممدود ماء مسکوب
ہر سو صنمی کرشمہ پرداز از نوکِ نگہ جگر رفو ساز
تا پای کشان کمند کاکل سر مست نگاہ پر تغافل
تا در تتقِ حیا نشستہ حق از مژہ بر نگاہ بستہ
صفہای مژہ بتر کتازی مشغول نبرد نیزہ بازی
قدی و نہال جلوہ نوخیز حسنے و بہار غمزہ گل ریز
از چین جبینِ ناز نخچیر در پای نگاہ بستہ زنجیر
از واشدنِ گل تبسّم در خونِ شفق طپیدہ انجم
از سینۂ شان کہ خوش بہار است پیشانیِ صبح داغدار است

دیگر مثنوی گفتہ در جشن طوی محمد فرخ سیر پادشاہ با دُختر راجہ اجیت سنگھ راتھور کہ در سنہ سبع وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۷) واقع شد۔ جولان فکر عالی ازین مثنوی ہویدا است خصوص در مقامی کہ اسماء پردہای ہندی در ضمن الفاظ فارسی آوردہ۔ و بے تصنع سحر حلال بکار بردہ۔ این چند بیت ازان مقام است ؎

چو صیدِ دل نماید حُسن آہنگ پرداز چہرۂ ہر یار سارنگ
در آن محفل کجا بر گوش می زد نوای کان نہ راہ ہوش می زد
اگر شاپور با خسرو بخاک اند پی این نغمہ از حسرت ہلاک اند
مغنی بر نواز آنسان و ترزد کہ از بربط بہار عیش سرزد
شگفتنہای دل در دست تار است کہ آن را نغمۂ گل دیس کار است
نوای نغمہ گرم دلبری بود بنظم گوہری پیکو جری بود
شگفتن آنچنان سر می زد از تا کہ کردے سینہا را صحن گلزار
اگرچہ زہرہ دارد خوش نوائی بدانی حال او این سوگرائی

مثل این نغمه را دانش نمی زد | بر و صد چوب لاواللہ نی زد
زبس مدہوش شد زین نغمہ ہشیار | ندارد از آکہ یارای رفتار
نوا گوید قوام ساحری ام | پی تقویم چون من پت جری ام
نوای نغمہ بود از نقصہا پاک | نباشد در نگار جور دیس آک
چنان در نغمہ باشد دل پذیری | کز افسون ترنم دیو گیری
لب ہر ساز این معنی ادا کرد | کہ جشن شاہ کام ما روا کرد
بہ الفت ہمہ گر را دادہ یاری | نوا و ساز از صحبت براری
چنان از نغمہ دل بر بیغمی زد | کہ بی اہمال کوس خرّمی زد
کسی کو زین ترنم قوت جان کرد | زشادی پک نیاز مطربان کرد
باستیفاء لذّات ترانہ | تراکافی ست این جشن شہانہ
جہان شد زندہ زاہنگ تبیرہ | کز و برخاست موجی جان وتیرہ
چو منقار ازمی آن جشن تر کرد | رہ احسن گرا بر نغمہ سر کرد
اگر دہلی نماید فخر شاید | نوای زین بہ اگرہ کی سراید
بود در گلشن گل ریز ہر لب | سرود خارکن بابیت درآن شب

حواشی ابیات

وتر بفتحتین تار ساز دیس بکسر دال مہملہ و یای مجہول بمعنی مانند پیگو (پیغو) نام ملکی است کہ جواہر آبدار را بدو نسبت دہند۔ اسدی گوید ع

"زیاقوت سیصد گہر پیگوئی"[۱]

الہ بفتحتین سرگشتہ شدن پت اہار کہ بر کاغذ و جامہ دہند و تقویم از و حاصل آید آک بالمد عیب پک بفتح باء فارسی اسبانخانہ تبیرہ دہل و نقّارہ گرا بالفتح مرغ جاری

[۱] فرہنگ رشیدی جلد اول صفحہ ۱۸۹ مطبوعہ کلکتہ۔

هرچند حباری مُرغ نواسنج نیست اما مقصود مبالغه است یعنی شادی نوعی عام شد که حباری هم از می این جشن منقار تر کرده در نواسنجی در آمد خارکن نام شخصی که نوای خارکن باو منسوب است بایت شب کننده مشتق از بیتوتت ـ

واسماء پردهای فارسی دوازده مقام وببیت وچهار شعبه وشش آوازه وسی لحن باربد نیز بیان کرده نوعی که بے ملاحظۂ معنی اسمے معانی ابیات تمام است ـ چند بیت بر سبیل استشهاد آورده می شود ؎

دلت گر بر مقامِ عیش شیداست | زتار ساز راه راست پیداست
کند هر پرده از عشرت فزائی | چو معشوقِ مرقع دلربائی
باین لذّت چو زاهد آشنا شد | نمازِ پنج گاه از وی قضا شد
مغنی نغمۂ چون باده انگیخت | بجام باده کحلِ اصفهان ریخت
بهارِ نغمه چون در دل دهی شد | نی از فیضِ نوا سرو سهی شد
زمطرب هر نوا دُرِّ ثمین است | بمعنی گنج باد آورد این است

وفائده آوردن اسماء نغمات هندی وفارسی به کیفیت معهود در خاتمۂ داستان نغمه بیان می نماید ومی فرماید ؎

جگر چون دانۂ یاقوت سفتم | که نام پردها در پرده گفتم
که تا هر سامعی کز نارسائی | بموسیقی ندارد آشنائی
نگردد گر زحُسنِ صنعت آگاه | زحسنِ نظم گیرد حظّ دلخواه
مغل باراگ هندی آشنا نیست | بحرِ فرس هندی را شنا نیست
اگر آن این وگر این آن نداند | بنظمِ من زمعنی در نماند
درین دریا شناى ما به بیند | تلاشِ دست وپایِ ما به بیند

(ایضاً از آن مثنوی)

در وصف طائفه رقاصان

گروهی از صباحت غازه بر رو — گروهی از ملاحت سبزهٔ جو
یکی از تاب حُسنِ صندلی رنگ — صداعِ شوق افزودی به نیرنگ
یکی از فیض رنگِ زعفرانی — بهارِ دیده کردے ارغوانی
یکی بُردے ز رنگِ سرمئی ہوش — بعشقِ نالہ زن گفتے کہ خاموش
گره زن گشته هر شوخ پری زاد — ز کاکل بر دل و از نغمه بر باد
رخی برہم زنِ ہنگامهٔ گُل — نگاہی قبلهٔ کیفیتِ مُل
ز موجِ جنبشِ ابروی ایشان — فتاده کشتیِ دلها به طوفان
به ابرو کرده جا دلهای عشاق — تو گوئی شیشها چیدند در طاق
ادای گردشِ چشمِ فسون ساز — بچرخ آورده دلهای نظر باز
بسویِ گردشِ چشم آرد آہنگ — تماشائی ببالِ گردش رنگ
نگه دزدِ دلِ ہر مستمند است — ز خطِّ سرمه در دستش کمند است
بگردِ چشمِ مستِ سحر پروانه — نه مُژه گرد دیده مژگانِ فسون‌ساز
که تا بسمل کند دلهای خسته — کرشمه آستین را بر شکسته
بود کاکل باین معنی مُباہی — که رنگے نیست بالاے سیاہی
میانِ زلف لعل گوشواره — بہارِ عشق بیچان کن نظاره
کنارے موں لٹین مکتا سو کوندین — گھٹا ہے دامنی ہے اور بُوندین
ز مروارید بینی گاه دیدن — چو قطره دل مہیّایِ چکیدن
دران بینی نه مروارید و یاقوت — نگاہے عالمے را کرده مبہوت
سرشکِ قطره خونِ دلِ ماست — که سرگردانِ حُسنِ حیرت افزاست
دہن سرچشمهٔ گوہر فشانی — تبسّم موجِ آبِ زندگانی

تبسّم را ز برق آخر چه فرق است
که هر دندان بمعنی تخم برق است

مسی زیر لب و اطراف دندان
تو گوئی ظلمت است و آب حیوان

تبسّم در مسی دارد بهارے
چو شمشیری که رخشد در غباری

ترنم از لب شان می کند گل
ز برگ گل شنو آهنگ بلبل

لب از رنگ لطافت چهره افروز
شفق گرد است گل از صبح نوروز

بگرداب زنخ مائل جهانی
چو بر چاهی هجوم کاروانی

چنان سیب از زنخ حسرت نورد است
که از فرط خجالت سرخ و زرد است

بود گوش از صفا بالای گردن
بلورین قیف بر مینای گردن

دو ترک چشم ساغر بر کف دست
چنان گشتند از صهبا سیه مست

که هر دو گوش نزد صاحب دید
دو ساغر از دو دست هر دو غلطید

گلوبندی ندی چون بر نظر زد
خطوط آفتاب از صبح سر زد

دو چشم و سینه را باهم بهاری است
چو بیماری که در پیشش اناری است

نمودے موج رنگ پان ز سینه
برنگ موج می از آبگینه

خم چوری بغایت دل پسند است
بصید هوشها چین کمند است

سیه چوری بود چون تار سنبل
که پیچیدند بر گلدستهٔ گل

ز انگشتان مپرس و خون بسمل
که ناخن می زند این حرف بر دل

در انگشتان نگین را فتنه کار است
همانا اختر دنباله دار است

نگین در دست گرم دلبری بود
بهم کفّ الخضیب و مشتری بود

سرین کوهی نهان در جوش گلشن
دلیل آن کمر و انگاه دامن

نظرها در سرین مشغوف دیدار
چو مفلس در طلای دست افشار

نگارین پای زیب ساق دلجو
سهی سروی دمیده بر لب جو

قدم در رقص زان روبیقرار است
که بر دلهای گرم او را گذار است

برنگِ شمع زانها قد کشیدن
برنگِ قطره از دلها چکیدن

کمر در پیچ و تاب رقص بیتاب
چو موئی کو فتد در جوش گرداب

بهنگام اشارت چشم و ابرو
کفِ دست و سر انگشتان و بازو

بنطق آیند در تصویرِ ایما
قیامت می نماید نُطقِ اعضا

زمین از رقص شان گلزارِ چین شد
هوا تا چرخ طاؤس آفرین شد

در صفت چراغان

شبی روشن تر از صبحِ سعادت
مصفا چون دلِ اهلِ عبادت

هزاران شمع هر سو جلوه گر شد
تجلی پرورِ نورِ نظر شُد

زده هر شمع بر سر طرهٔ زر
ز مرواریدِ غلطان جامه در بر

درین شب شمعها را خوش ظهور است
سراسر بزم سر دستانِ نور است

صفِ فانوسها چون گنبدِ نور
بانواعِ تجلّی گشته معمور

ز هر فانوس بیند چشمِ انصاف
دلِ نورانی از پیراهن صاف

به فانوسِ خیالی دیده مانوس
نظر در سیرِ رنگِ بالِ طاؤس

شعاعِ مشعلِ تابان دل افروز
برنگِ پرتوِ حُسنِ گلو سوز

چراغان صف زده چون شانهٔ زر
که در هم داشت شب زلفِ معنبر

چراغان جمله تن گشته دهانها
فتیله پای تا سر شد زبانها

دعا کردند بهرِ شاه چون من
که شمعِ سلطنت زو باد روشن

در صفت آتشبازی

هوائی عزم سیرِ آسمان کرد
بهر جانب جریبِ زر روان کرد

پیِ تعلیم حرفِ روشنائی
فلک شد صفحهٔ حرفِ هوائی

زجوش نور مهتاب و ستاره — هوا شد چرخ دیگر در نظاره
شجرها از طلای صاف کردند — پرند شب مشجر باف کردند
زچرخی شد عیان بر عام و بر خاص — که خورشید اندرین شب گشته رقاص
چنان در دود طالع شد ستاره — که در گیسوی شعائع گوشواره
بنفشه تختهای شعله افروز — سر شب را گرفته در بغل روز
نمودی روشنی از جام مهتاب — چو در بوته گداز نقرهٔ ناب

در صفت سقایان

زسقایان گوهر پاش درگاه — گروهی پیش پیش موکب شاه
عرق ریز از جبین خوش تلاشی — برنگ ابر گرم آب پاشی
قدم زن پای هر یک برنگ ابر — دوال مشک هر یک چون رگ ابر
بگرد راه مشک شان جدل داشت — که هر یک موج دریا در بغل داشت
چو گرد از آب پاشی شست و شو یافت — زمین هم زین عروسی آبرو یافت
بگیتی محو شد بر وجه دلخواه — غبار از خاطر و گرد از سر راه

مخفی نماند که این مثنوی بموانع وقت از نظر پادشاه نگذشت و چون پادشاه عنقریب سریر آرای ملک جاودانی شد۔ آنجناب دل به تبییض مسودهٔ مثنوی نداده متوجه عالم قدس گردید۔ بعد رحلت ایشان محرر اوراق مسوده را از سواد به بیاض برد و ابیات مشکله را حسب الطاقة حل کرده حواشی بقلم آورد۔ و درین محل چند بیت مشکل با حواشی در معرض تحریر می رسد که خالی از فوائد نیست۔

• در مدح پادشاه ے

وَاِنْ فَاقَ الْوَریٰ فِی الْجِنْسِ وَالْفَضْلِ — فَاِنَّ اللّٰہَ بَعْضُ الْقَطْرِ فِی الْاَصْلِ

ان شرطیه است و جزاء آن محذوف ای فلا باس معنی چنین است که اگر فائق شد

پادشاه خلق را در جنس و فصل ماہیت انسانی باک نیست پس بدرستیکه مروارید بعضی از قطرہاست در اصل حال آنکه فائق است از دیگر قطرہا۔

این بیت در تتبع ابی الطیب متنبی است کہ در مدح سیف الدولہ ممدوح خود گفتہ[1]

وَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَاَنْتَ فِیْهِمْ   فَاِنَّ الْمِسْکَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ

خطاب بہ ممدوح است یعنی اگر فائق شدے خلق را حال آنکہ تو از ایشانی پس باک نیست زیراکہ مشک بعضی از خون غزال است حال آنکہ فائق است۔

بر وقت شناسان ہویدا است کہ تشبیہ لاحق از سابق پاکیزہ واقع شد۔

ایضاً در مدح پادشاه

مثل از دانشِ او گر کند گوش   فلاطون از مُثُل سازد فراموش

مُثُل بضمتین جمع مثال۔ و مثل افلاطونی بچند معنی است۔ گاہی[1] مراد می شود عالم مثال کہ متوسط است درمیان عالم غیب و عالم شہادت و گاہی[2] مراد می شود صور علمیہ الٰہیہ کہ قائم بذوات خود اند نہ بذات خداوند تعالےٰ شانہ و گاہی[3] مراد مے شود جواہر مجردہ کہ آن را ارباب انواع نامند یعنی از ہر نوع فردی است مجرد از مادہ ازلی و ابدی کہ افاضہ کمالات جمیع افراد آن نوع وابستۂ اوست۔ و آن را بلسان شرع ملک البحار و ملک الجبال وجز آن خوانند

این معانی از حاشیۂ میرزاہد بر امور عامہ شرح مواقف و کتب دیگر بقلم آمد۔

ایضاً در مدح پادشاه

سپاہش چون عروضی وقتِ تصریع   کند روشن براعدا حرف تقطیع

عروض بالفتح نام علم مشہور است عروضی منسوب بآن و تصریع در لغت افگندن

[1] دیوان متنبی صفحہ ۲۰۷ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۵۷ھ

ودر اصطلاح شعرا قافیه آوردن در مصرع اول از بیت یعنی مطلع ساختن و حرف تقطیع

در اصطلاح عروضیان ده اند مجموع درین عبارت "لَمَعَتْ سُیُوْفُنَا" معنی آن

درخشیدند شمشیرهای ما۔

در صفت فیلان

خط قرمز به پیشانی فیلان اگر می دید خنساء سخندان

نمی کردی بشعر خویشتن فخر بآن نار و علم دربارۂ صخر

تلمیح است بسوی بیت مشهور از قصیدۂ خنسا بفتح خاء معجمہ و نون و سین مہملہ

یکی از مشاہیر نساء سخن طراز عرب کہ در مرثیۂ برادر خود صخر نامی گفتہ کہ ؎

وَاِنَّ صَخْرًا لَتَأْتَمُّ الْهُدَاةُ بِهٖ كَاَنَّهٗ عَلَمٌ فِيْ رَاْسِهٖ نَارٌ[1]

یعنی بدرستی کہ صخر ہر آینہ اقتدا می کنند راہ نمایان باو۔ گویا صخر کوہی است کہ بر

سر آتش داشتہ باشد۔ چہ کوہ کہ در راہنمونی ہویدا است خصوص درحالی کہ بالای آن

آتش افروختہ باشند۔

و درینجا مراد آن ست کہ اگر خنسا خط سُرخ پیشانی فیل می دید بہ تشبیہ کوہ و

آتش فخر نمی کرد۔

در صفت اسپان

چو گام شان بہ تندی آشنا شد بہر گامی بنا برج العصا شد

عصا نام اسپ جذیمۃ الابرش پادشاہ یمن۔ گویند ہرگاہ جذیمہ در بلاد روم رفت

و بہ دغا کشتہ شد قصیر کہ وزیر جذیمہ بود برآن اسپ سوار شد۔ اسپ جلو ریز بر سری

میل خود را رساند و درانجا بول کرد۔ و دران موضع برجی بنا کردند و برج العصا

نام گزاشتند[2] کذا فی المحاضرات للراغب الصفاہانی۔

---

[1] کامل مبرد صفحہ ۷۵۶ مطبوعہ یورپ۔ [2] (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۶)

ایضاً در صفت اسپان

وثوبِ شان تعجّب آفرین است   مثالِ طفرهٔ نَظَّام این است

طفره در لغت بمعنی برجستن و نظام بنون و تشدید ظاء معجمه عالم معتزلی مشهور قائل مسئلهٔ طفره - و مراد نَظَّام از طفره این است که متحرک مسافت را طی کند بر وجهی که از مکانی بمکانی بجهد و مسافت میانه را اصلا محاذی نگردد۔

معنی بیت آنکه اسپان از بس سرعت برین روش مسافت طے می کنند و مثال طفرهٔ نظام که محال است بوجود مے آرند۔

در سنه احدی وثلثین ومائة والف (۱۱۳۱) نیکوسیر بن محمّد اکبر بن خلد مکان که در قلعه آگره محبوس بود واقعه طلبان اورا برآورده بر تخت نشاندند - امیر الامرا سید حسین علی خان بالشکر جرّار از دہلی به آگره رسید و قلعه را بعد محاصره مفتوح ساخت - میر عبد الجلیل قصیدهٔ غرائی در تهنیت انشا کرد - نواب پنج ہزار روپیه واسپ و خلعت صله می داد - علامهٔ مرحوم بر وفق ضابطهٔ خودسر بقبول فرو نیاورد قصیده این است ؎

مژده ای دوستان که در عالم   نقد شد نسیهٔ بهار ارم
نونهالِ طرب ببار آمد   گل فشان گشت خاطرِ خرم
دل خوشی نشئهٔ رسا بخشید   به گل و سبزه و بهار قسم
باغ از بس شگفتگی پر کرد   ساغرِ گل ز بادهٔ شبنم
ابر دامن کشان خرامان است   برق رقصان و رعد گرمِ نغم
نوبهار از برای رسم نثار   ہر طرف از شگوفه ریخت درم
که امیرِ سر آمدِ امرا   کرد تسخیر قلعهٔ اعظم

(بقیه حاشیه) ابن اثیر جلد اول صفحه ۲۴۸ مطبوعه یورپ و محاضرات راغب جلد دوم صفحه ۳۷۵ مطبوعه مصر ۱۲۸۷ھ

این ظفر از مواهب عظمی است — برزبان واجب است ذکر نعم
پسر اکبر آنکه در افواه — یافت نیکو سیر بعکس عَلَم
بود در حصن آگره محبوس — همچو مفهوم ممتنع بعدم
داشت عیشی و کنج عافیتی — خاطر آسوده تر ز صید حرم
ناگهان نفس شوم راهش زد — خفیه آمیخت در طعامش سم
دید اسباب بغی آماده — اشتها صاف و لقمه پر ز دسم
زر بسیار و زمرهٔ اوباش — اکبر آباد قلعهٔ محکم
ابروی فتنه زه نمود کمان — زلف آشوب گشت خم در خم
از پدر داشت ارث بغی ازان — فتنه انگیخت در کمال عظم
کرد پرویزنی ز چتر به سر — بیخت بر فرق خود غبار الم
چون برید این خبر به دهلی برد — شعله زد خشم داور عالم
خسرو دین پناه شاه جهان — آب و رنگ بهار فضل و کرم
آن ابو المجد و العلا ذو الجود — مسند آرای چار بالش جم
بنده اش کیقباد و کیکاؤس — نوکرش گیو و بیژن و رستم
بخشی الملک را اجازت داد — تا کشد لشکر ظفر پرچم
آن امیر جماعهٔ اُمرا — چون حسین علی هزبر شیم
قرة العین حیدر کرّار — نخبهٔ نسخهٔ بنی آدم
خلف الصدق موتم الاشبال — پیش او شیر شرزه کم ز غنم
جود او شهرهٔ دیار عرب — تیغ او ضابط بلاد عجم
نازد از نسبتش سمو نسب — بالد از همتش علوّ همم
می کند با جماعهٔ دلریش — لطف او آنچه می کند مرهم

غوطه در جود او زند دریا | لطمه از دستِ او خورد ضیغم
هست مقیاسِ جود او بسحاب | مثل مقیاس فربهی بورم
در فنِ صرف همتش نبود | ذکری از لا و از لن و از لم
در صفِ جنگ با سرِ اعدا | چون الف گشته تیغ او الزم
دشنه و نیزه اش بجان عدو | می کند کار عقرب و ارقم
تیغ او شد بفرق اعدا غرق | همچو حرفی که می شود مدغم
در دلِ خصم او در آید رمح | چون در آید بر اهل خود محرم
با کمندش سرِ معاندِ او | مثل دلوی است با رسن منضم
ظفر از فوج او شود پیدا | فتح با تیغ او بود توام
کرد نهضت بدولت از دهلی | فضل حق همعنان ظفر همدم
لشکری در رکاب بیش از حصر | دیو از نعرهٔ یلان در رم
همه زور آوران فیل شکوه | که به شیرِ ژیان زندی بم
کرد اسپانِ فوج نصرت موج | دامن افشان برین بلندِ خیم
آمد و قلعه را محاصره کرد | همچو انگشت و حلقهٔ خاتم
شرح اسباب قلعه گیری ریخت | سرمهٔ عجز در گلوی قلم
چون نهنگان بدور گردابی | توپها گرد قلعه جمع بهم
خصم را سوخت توپ شیر دهان | کس ندیداست شیر آتش دم
اژدهای است توپ غازیخان | کز سرِ هندوان نموده لقم
چه نویسد ز توپ قلعه کشا | اسم او برتلاش اوست علم
تا برآید به قلعهٔ نصرت | سینه گردید فوج را سُلَّم
هرطرف شد مرتب از ساباط | دخمهٔ بهر دشمنانِ دژم

زان طرف هم مخالفِ سرکش | کوششے داشت در ثباتِ قدم
دست وپا زد درونِ قلعه بسی | چون جنینی که وا جهد بشکم
کرد اسقاط این جنین آخر | صدمۂ توپہائے مستحکم
کار بر اہلِ حصن شد دشوار | مرگ مقطوع زندگی مبہم
قلعه شُد بر جماعۂ اعدا | از مصیبت چو حلقۂ ماتم
شد برون آمدن چنان دشوار | که سخن از زبانِ اہل بکم
از برون ہم رہِ رسد شد بند | چون نفوذِ صدا بگوشِ اصم
از سرِ عجز خواستند امان | بالب خشک و دیدۂ پُرنم
از ترحم بجان امان بخشید | وقت قدرت خوش است ترک نقم
فتحِ قلعه بزور تیغ نمود | این چنین می کنند اہلِ ہمم
شد سیه طالعی ز قلعه برون | ہمچو از لفظ دائرہ ادہم
این معمی کشود فطرتِ او | ورنه این عقده بود جذر اصم
شاد گشتند دوستان یکسر | عام شد عیش در صنوفِ امم
شرح حالِ منافقان گویم | که با آن چو خدیفه ام اعلم
سرخی انفعال روی سیاه | خوش خضابی است از حنا وکتم
نَحْمَدُ اللّٰهَ وَاهِبَ الْاٰلَآءِ | حَمْدَ مُسْتَظْهِرٍ بِمَآ اَلْنِعَمْ
کن کتھن کی سکت کہان پاوے | رسنان لیہ جو انیک جنم
رمضان ایجدی بولدی بخشی فتح | کلدی بوی آی نینک ابکی پرم
از پیِ ہم دو عید گشت پدید | معنیِ فطر جلوه کرد اعم
ہر طرف مجلسِ طرب چیدند | آن یک از شعر و دیگری زحکم
وان دگر از ترانۂ رنگین | چنگ وطنبور کرده باہم ضم

نغمہ گویانِ فارسی ز نشاط | کوک کردند زیر را با بم
نغمہ سنجانِ ہند سر کردند | سبت سر در مراتب سر کم
نغمہ تا چاک دل رفو سازد | زہرہ از چنگ دارد ابریشم
زین ترنم جہان طراوت یافت | زانکہ در جوہرش بود ترنم
شعرا ہم قصیدہ ہا گفتند | انوری گشت پیشِ شان ابکم
ہر یکی سفت دُرِّ تاریخی | کہ ازو آب شد گہر در یم
من ہم از باغ معنیِ رنگین | گلِ چندی زدم بفرقِ قلم
ورقِ ما بیاض سینۂ حور | سطرہا سلک گوہرِ نیلم
شعر گر فضل من نپوشیدی | می شدم در فنِ سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من | میر خسرو دہد جواب نعم
کرد عبد الجلیل در تاریخ | "قلعۂ آگرہ گرفت" رقم
بر دعا بہتر است ختم سخن | کہ بہ آمین کند ملک معلم
چار چیزش نشاط افزا باد | تا بود سبزہ در چمن خرم
دست زر پاش و تیغ اعدا کُش | عمر ممدود و دولتِ ادوم

حواشی قصیدہ

موتم الاشبال لقب عیسی بن زید شہید است کہ جد اعلای ممدوح باشد۔ و ہم جد اعلای مادح۔ موتم بضم میم و کسر تاء فوقانی یتیم کنندہ و اشبال جمع شبل بکسر شین معجمہ بمعنی بچۂ شیر یعنی یتیم کنندہ شیر بچہ ہا۔ چون اکثر شکار شیر کردی باین لقب ملقب گشت۔ ساباط سقف میان دو دیوار کہ زیر آن راہ بود ؎

شد سیہ طالعی ز قلعہ برون | ہیچو از لفظ دائرہ ادہم

تلمیح است بمعمای مشہور بہ اسم ادہم ؎

کشید تنگ چنان نقش آن دہن پرکار
که دور دائره درمرکزش گرفت قرار

دور دائره دال وہاست ومرکزش یامرادف ام۔ چون دال وہا درام قرار گیرد ادہم حاصل شود۔ و ادہم درلغت سیاه راگویند۔ خروج سیه طالع از قلعه مثل خروج ادہم از دائره بواسطۂ تنگ شدن قلعه ودائرۂ تشبیه لطیفی واقع شده

؎ این معما کشود فطرت او
ورنه این عقده بود جذر اصم

جذر درلغت اصل راگویند ودر اصطلاح اہل حساب عددی که آن را درنفس خودش ضرب کنند اورا جذر نامند وحاصل ضرب آن را مجذور و اصم درلغت کر وسنگ سخت مصمت ودر اصطلاح اہل حساب عددی که آن راجذر نباشد اصم خوانند مثل احدی عشر ومقابل آن را منطق گویند چون تسعه۔ وجذر عدد منطق ببسہولت حاصل می شود چنانچه جذر تسعه۔ ثلاث است وجذر عدد اصم درنہایت دشواری است حاصل نمی شود مگر تقریباً ولہذا حکما درمناجات خود گفته اند :۔

"سُبْحَانَ مَنْ لَّا یَعْرِفُ جَذْرَ الْاَصَمِّ اِلَّا هُوَ"۔ ودرعلم معقول جذر الاصم مغالطه ایست مشہور۔ واضع مغالطه ابن کمونه بغدادی علامۂ تفتازانی در شرح مقاصد گوید :۔

"وَهٰذِهٖ مَغْلَطَةٌ تَحَيَّرَ فِيْهَا عُقُوْلُ الْعُقَلَاءِ وَفُحُوْلُ الْاَذْكِيَاءِ وَلِهٰذَا سَمَّيْتُهَا بِمَغْلَطَةِ جَذْرِ الْاَصَمِّ"۔

ونیز علامه درشرح مقاصد بعد تحریر جواب می گوید :۔

لٰكِنَّ الصَّوَابَ عِنْدِیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَضِيَّةِ تَرْكُ الْجَوَابِ وَالْاِعْتِرَافُ بِالْعَجْزِ عَنِ الْاِشْكَالِ"۔

ومیر باقر استر آبادی در افق المبین گوید۔ مختصر عبارت آنجا این که :۔

"كَمْ زَلَّتْ فِيهِ اَقْدَامُ اَقْوَامٍ وَ اَقْرَبُهُمْ اِلَى الصَّوَابِ وَ اِصَابَةِ الْحَقِّ مَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِالْعَجْزِ"

مراد میر باقر از معترف علامۂ تفتازانی باشد۔

معنی بیت آنکه این عقده در اشکال و عدم انحلال مثل جذر الاصم علم حساب بود یا جذر الاصم علم معقول و لفظ اصم بمعنی سنگ سخت مصمت نظر بقلعۂ سنگین مناسب افتاد

؎ شرح حالِ منافقان گویم   که بآن چون حذیفه ام اعلم

حذیفه نام صحابی مشهور صاحب سِرِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت او را پنهان از حال منافقان خبر داده بود۔ و درین بیت اشارت است بکمال تقرب و محرمیت خود با ممدوح۔

کتم بفتح کاف و تاء فوقانی گیاهی که بآن خضاب کنند۔

؎ از پیِ هم دو عید گشت پدید   معنی فطر جلوه کرده اعم

چون قلعه در ماه مبارک رمضان مفتوح شد دو عید بهم هویدا گشت اول عید فتح که عید مجازی است و دویم عید رمضان که عید حقیقی است و همچنین لفظ فطر بمعنی حقیقی جلوه کرد که کشودن روزه باشد و هم بمعنی مجازی که فتح است و آن لازم کشودن روزه باشد۔

پس مراد از معنی اعم این است که مطلق معنی فطر باعتبار هر دو فرد خود که حقیقی و مجازی باشد صادق آمد۔ و می تواند که مراد از اعم عموم مجاز باشد و برین تقدیر معنی چنین میشود که فطر بمعنے مجازی که مطلق کشودن باشد صادق آمد عموماً بحیثیتی که متناول باشد معنی حقیقی و غیر حقیقی را که کشودن روزه و کشودن قلعه باشد۔

و عموم مجاز در اصطلاح علماء اصول عبارت ازین است که معنی مجازی بنفسی باشد که معنی حقیقی فرد او گردد و اللہ اعلم۔

ع سبقت سر در مراتب سر کم۔

اہل موسیقی ہند مراتب آواز ہفت قرار دادہ اند و آن را "سبت سر" گویند یعنی ہفت آواز۔ و ہر مرتبہ را اسمی گذاشتہ اند۔ و از سر ہر اسم حرفی گرفتہ سرگم بدان ترکیب کردہ اند۔ درین بیت لفظ سرگم اشارہ بہ ہمان مراتب سبعہ است۔

مُعلم بالضم نشان کردہ شدہ۔

الحال نقشے چند از تصانیف والا در آہنگ حجازی بہ تحریر می آید و زبان قلم واسطی نژاد پردۂ گوش نوا نیوشان را بمرغولہ سازی نوروز عرب می کشاید۔

چون خلد مکان در سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) بمحاصرۂ قلعہ ستارہ کہ از مشاہیر قلاع دکن است پرداخت و در اندک فرصت مفتوح ساخت۔ آنجناب در یک شب یازدہ تاریخ در السنۂ اربعہ ترتیب دادہ از نظر بادشاہ گذرانید۔ از انجملہ قطعہ تاریخی بزبان عربی کہ از شکل اصابع اختراع فرمودہ و ید بیضائی از جیب فکر وا نمودہ۔ قطعہ این است ؎

لَمَّا تَوَجَّهَ سُلْطَانُ الْاَنَامِ اِلٰی   رَبِّ السَّمٰوَاتِ فِیْ تَایِیْدِ اِسْلَامِ
اَقْرَا بْهَامَہٗ فِیْ اَصْلِ خِنْصِرِہٖ   لِوِرْدِ یَا قَادِرَ افْتِتَاحَ الْمَامِ
فَصَارَ حِیْنَ افْتِتَاحِ الْاِسْمِ مُفْتَتِحًا   حِصْنٌ لِمَنْ عَبَدُوْا اَحْجَارَ اَصْنَامِ
نَظَرْتُ فِیْ اَلِفَاتٍ وَّهِیَ اَرْبَعَةٌ   مِنْ فَوْقِ اِبْهَامِهٖ مِنْ غَیْرِ اِبْهَامِ
وَجَدْتُهُنَّ لِعَامِ الْفَتْحِ حِیْنَئِذٍ   رَقْمًا عَلٰی سَنَةٍ مِّنْ مَّدِّ اِبْهَامِ
لِلّٰهِ تِلْكَ یَدٌ بَیْضَاءُ قَدْ نَزَعَتْ   لِلنَّاظِرِیْنَ فَیَا مِنْ مُعْجِزٍ سَامِ
هٰذَا الْبَدِیْعُ مِنَ التَّارِیْخِ اَنْشَاهُ   عَبْدُ الْجَلِیْلِ بِتَایِیْدَاتِ اِلْهَامِ

مقصود از ضم کردن سر ابہام بر بیخ خنصر این است کہ شکل لفظ سنہ بہم رسد و چہار الف ہندسہ بالای لفظ سنہ بدستوری کہ معمول کاتبان است پیدا شود۔ و مضمون این تاریخ بزبان فارسی نیز بستہ و قطعہ فارسی بسیار پیشتر اشتہا

یافته ؎

چو شه ابهام زیر خنصر آورد　　بورد اسم اعظم در شماره
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال　　ز تیغ او عدو شد پاره پاره
ز انگشتان شه بر مد ابهام　　برابر چار الف کردم نظاره
بعینه بود شکل سال هجری　　پی تاریخ تسخیر ستاره
چنین تاریخ گفتن اختراعی است　　شد از عبدالجلیل این آشکاره

امیرالامرا سیّد حسین علی خان هر سال در مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم چراغان مے کرد وشیلان عظمی مے کشید۔ وصلای عام درمے داد وخود آفتابہ گرفتہ بر دست مہمانان آب می ریخت۔ علامہ مرحوم در وصف چراغان مصراع کعب بن زہیر را تضمین کرد کہ ؎

اَضَاءَ رُکْنُ الْاَعَالِیْ سَیِّدُ الْاُمَرَا　　شَهْرَ الرَّسُوْلِ شُمُوْعًا فِیْ غَیَاهِبِهٖ
اَمْسَی الشُّمُوْعُ عَلَی الْحُضَّارِ مُنْشِدَةً　　اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِهٖ

ونیز بہ امیرالامرا در تہنیت عید الاضحی نوشت ؎

تَهَنَّ بِعِیْدِ النَّحْرِ یَا مَنْ عَطَاءُهٗ　　اَفَاضَ عَلٰی مَنْ حَجَّ جُوْدًا اَعْوَائِدَا
تَنَسَّکْتَ هَدْیَ الْجُوْدِ فِیْ کُلِّ مَوْقِفٍ　　وَاَلْبَسْتَ نَحْرَ الْمُعْتَفِیْنَ قَلَائِدَا

صاحب نہایہ جزری گوید: معتفی بعین مہملہ وفا کسی را گویند کہ طالب فضل و رزق باشد

واین رباعی مستزاد در السنہ اربعہ املا نمودہ ؎

جَاءَ النَّیْرُوْزُ بِالنِّشَاطِ الْاَوْفٰی - فِیْ خَیْرِ قُدُوْمٍ
پھولیں درم بیل لہلہی بن او لہا - تر در رہی جھوم
نیکی کند وزکلدی بزی بولدی لیش - قتلغ بولسوم
چون شہپر طاؤس گل اندر صحرا - آورد ہجوم

درآغاز عہد شباب برخی اشعار ریتیانہ درسلک نظم کشیدہ۔ ترجیع بند ایشان درین طور مشہور است کہ مطلعش این است ؎

منم آن بانکہ و دلیر و اچل — کزمن اُفتاد درجہان کھل بل

ازانجا کہ ارتکاب این اشعار دور از کار محض نظر باستجماع فنون بود۔ وبشان اقدس اصلا مناسبتے نداشت۔ مردم این ترجیع و دیگر اشعار ایشان راکہ ازین جنس است بدیگری نسبت دہند حال آنکہ بلاریب زادۂ فکر ایشان است

دراواخر ترجیع بند اتل تخلص آوردہ۔ و این بیت ہم ازان ترجیع است ؎

شعر بارہ بزاریان دیدی — ٹہسۂ بلگرام را عشق است

اما حریفان این بیت راہم تغیر دادہ نوعی دیگر ساختہ اند۔

واز اشعار ریتیانہ ایشان است ؎

عدو گرہمہ تن ز فولاد جکڑد — ز سرتا قدم ہمچو زنجیر اکڑد
بکف کتی برق بے دھڑکہ پکڑد — بجز حکم اللہ پشمی نا کرڑد

ولہ

ورد خود نام خدا بانام احمد کردہ ام — دانۂ تسبیح ازمیم محمد کردہ ام
بجز مژگان ندارد چشم بیمار تو غمخواری — بلاگردانی برگشتہ مژگانت تماشاکن
شام غم را در سواد نامہ پنہان کردہ ام — صبح محشر مے دمد از صفحۂ مکتوب ما
بانتظار تو ای سرو لالہ درگلشن — ستادہ قہوہ بکف در پیالۂ یاقوت

ربا عی

اولاد علی خلاصۂ ابرارند — چون والد خویش محرم اسرارند
تحلیل مواد فاسد کفر کنند — درمنفعت مزاج دین جدوارند

رباعی

از بہر محبتِ علی ہستیِ ما ست گلچینیِ این بہار تردستیِ ماست

دل ساغر و مہر ساقی کوثر می از میکدۂ غدیر خم مستیِ ماست

اکنون خامۂ تقریب جو بتحریر احوال سید علی معصوم کہ اسم او در ترجمۂ میر عبد الجلیل ذکر یافت و احوال او در تاریخ نامہا کمیاب است خرامش می نماید

(۱۲۰) سید علی معصوم مدنی

سید علی بن سید نظام الدین احمد بن سید معصوم الدشتکی الشیرازی المعروف بہ سید علی معصوم از مشاہیر اُدبا و صنادید شعرا است۔ مؤلف انوار الربیع فی انواع البدیع و ریاض السالکین شرح صحیفہ کاملہ و حاشیہ قاموس و سلافۃ العصر تذکرۂ شعرا عرب و دیوان شعر۔

خاندان او در شیراز بیت علم و فضل بودہ است و مدرسۂ منصوریہ شیراز منسوب بجد از میر غیاث الدین منصور است کہ از غایت شہرت حاجت بشرح ندارد

و سید علی باضافۂ نام جد قریب خود بہ سید علی معصوم مشہور گردید چون خواہر شاہ عباس ثانی صفوی ارادۂ زیارت حرمین شریفین نمود۔ شاہ عباس۔ میر معصوم را با بیگم ہمراہ کرد کہ بہ تعلیم مناسک حج پردازد۔ در اثناء راہ چون تقریب تعلیم و تعلم در میان آمد و این معنی بجیلولت ستر بر وجہ احسن صورت نمی بست بخاطر بیگم رسید کہ کفویت ثابت است چرا عقد نکاح جلوہ گر نشود۔ و حیلولت حجاب بر نخیزد۔ آخر نکاح انعقاد یافت و بعد زیارت حرمین شریفین از ترس شاہ عباس معاودت وطن متعذر شد و توطن مکہ معظمہ اختیار افتاد۔ و از بطن بیگم میر نظام الدین احمد متولد شد و در مکہ معظمہ نشو و نما یافت۔ و ہمت بکسب فضائل گماشتہ از اقران فائق برآمد

میر معصوم

میر نظام الدین احمد

میر محمد سعید میر جملہ اردستانی وزیر عبد اللہ قطب شاہ والی حیدر آباد مبالغ فراوان فرستادہ میر نظام الدین احمد را و سید سلطان را کہ از سادات نجف اشرف بود بہ حیدر آباد طلبید کہ دو دختری کہ داشت آنہا را در سلک ازدواج ہر دو سید کشد۔ اتفاقاً سلطان عبد اللہ را ہم دو دختر بودند سلطان خواست کہ دختران خود را بہ ہر دو سید تزویج کند۔ میر جملہ بر آشفت و برخاستہ بدرگاہ خلد مکان عالمگیر شتافت۔ سلطان عبد اللہ اول دختری را بہ میر نظام الدین احمد کدخدا ساخت و برای طوی دختر ثانی ساز و سامان ترتیب داد۔ میر نظام الدین احمد با سیّد سلطان رنجشے داشت۔ او و زوجۂ او نمے خواستند کہ ازدواج سید سلطان صورت گیرد۔ شبی کہ نکاح سید سلطان مقرر شد۔ میر نظام الدین سلطان عبد اللہ را پیغام کرد کہ اگر تزویج سید سلطان واقع مے شود۔ من بمخالفت شما کمر می بندم۔ و نزد خلد مکان رفتہ سعی در ہدم بنیان دولت شما می کنم و احمال و اثقال بار کردہ مستعد کوچ نشست۔ سلطان عبد اللہ متحیر شد۔ و ارکان دولت را جمع کردہ بمشاورہ پرداخت۔ آخر رای ہمہ برین قرار داد کہ اگر میر نظام الدین احمد می رود فتنۂ عظیم برپا می شود۔ تزویج سید سلطان موقوف باید داشت۔ و چون اسباب طوی ہمہ مہیّا شدہ بود۔ و در تاخیر ضائع می شد ابو الحسن را کہ آخر سلاطین قطب شاہیہ است و با سلاطین قطب شاہیہ قرابتی داشت برای دامادی تجویز کردند۔ مردم بہ طلب ابو الحسن شتافتند۔ دران وقت ابو الحسن در تکیۂ بہقیدی نشستہ بود۔ او را آوردند و بحمام بردند و بخلعت طوی آراستہ نکاح لبستند و موافق ضابطہ توپخانہ را سر دادند۔ دران وقت سید سلطان در حمام بود۔ چون صدای توپہا شنید در استفسار اُفتاد کہ توپہا را چرا سر دادند حاضران کہ ازین ماجرا واقف نبودند جواب دادند کہ سبب ظاہر است کہ امشب شب طوی ست۔ سید سلطان گفت ضابطہ این است

که نوبخانه بعد عقد نکاح سرے دہند- و مردم را برای خبر فرستاد- رفتگان خبر که بود آوردند- سید سلطان در آتش غضب اُفتاد- اسباب شادی ہمه سوخت و اسپان را پی کرد- و خود را بدرگاه خلد مکان رسانید-

میر نظام الدّین احمد از دختر قطب شاه فرزندی نیاورد- سید علی از بطن زوجۂ دیگر شب شنبه پانزدهم جمادی الاولی سنه اثنتین وخمسین و الف (۱۰۵۲) در مدینه منوره متولد شد لهذا او را مدنی می گویند و بکسب کمال پرداخته سر آمد ادباء عصر گردید

و شب شنبه ششم شعبان سنه ست وستین و الف (۱۰۶۶) بقصد حیدر آباد از مکّه معظّمه برآمد و روز جمعه بیست و دوم ربیع الاول سنه ثمان وستین و الف (۱۰۶۸) به حیدر آباد رسید- و با والد خود ملاقات کرد

و چون سلطان عبد الله از سریر حیات فرود آمد ابو الحسن بر تخت فرمان روائی برآمد و میر نظام الدین احمد ہم بعد یکسال فوت کرد- ابو الحسن در اتلاف متعلقان میر نظام الدین احمد کمر بست و نگاهبانان گماشته راه آمد و شد مسدود ساخت سید علی عریضه بجناب خلد مکان ارسال داشت و ادراک عتبۂ خلافت استدعا نمود- خلد مکان در آن ایام از هند متوجه دکن بود فرمان طلب سید علی بنام ابو الحسن صدار یافت- ابو الحسن سید علی را با اہل و عیال رخصت داد- سید رخت کوچ بربسته خلد مکان را در دار السرور برهان پور ملازمت نمود- پادشاه او را بعنایات خسروانی نواخت- و بمنصب ہزار و پانصدی سیصد سوار دو اسپه سرافراز فرمود- و در رکاب خلد مکان به اورنگ آباد آمد- و چون رایات خلد مکان جانب احمد نگر ارتفاع یافت- سید علی را بحراست اورنگ آباد مامور ساخت سید مدتے بر این خدمت قیام داشت-

پس ازان حکومت ماہور وغیرہ از توابع صوبہ برار تفویض یافت۔ آخر از حکومت ماہور استعفا نمود والتماس دیوانی برہان پور کرد۔ درجۂ پذیرائی یافت۔ سیّد در برہان پور رفتہ بدیوانی پرداخت۔

وبعد مرور زمانی از خلد مکان رخصت حرمین شریفین گرفت وبا اہل وعیال به اماکن فیض مواطن رفت وازانجا بزیارت عتبات عالیات شتافت وبہ مشہد مقدس رسید وبہ صفاہان آمد وسلطان حسین صفوی را ملازمت نمود والتفاتی کہ مطمح نظر بود نیافت۔ ناگزیر رخت بوطن اصلی یعنی شیراز کشید۔ ودر مدرسہ منصوریہ پای اقامت افشرد وعمر را بافادۂ طلبہ بپایان رسانید۔

(۱۲۱) شاعر۔ میر سید محمد سلمہ اللہ تعالے

خلف الصدق حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی نور اللہ ضریحہ از وجود ہمایون سابقا چمن فضلا را بہاری تازہ است۔ واکنون گلستان فصحا را رونقی بی اندازہ آنجناب در تاریخ چہاردہم شہر ربیع الاول سنہ احدی ومأتہ والف (۱۱۰۱) بہ شہرستان امکان رسید۔ بمنطوق اَلْوَلَدُ الْحُرُّ يَقْتَدِيْ بِاٰبَائِهِ الْغُرِّ نسخۂ جامع اصناف علوم است۔ ومرآت فضائل وکمالات والد مرحوم خصوص عربیت ولغت ومحاضرات کہ درین فنون رایت یکتائی می افرازد وگوی سبقت از اقران می رباید۔

کتب درسی نزد اُستاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ گذرانید وکمالات کثیرہ از والد ماجد خود اندوخت۔

پدر گرامی را نسبت بہ فرزند ارجمند ورائی شفقت اُبُوّت عنایتی ومحبتی خاص بود۔ درحینیکہ علامۂ مرحوم از بھکّر بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد عطف عنان نمود میر سید محمد را نزد خود طلبید ومقارن آن مسرعی را فرستاد کہ چندی توقف باید کرد۔ وانتظار طلب

مثنی باید کشید۔ میر در جواب قلمی فرمود کہ ”لَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَأْذَنَ لِيْ اَبِيْ“ علامۂ مرحوم ازین جواب حظی کرد۔ و این رباعی رقم زدۂ کلک جواهر سلک ساخت کہ ؎

تا یَأْذَنَ لِیْ اَبِیْ بہ خطّت دیدم گلهای طرب از چمنِ دل چیدم
از غایت اهتزاز پروانہ صفت ای شمع پدر گرد سرت گردیدم

در اواخر عهد محمد فرخ سیر علامۂ مرحوم خود مستعفی شده خدمات بھکر و سیوستان را بنام ولد ارشد گرفت۔ جناب میر سید محمد در سنہ ثلث و ثلثین و مائۃ والف (۱۱۳۳) بہ محل خدمات رسید۔ و مسند حکومت را از ابتدا تا انتها بشیوۂ تدین و حسن معاملت رونق بخشید۔ وضیع و شریف آن دیار تا الآن یاد می کنند۔ و سبحۂ ذکر خیر و حسن جمیل می گردانند میر در سنہ ثلث و اربعین و مائۃ و الف (۱۱۴۳) کاتب الحروف را بہ سیوستان نائب گذاشتہ خود بدار السّلام بلگرام تشریف برد و چندی در وطن گذرانیده بنا بر تخللی کہ در خدمت راه یافتہ بود بہ دار الخلافہ شاهجهان آباد حرکت کرد و بتوسل بعضی امرا آن خلل را دفع ساخت۔

و در سنہ خمس و اربعین و مائۃ و الف (۱۱۴۵) کرت ثانی بہ سیوستان تشریف آورد۔ و بنده را در اواسط سنہ سبع و اربعین و مائۃ و الف (۱۱۴۷) رخصت هندوستان فرمود۔ و خود برا سم خدمت مرجوعہ بدستور قیام نمود تا آنکہ نادر شاه بر دیار سندھ مسلّط گردید۔ و سر رشتہ خدمات پادشاهی گسیخت۔ اما خدا یار خان مرزبان سندھ میر را نگذاشت۔ و باعزاز و اکرام تمام در سیوستان نگاه داشت۔ و از جانب خود خدمتها بتقدیم رسانید۔

و چون هنگامۂ نادر شاهیان دران دیار گرم شد۔ و اوضاع ملک بر نسق سابق نماند۔ خاطر اقدس از اقامت آنجا برخاست و از خدا یار خان خواه نخواه رخصت گرفت و بیست و پنجم رمضان سنہ خمس و خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۵) از سیوستان برآمد۔

وازراه ماروار متوجّه وطن شده - بعد طی مراحل بیست وہفتم محرم مکرم سنہ ست وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۶) بوصول بلگرام مسرت اندوخت -

میر طبعی وقاد وذہنی نقاد دارد - وچون از مطالعۂ کتاب بازمی پردازد عنان اندیشہ بہ وادی سخن عطف می سازد - مہارت زبان عربی وفارسی وہندی از حد افزون است واشعار السنۂ ثلاثہ در خزانۂ حافظۂ عالی از حصر بیرون - سخن را اکثر اوقات موزون می کند وجواہر آبدار در سلک نظم مے کشد - این چند بیت از دیوان سامی بتحریر مے آید ؎

فروغ ہالہ بخش ای ماہ سیما خانۂ مارا | زنورِ جلوۂ خود رنگ کن کاشانۂ مارا
دل درخم گیسوی نگار است بہ بینید | در دام محبّت چہ شکار است بہ بینید
نیست در عالم دون غیر ہوس کار دلت | ہست این طول امل رشتۂ زنّار دلت
محو گشتم چون حُباب وعین دریا یافتم | چشم پوشیدم ازین عالم تماشا یافتم
دران گلشن کہ سروِ قامتِ جانان شود پیدا | بجای طوق قمری دیدۂ حیران شود پیدا

ہیش مہرِ رخت قمر معلوم | نزد قندِ لبت شکر معلوم
یار دور است وکوہ غم حائل | آفتاب آن طرف سحر معلوم
می کُشد غمزۂ جگر دوزش | پیش تیرِ قضا سپر معلوم
از نگاہ دو چشم میگونت | بی خبر گشتہ ام خبر معلوم
در تمنای وصل او شاعر | حلقہ گشتیم پا وسر معلوم

نگر از چشمۂ آئینہ آب خنجرشس باشد | کہ از حیرت طپیدن شد فرامش بسمل مارا
دستم بگیر گرچہ ترا بازوی قوی است | پایم رسیدہ است بسنگی کہ واہ واہ
ہیچ محجوبی ندارد این قدر رنگِ حیا | بعد سالی می نماید روی خود یکبار گل

(۱۲۲) آوارۂ دشت ایجاد فقیر (میر غلام علی) آزاد

الحسینی نسباً والواسطی اصلاً والبلگرامی مولداً ومنشأً والحنفی مذہباً والچشتی طریقۃً

پیشۂ دریوزۂ گر کوچۂ فقر است - و ریزۂ چین مائدہ فضلا - درین مقام خود را بحاشیۂ محفل سخن سرایان می کشد - و شکستہ ناخنی بتار نفس گسستہ می زند -

من مقیم کوچۂ نادانی - و آئینہ وار صورت حیرانی - مدتی بر آستانِ سخن نشستم - و کمر در خدمت کلام موزون بر بستم - چندگاہ است کہ مرآت ضمیر را از صور خیالی پرداختہ ام و از بیت سخن بابیت الحزن یعنی ما تمکدۂ ہستی خود ساختہ - اما موزونیت فطری احیاناً سلسلۂ فکر می جنبانَد - و دماغ از کار رفتہ را بصدائی قلقلی مے رساند - تا بجای کہ در عالم مثال ہم گاہی خیال موزونی جلوہ می کند چنانچہ در عشرۂ اخیر رمضان کثیر الفیضان سنہ احدی و ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۱) مزاجِ بندہ را وحشتی بہم رسید - بخاطر اُفتاد کہ از ہمہ قطع نظر باید کرد و بار دیگر سری بدیار عرب باید کشید - و این داعیہ بمثابۂ قوت گرفت کہ عنقریب بود کہ از مکمن قوت بجلوہ گاہ فعل خرامد - ناگاہ شب بیست و ہفتم ماہ مذکور طرف سحر در عالم رویا اندیشہ متوجہ شعر گردید - بیتی موزون ساختم و معاً از خواب بیدار شدم - بیت بیاد ماند و آن این است ؎

چہ خوش گفت گوینۂ نامدار مکش دست از دامنِ روزگار

لختی بہ تامل رفتم - دانستم کہ گوبندہ سروش غیبی است و مخاطب بندہ - امتثال امر غیب واجب دیدم و ارادۂ کہ تصمیم یافتہ بود فسخ نمودم - و سرِّ الہام آن است کہ حجی کہ فرض بود پیش ازین بتقدیم رسید - اگر دست از دامن علائق ظاہری می کشیدم و بہ تحصیل نافلہ شتافتم - چندین حقوق واجب الادا فوت مے شد ع

ترک واجب نتوان کرد پےِ نافلہا

من بی مایہ را چہ شایستگی کہ در صفِ صاحب کمالان سر توانم افراخت - و طرح ہمزبانی با طوطیان چمن فصاحت توانم انداخت - عمرہا در جلو دل دیوانہ گشتم - بجاے نرسیدم سالہا در پےِ کاروان نالہ اُفتادم بمقامی سر نہ کشیدم - اما سہارا با وصف کم زبنگی

در بزم کواکب اذن نشستن وہلال را باوجود دریوزہ گری پہلوی آفتاب رخصت کلاہ شکستن ہست۔ باین دستاویز قدم جرأت پیش مے گزارد۔ وحرفی چند از خود بر یاران کرم فرماعرض می دارد۔

فقیر حقیر در تاریخ بیست وپنجم ماہ صفر سنہ ست عشر ومأتہ والف (۱۱۱۶) لباس ہستی پوشید۔ ودر ریعان آگاہی سررشتۂ تحصیل علوم بدست آورد۔ وکتب درسی از بدایت تانہایت در حلقۂ درس استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ گذرانید۔ و لغت وحدیث وسیر نبوی وفنون ادب از خدمت قدسی منزلت جدی واستاذی حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی طاب مضجعہ اخذ نمود۔ وعروض وقافیہ ․ ․ ․ ․
․ ․ ․ وبعض فنون ادب از خدمت والا درجت میر سید محمد خلف الصدق علامۂ مرحوم مرقوم تلمذ کرد۔

ودر سنہ سبع وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۷) شرف بیعت جناب مستطاب سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ اندوخت۔

ناگاہ بوی از عطر توفیق بہ دماغم رسید۔ وشوق گلگشت حرمین شریفین زادھُمَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّکَرَامَۃً از جا برد ودر سنہ خمسین ومأتہ والف (۱۱۵۰) مطابق کلمہ "سفر خیر" از خطۂ بلگرام محمل سفر حجاز میمنت طراز بربست۔ ودر سنہ احدی و خمسین ومأتہ والف (۱۱۵۱) مطابق کلمہ "عمل اعظم" بزیارت حرمین شریفین سعادت نشأتین حاصل کرد۔ ودر مدینہ منورہ عَلٰی مُنَوِّرِھَا الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیَّۃُ بخدمت شیخنا ومولانا الشیخ محمد حیات السندھی المدنی الحنفی قدس سرہ صحیح بخاری قراءت نمود واجازت صحاح ستہ وسائر مفردات مولانا فرا گرفت۔ ودر مکہ معظمہ صحبت شیخ عبد الوہاب الطنطاوی المصری دریافت۔ وبرخے از فوائد علمی کسب نمود۔ شیخ عبد الوہاب نُوِّرَ مَرْقَدُہٗ سر آمد علماء عصر ونزیل مکہ معظمہ بود۔ وہمیشہ

به نشر لوامع علوم می پرداخت و در سنه سبع و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۷) به جنّة المأوی خرامید۔ و در جنت معلی آرامش گزید۔ شیخ عبدالوہاب علیه الرحمه اشعار عربی فقیر را بسیار تحسین کرد۔ و ہرگاه آزاد تخلص بنده شنید و معنی آن را فهمید۔ فرمود "یَا سَیِّدِی اَنْتَ مِنْ عُتَقَاءِ اللّٰهِ" و ازین نفس مبارک حضرت شیخ که در حق این سراپا گرفتار سرزد امیدوار ایها دارم۔

نقیر در فن شعر عربی تلمیذ میر عبدالجلیل است۔ و شاداب افاضهٔ این سلسبیل برخی از قصائد خود در دفتر اول ثبت ساخته۔ و با وصف بینوائی قانونی به آهنگ حجاز نواخته۔

القصه در سنه اثنتین و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۲) مطابق کلمه "سفر بخیر" ۱۱۵۲ جانب ہند عطف عنان نمود۔ و از راه بندر سورت سری به دیار دکن کشید۔ و بیست و ہفتم ذی القعده ہمان سال وارد خجسته بنیاد گردید۔ و دست به دامن انزوا زد

بعد چندی دوم رمضان سنه اربع و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۴) جاذبهٔ سیاحت از جا در آورد۔ و قلعه محمد آباد بیدر را دیده چہارم محرم سنه خمس و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۵) وصول حیدر آباد سرمایهٔ آرامش رسانید۔ و نوزدہم صفر سال مذکور از انجا برآمد۔ پانزدہم جمادی الاولی ہمین سال سواد خجسته بنیاد چشم اشتیاق را سرمه کشید۔

و در سنه ثمان و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۸) نواب نظام الدوله شهید از جانب پدر والا گهر نواب آصفجاه بصوبه داری اورنگ آباد مامور گشت و نواب شهید را با نقیر ربطی خاص بہم رسید و در سال دیگر نواب آصفجاه از حیدر آباد درایات بند و بست مہمات ملکی برافراخت و عنایت نامه طلب حضور بنام نواب شهید صادر شد۔ نواب شهید کمندی به تسخیر فقیر افگند۔ و حسن خلقی بجا آورد که با وصف آزاد بودن اختیار دام محبّت لازم افتاد و بیست و ہفتم ذی القعده سنه تسع و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۹) توسن کوچ از اورنگ آباد بجولان در آمد۔ و تا مقام "سری رنگ پتن" که دار الاقامت

راجۂ میسور است تماشا کرده - غرۂ صفر سنہ احدی وستین ومائۃ والف (۱۱۶۱) قدم
جادۂ پیما راگل زمین اورنگ آباد دست داد

ودرین سال گلگشت دار السرور برہان پور وصرف عنان جانب اورنگ آباد
واقع شد ودر سنہ اثنتین وستین ومائۃ والف (۱۱۶۲) کرت ثانی سفر برہان پور
پیش آمد- وتاکنار آب نربدا سیر کرده رجوع بہ اورنگ آباد صورت بست -

وچہاردہم شوال سال مسطور دست قضا سلسلۂ نہضت ارکات جنبانید
یک سال وچندماه دران الکہ بسر رفت - ودر ارکات نسخہ " شمامۃ العنبر فیما
ورد فی الهند من سید البشر" از دریای فکر بساحل قرطاس رسید - آخر الامر
نواب نظام الدولہ بہ سعادت شہادت فائز گشت نوعی کہ در ترجمہ نواب سمت
گذارش یافت

وبعد شہادت نواب خاطر ازان ملک برخاست وپانزدہم جمادی الاولی سنہ
اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) نزول خجستہ بنیاد نشاط را عروجے بخشید -

فلک ہمیشہ خرام باز تقریب سفر بر انگیخت ونہم رجب سنہ خمس وستین ومائۃ و
الف (۱۱۶۵) خانۂ زین آباد ساخت وہفتم شعبان سال مذکور وصول بہ حیدرآباد
نقش بست- شانزدہم ذی القعده ہمین سال جرسِ راحلہ صدای رحیل برداشت -
پنجم ذی الحجہ معموره خجستہ بنیاد خاطر را بسرور معمور ساخت

حق سبحانہ علیم است کہ ہلال وار مقصود ازین سیر وسفر نہ تن پروری باشد حاشا و
کلّا بلکہ مانند بدر منظور شکست نفس بود - چندی طریقۂ آب روان اختیار اُفتاد کہ
مُشت گیاہی بہ نشو ونما در آید - ولختی روش باد صبا پسند آمد کہ غنچہ چند لب بہ تبسّم کشاید
اُمیدوارم کہ این سیاحت پای شکستہ را دستگیری کند وقلم وسیر فی اللہ را جاده مستقیم
شود وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ -

اکنون برخی ترہات از دیوان خود بترتیب ردیف بعرض سخن سنجان مے رسانم و بضاعت مزجاتی از نظر عزیزان مصر مروت مے گزرانم تا عیب را بہ قیمت ہنر گیرند۔ و مہرۂ گل را بہ بہای گوہر بہ پذیرند عرض بندہ بدرجۂ قبول رساد۔ وروی ناکامی بہ ہیچ وجہ مبیناد۔

صاحب قال حسب حال گوید ؎

تمام عیبم و خوبان خریدہ اند مرا | زحسن خلق بزر برکشیدہ اند مرا
اگرچہ لالۂ روئیدہ خارج از چمنم | برائی گوشۂ دستار چیدہ اند مرا
جماعتی کہ خزف را بہ نرخ زر گیرند | بچشم مرحمتِ خاص دیدہ اند مرا
کمند جاذبۂ دوستان اسیرم کرد | وگرنہ صورتِ رم آفریدہ اند مرا
عجب عنایتِ ممتاز دیدہ ام آزاد | بداغ بی ہنرے برگزیدہ اند مرا

برار از مد بسم اللہ تیغ خوش مقالی را | مسخر کن سوادِ اعظمِ نازک خیالی را
خیالِ نازک از جوشِ نزاکت راز دل باشد | نباشد جز کرامت فہم کردن فکر عالی را
چو آن زلفی کہ بعد از شانہ کردن یار بر بندد | بجمعیت رساند صبر من آشفتہ حالی را
نگاہی ہست چشم یار را با چشم گریانم | کہ مستان دوست می دارند ابرِ برشکالی را
دلِ ویرانۂ آزاد را آباد کن یا رب! | پری زادی کرم فرمای این مینای خالی را

باشد گلِ بہار سخن یادگارِ ما | این لعل بے بہاست چراغِ مزارِ ما
امروز مدح گسترِ ما کیست جز قلم | دم مے زند ز جوہرِ ما ذو الفقارِ ما
ای وای رنگ و بوی چمن کرد عاریت | کم فرصتے ز زندگیِ مستعارِ ما
آخر شود کمند غزالِ رمیدۂ | آزاد رشتۂ نگہِ انتظارِ ما

ہمان آغاز باشد منتہای سیر کامل را | تمنا می کند بارِ دگر غوّاص ساحل را
چہ سان راز شہیدان گل کند از سبزۂ تیغش | کہ چون برگِ حنا در خویش دزدد خونِ بسمل را

دهانش جستم و آخر نشستم با زنخدانش لب چاهی غنیمت می شود گم کرده منزل را
سر شوریدهٔ من طرفه اوجی داشت در طالع که در وقتِ جدا کردن بپا افتاد قاتل را
بهارِ این چمن آزاد آخر رنگ می بازد چو شبنم از جهانِ رنگ و بو بربند محمل را

ای نمک بر زخم دل از لعل خندانِ شما صبح محشر داغ از شور نمک دانِ شما
تشنهٔ ما را به آسانی توان سیراب کرد بوسهٔ کافی ست از چاهِ زنخدانِ شما
بر جبین چینِ عتابِ تازه آید در نظر تا چه رفت از من خطا ای من بقربانِ شما

بر دار خویش شوخیهای طفلان هوشیاران را سپاهِ ناز باشد در جلو این نیسواران را
مزاجِ کم کسی بر الفتِ اول بجا ماند بروزِ بیکسی سنجیده ام بسیار یاران را
قیامت می کند سنگی که از کوهِ بلند افتد مبادا خشم در جنبش در آرد بردباران را

اگر بخاطرِ عاطر بود شهادتِ ما ز دست و تیغ تو مردن زهی سعادتِ ما
بشهدِ خنده بر آمیخت ترشیِ دشنام انار میخوش او بیش کرد رغبتِ ما
سزای ماست که بیداد می کنی جانان دلیر کرد ترا شیوهٔ مروّتِ ما
کشود مشتریِ ما گره زد شنامی مگر همین زرِ نارائج است قیمتِ ما
گریستیم من و شبنم آنچنان آزاد که گل بخونِ جگر غوطه زد ز رقّتِ ما

ندانستند خوبان آه قدرِ الفتِ ما را تلف کردند بی تقصیر حقِّ خدمتِ ما را
سرت گردیم قربانت شویم ای قبلهٔ عالم که می سازد روا جز آستانت حاجتِ ما را

بر خاطر وحشت زده حقی ست الم را صیاد شبانی کند آهوی حرم را

نمودم صرفِ خلاصِ فقیران همتِ خود را بخاصانِ الٰهی عام کردم الفتِ خود را
چرا ای گوهرِ شهوار می غلطی بهر پهلو چنین ارزان نکردی گر شناسی قیمتِ خود را

رفت ز وعده سالها چند کنم حساب را وعدهٔ سال بیش نیست دورهٔ آفتاب را
مردم عمده بیشتر حرف زنند یکجهت هست سواد یکطرف سرورقِ کتاب را

حالتِ خویش گفتمش از سرِ ناز گفت بس — کو ندہد مرا و من بندہ ام این جواب را

نرگسِ او بجا کشید سرمۂ دلپذیر را — خوب کمند وحدت است مردم گوشہ گیر را

شد جاذبۂ حضرتِ گل داد رسِ ما — آویختہ صیاد ز گلبن قفسِ ما

ز طرزِ شوخیِ آن نرگسِ بیمار دانستم — توان کردن بزورِ ناتوانی پہلوانیہا

شاخ برہنہ تیغ زند موسم خزان — یک برگ سبز زیر سپر می کشد مرا

تا غلامِ قدِ تو من شدہ ام — سرو آزاد گفتہ اند ترا

کار بی اُجرت نمی آید ز دنیا دوستان — می ستاند حقِ خود سنگِ محک ہم از طلا

دست و پا گم کردۂ چون کاروانِ سبحہ ایم — ہر قدم در رہ بزورِ سینہ مے غلطیم ما

دارد بباغ جلوۂ مستانہ عندلیب — از دست شاخ گل زدہ پیمانہ عندلیب

ہر غنچہ خوابگاہِ پری زاد نکہت است — دیوانہ شد ز جوش پری خانہ عندلیب

بروی یار عقیق دہن بود نایاب — ز خامہ ماند درین نسخہ سرخیِ ہر باب

ای عزیزان نرگسِ خوبان زیارت کردنی است — حالتی دارد ز بیماری عیادت کردنی است

برنمی دارم نظر یک لحظہ از لعلِ لبت — آنچہ می خواہم تو می دانی عنایت کردنی است

حال ما آشفتگان تقریر کردن خوب نیست — این پریشان خواب را تعبیر کردن خوب نیست

دور باید داشت از چینہا گشادہ جبہہ را — باب حسن خلق را زنجیر کردن خوب نیست

گرد رخسارِ بتان چون زلف گشتن عارِ ماست — گرد خود گشتن برنگِ چشم ایشان کارِ ماست

خوبرویان می توان آزاد را آسان خرید — بیع کردن مفت خود را رائج بازارِ ماست

حرفی کہ آشنای قلم شد جہان گرفت — این طفل نیسوار زمین و زمان گرفت

خلقی ز حال گوشۂ ابروی او گریست — ناحق سر بریدہ ز تن با کمان گرفت

سرمہ آلودہ نگاہِ تو عجب عربدہ جوست — تشنۂ خون دلِ شیر زبان آہوست

روز بد حاجتِ اشراف بہ دونان اُفتد — تکیہ گاہِ سرِ لبریز تفکر زانوست

تجرید دوست راه بآن آستانه یافت
تیری که کند جامهٔ ناوک نشانه یافت

دلی که آینهٔ مهر احمدِ عربی است
درون خانه چراغی و شیشهٔ حلبی است

ریاضتی کش و دریاب لذتِ عرفان
که آب را مزهٔ خوش بقدر تشنه لبی است

ادای طاعتِ روشندلان بسمتِ فناست
که قبله مشرقیان را بجانب غربی است

اگرچه خاک شدم اضطرب من باقی است
که پیچ وتاب رسن بعد سوختن باقی است

مانیِ نازک قلم نقشی زچشمِ مست بست
چون نظر افگند بر محرابِ ابرو دست بست

خاکم تمام سوخت بجای رساندنی ست
این مشت تخم لاله بباغی فشاندنی ست

شب که یادِ ماه سیمائی دلم اندیشه داشت
ریخت هر اشکی که از چشمم پری در شیشه داشت

آن مسی مالیدهٔ دندان آفتِ جان بوده است
در تبسم بر سرِ داغم نمکها سوده است

سرفرازِ آن جهان باشد ذلیلِ این جهان
حرف ختم صفحهٔ تاریخ صفحهٔ آینده است

گر نداری نظرِ رحم بمن بر خود کن
مشکن ای جان دلِ آباد که این خانهٔ تست

دوش مارا گر دبسمل چادرِ کوتاهِ او
می کشید ے از حیا هر سو نمی آمد درست

زده ام بر سرِ جهان پاپوش
بی سبب این برهنه پائی نیست

زتصویرِ مجسم مے توان یافت
که این عالم نمودار است و هیچ است

عروج بیخبران است مایهٔ وحشت
نمی رسند بهم هر دو شاه در شطرنج

می پرستِ من نه از پیرِ مغان گیرد قدح
از کفِ آن نوجوانِ مهربان گیرد قدح

کار دانا نیست در ایام غم ناخوش شدن
وقت نرگس خوش که در فصلِ خزان گیرد قدح

ترا ز پرتوِ رخسار خود گریبان سرخ
مرا ز دیدهٔ تر آستین و دامان سرخ

فتاده است بزنجیر آتشین کارم
که زلف او شده از چهرهٔ درخشان سرخ

کسی چه رنگِ اقامت درین زمین ریزد
نشد ز آبلهٔ خار این بیابان سرخ

وجود اهل کمال است زینتِ هر شهر
ز فیض لعل بود چهرهٔ بدخشان سرخ

سرکشی سرمایهٔ نقصان دولت می شود / نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود
ناتوانی خلق خوش را با عبادت جمع کن / سبحهٔ صندل ز صندل بیش قیمت می شود

چشم بیباک تو بسیار سیه کار افتاد / آن قدر باده کشی کرد که بیمار افتاد
می شناسد نگهش بسمل خود را از دور / حیرتم گشت که این مست چه هشیار افتاد
یاد پرواز بگرد دل او پر نزند / عندلیبی که بدام تو گرفتار افتاد

در بیابان جنون گرم فغانم کردند / جرس قافلهٔ ریگ روانم کردند
مایهٔ عمر اگر هست برای سخن است / شمع سان پیکر من صرف زبانم کردند

خانه آرایان دنیا کار بیجا کرده اند / از کتانها خیمه در مهتاب برپا کرده اند
بی دماغیهای آن گل را نمی دانم سبب / عندلیبان چمن شاید که ایما کرده اند

تشنهٔ خون چمن قابل کشتن باشد / که گل چیده ز گلبن سر بی تن باشد
گرچه از صلب قلم نامه شود آبستن / در قبول سخن شوق ستردن باشد
آهوان را روش ناز که آموخته است / حسن بی ساختهٔ آزاد چه احسن باشد

روزی که قضا فرصت عمر شررم داد / تا چشم کنم باز نویدِ سفرم داد
نقشی ست عجب دائرهٔ هندی خطش / کز سایهٔ خورشید جمالش خبرم داد
والله که من قابل پرواز نبودم / دل گرمی آن شمع وفا بال و پرم داد

دوش صد دست دعا در هر خم موی تو بود / لیلة القدری که می گویند گیسوی تو بود
شب ز ما آواز پا ز دیدنت سودی نداشت / نکهت گل فاش از خاک سر کوی تو بود

نقش حسن روزافزون ترا مانی کشید / ساعتی نگذشت تا دیدم پشیمانی کشید
می توان وحشی مزاجان را بنرمی رام کرد / خامهٔ مو دامن خوبان به آسانی کشید

هر که چون نرگس خوبان در میخانه زند / می و ساغر همه خود گردد و پیمانه زند
حسن در زینت خود صرفهٔ عاشق نکند / شمع در جبههٔ زرین پر پروانه زند

سرِ گیسوی تو گردم بتو نقصانی نیست	دستِ آزاد اگر زلفِ ترا شانه زند
خط بر رُخِ زیبا نه پسندید بجا کرد	این صفحه غلط بود تراشید بجا کرد
خط روشنیِ حسن ترا بود حجابے	مقراض گل از شمعِ تو برچید بجا کرد
بشکوهِ خال بروی حبیب باید دید	ستاره سوختهٔ خوش نصیب باید دید
شب که ساقی مجلس آرا برکنارِ آب بود	دخترِ رز جلوه گر در چادرِ مهتاب بود
به پیشِ پای قاصد نامه افگندن ادا دارد	که دستی خاکساری در وصولِ مدعا دارد
نقش و نگارِ دُنیا سیرِ بهشت دارد	اما چو پای طاؤس انجام زشت دارد
خطِ مشکین خالِ رخسارِ ترا برسر رسید	فوجِ هندُستان به تسخیرِ ملک عنبر رسید
مردمِ سرحلقه را حرص فزون تر بود	مقری تسبیح را رشته مکرر بود
این دلِ نو عشق یادِ چشمِ دلبر می کند	طفلِ نو آموز درسِ صاد از بر می کند
شب از عتابِ نرگسِ او دل دو نیم بود	بستم لب از سخن که مخاطب سقیم بود
مرا بحالتِ فقر آسمان نے پرسد	که تیرِ ریخته پر را کمان نے پرسد
دل در برِ من چه سان نشیند	او پہلوی دل ستان نشیند
فراهم گشت سامانِ بلا طرحِ قیامت شد	قیامت برزمین یک سروقد بالید و قامت شد
خبر رساند عزیزی غرورِ یار نماند	بگفتمش که درست است گفت خط آمد
چون دو یکدل که در آئینه بهم جلوه کنند	صحبتِ ما و تو صد حیف دمے بیش نبود
مرا به عربده کشتی و باز آمدهٔ	فدای نازِ تو گردم دگر چه خواهی کرد
بیک کرشمه عجب ناخنی بدل زدهٔ	هنوز ماه نوی بیشتر چه خواهی کرد
حذر ز آفتِ ممنونِ خویش باید کرد	که آفتاب ز بیداد ماه مے گردد
مرا ز قبله نما این سخن یقین گردید	که خضرِ راه شود سنگ گر خدا خواهد
مرا آزادؔ وضعِ پرتوِ خورشید خوش آمد	سحر گر بر زمینی مے نشیند شام برخیزد

زمانه جلوه کند هر نفس بحال دگر — پیاله نوش و مکش انتظار سالِ دگر
قدِ تو نشو و نما کرد در دلِ خوبان — چون آن نهال که روئیده در نهالِ دگر
چه باغبانی دلخواه کرد دخترِ رز — که داد آن گلِ سیراب را جمالِ دگر

زن بود در زبانِ هندی نار — وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار

همتِ والای زلفِ او تماشا کردنی ست — در پریشانی چه خورسند است از عمرِ دراز

در رکابِ محملِ معشوق خاموشیم و بس — ناتوانان از کجا یابند فریادِ جرس
این چنین صیّاد ظالم هیچ مظلومے ندید — وقت گل پوشید از برگِ خزان روی قفس

مرا در اضطراب طرفه دارد تندیِ خویش — که همچون شاخ آهو پیچ و تابی خورده ابرویش
بقربانت روم پایِ تو بوسم مرحبا ای دل — که می آئی ز سیرِ لیلة المعراج گیسویش
زدم بر دست او گر بوسهٔ گستاخ معذورم — مرا تعلیم شوخی می دهد تعویذ بازویش

چه می پرسی ز حالِ نسخهٔ دل چیست تحریرش — کتابی در بغل دارم که قرآن است تفسیرش
ز ابروی تو می آید گرفتن کشورِ دل را — نه هر صاحبقرانی مے تواند کرد تسخیرش
درین صحرا سرِ شورانگنی مجنونِ ما دارد — توان واکرد قربانت شوم یکبار زنجیرش
سعادتمند بیند زلف مشکینِ تو در رویا — که چون در خواب آید اژدها گنج است تعبیرش
ز قاتل نیست امیدِ رہائی جان شیرین را — که می آرد برون مانند طوطی بال شمشیرش
ہلاکِ حیرتم از شوخیِ ناز آفرین طفلے — کند صد رنگ بازی در زمینِ صفحه تصویرش
سرت گردم شنو از قاصدِ آزاد پیغامے — چه مضمونها که ظاهر می شود از طور تقریرش

اشک بینا بم کند در دیده صبح و شام رقص — می کند این طفل نادان بر کنارہ بام رقص
گرد بادم کار من دیوانگی آشفتگی است — می کنم یکدست از آغاز تا انجام رقص
دُرِّ غلطان وجد در گرد یتیمی مے کند — کار روشن دل بود در کلفتِ ایام رقص
نسبتِ تام است با طاؤس نخچیرِ ترا — بال افشان می کند در حلقهای دام رقص

حالِ منِ درویش به سلطان که کند عرض   از مورِ پیامی به سلیمان که کند عرض
در کوچهٔ این شهر مرا تنگ گرفتند   بیتابی مجنون به بیابان که کند عرض
عمریست که یک خانه نشد قسمتِ پایم   حرمانِ غریبی به مغیلان که کند عرض
از دل شکنی حالتِ ظالم شود ابتر   این حرف بآن زلف پریشان که کند عرض
آزاد ازین باغ نچیند گلِ رعنا   یکرنگیِ اورا به عزیزان که کند عرض

در عاشقی ز یار ادا کرده ایم شرط   خود را بخون نشانده حنا کرده ایم شرط

بر روی یار طرهٔ ممتاز کن لحاظ   بسم اللهِ صحیفهٔ اعجاز کن لحاظ
در خاک رفت و چهرهٔ آسودگی ندید   انجام کار گریهٔ غمّاز کن لحاظ
مردان ز خاک هم خبرِ آسمان دهند   فالِ کلام حافظِ شیراز کن لحاظ

سخن روشنگرِ آئینهٔ جان است در واقع   چراغ مشهدِ طوطی نوایان است در واقع
نظر کن صبح نوروزی که افتد روز عاشورا   نشاط و غم بهم دست و گریبان است در واقع
برهمن از درِ بتخانه بی جا کام می جوید   بجای خویش بُت هم سخت حیران است در واقع
گل مغرور را گلچینِ منصف سر برید آخر   نگاهِ عجز بلبل تیغ عریان است در واقع

ز خال گوشهٔ آن چشم سخت می ترسم   که هندوئی شده با کافرِ فرنگ رفیق

کسی چگونه شود آشنای نشهٔ تاک   غذائی دوزخیان است آب آتشناک

دل از خیالِ مهوشان یک شهر سامان در بغل   این شیشه باشد دیدنی دارد چراغان در بغل
روزِ قیامت هر کسی در دست گیرد نامهٔ   من نیز حاضر می شوم تصویر جانان در بغل
تا وا کند بادِ صبا فالی برایِ مقدمت   آمد به گلشن شاخ گل از غنچه قرآن در بغل
شهرِ نکویان دیده ام خوانند درسِ حسنِ خود   جای کتاب آئینه هر طفلِ دبستان در بغل
از دستِ موجِ اولین بی طاقتیها می کنی   دارد حبابِ آسمان بسیار طوفان در بغل
از سردیِ طبعِ جهان واماند خلق از کارها   گیرند مردم دستها فصلِ زمستان در بغل

آزاد با این دردِ دل آرد اگر رو در چمن | پوشیده قمری را کند سروِ خرامان در بغل

در عدم از جلوهٔ حسنت خبر مے داشتم | دیده را محوِ تماشای کمر می داشتم
کرد آخر ناتوانیها ز صیادم خجل | می پریدم تا قفس گر بال و پر می داشتم
تحفهٔ شایستهٔ احباب از اقلیم فقر | گر نه این دستِ دُعا بودی چه بر می داشتم
از کمانِ بخت کج هر جا خدنگی سر کشید | پیش رو از مُهرِ خاموشی سپر می داشتم
خاکساری صندلی مالید بر پیشانیم | ورنه از سودای رفعت دردِ سر می داشتم
حسن او نادیده شورِ عشق در سر داشتم | از عدم مانند گوهر دیدهٔ تر داشتم
هر کسی برداشت چیزی را ز اسبابِ جهان | من ازین دنیای فانی دست را برداشتم
نامهٔ سوزِ مرا حاجت بوا کردن نشد | داغ صد طاؤس بر بالِ کبوتر داشتم

دامانِ وحشتی ز جهان بر کمر زدم | چون بوی گل شکسته قفس بال و پر زدم
تا آمدم چو غنچهٔ نرگس درین چمن | چشمی کشادم و گلِ حیرت بسر زدم

بیادِ چشم او در انجمن دیوانه گردیدم | ز جا برخاستم گرد سرِ پیمانه گردیدم
به پیشِ غیر با من نامناسب دیده آمیزش | ز اندازِ نگاهی یافتم بیگانه گردیدم
کجا در بزمِ من آن شمع بی پروا قد افرازد | خیالش در نظر آوردم و پروانه گردیدم

چو سایه در قدمِ سرو سر فرازِ تو ام | مریدِ سلسلهٔ گیسوی درازِ تو ام
من از جناب تو دستِ حمایتی خواهم | چراغ سوختهٔ داغ جانگدازِ تو ام
نگاهِ تست به آزاد بیش از دگران | غلام معتقدِ حُسن امتیازِ تو ام

شبی که گم شده آن آفتاب از نظرم | ز اشک ریزیِ مژگان ستاره می شمرم
ز من جُدا شده دل رفت در پیِ دهنش | ازین مسافرِ راهِ عدم نشد خبرم
تو آفتابی و من ماه بی نصیب محاق | بیا درین دو سه شب بیتو داغ شد جگرم

شبِ وصل است گیرد اشک شادی راه دیدام | چه باید کرد- افتاد است با طفلی سر و کارم

دریدپردهٔ حیرت سرشک بیتابم — زپشت آینه بر رو دوید سیمابم
شود چو تیغ به میدان اصالتم روشن — اگر حریف شود سنگ رو نمی تابم

یار را دیدنِ من درعرقِ شرم نشاند — از نگاهِ غلطِ خویش پشیمان گشتم

حقوقِ بندهٔ صاحب وفا رعایت کن — تصدقِ سرِ خود بوسهٔ عنایت کن
غریب شهر توام دردِ من تو می دانی — اگر دوا نکنی نوبتی عیادت کن
امیدوارِ گرفتاریم درین صحرا — ز دام جذبهٔ خود حلقهٔ کرامت کن

گره زابروی خود وا نکرد قاتلِ من — شهید این دو کمان مهره است بسملِ من
چو شیشهٔ که دران نرگس از هنر سازند — خیال چشم کسی جا گرفت در دلِ من
حباب خوش منشم مے زیم بوضع صفا — ز آب حرف بنا کرده اند منزلِ من
بحال مجلسیان طرفه گرم دلسوزی ست — خدا زیاده کند عمر شمع محفلِ من

سیرِ حسنِ آن ذقن بازلف عنبر فام کن — سایهٔ وچاه است ای دل اندکی آرام کن

می رسد از خانهٔ آئینه سرشارِ جنون — این پری از سایهٔ خود شد گرفتارِ جنون

تیغ تو سینه را کرد انگار تا بگردن — این آب کرد طغیان یکبار تا بگردن
همچون نگین نباشد فارغ ز دل خراشی — در زر اگر نشیند زر دار تا بگردن

نگردد محو از لوحِ جهان حرفِ ثباتِ من — که باشد در دمِ تیغ قلم آبِ حیاتِ من
دلِ آن شوخ شاعر پیشه آخر سوخت برحالم — که انشا کرد بعد از مرگ تاریخ وفاتِ من

بہ دامانِ کسی جز دامنِ خود جا نمی گیرد — برنگِ جوہرِ آئینہ گر خیزد غبارِ من

تنہا چو برق تا درِ مطلب دویدہ رو — بی انتظار قافلہ در خون طپیدہ رو
لازم بود زکوٰۃ مغیلان درین طریق — از خارہای بادیہ دامن نچیدہ رو

نہ از خلخال زرین زیور آن سروِ سہی کردہ — بپایش بوسہ زد خورشید و قالب راتہی کردہ

بزرگ و خورد جہان است در نیاز یکی — کہ ہست شاہ و گدا در صفِ نماز یکی

نوای نی نوازی بر دلِ من زخم زد کاری — نهان در پردهٔ نی ناخنِ شیر است پنداری
سرِ دنبالهٔ چشمِ تو دارد خال موزونی — کمر بستند با تارِ سیه تعویذ بیماری
به پشتی کار گیرد از صفِ برگشتهٔ مژگان — توان آموخت از چشمِ بتان آئینِ سرداری
دلِ آزاد را خشمِ بتان غمگین نمی سازد — نگردد در هوای آتشین آئینه زنگاری

آئینه وار تصفیه گر آرزو کنی — دل را ز آب دیدهٔ خود شست وشو کنی
گفتم باو- چرا شکنی دل - جواب داد — در ملک من ترا نرسد گفتگو کنی
زیبد ترا اگر به لباسِ برهنگی — از نقش بوریای قناعت اتو کنی
آزاد پیر میکده ارشاد مے کند — در پای خم نشینی و می در سبو کنی

دلربایانه به ویرانهٔ ما می آئی — می توان یافت که از شهرِ وفا می آئی
طرز شوخی نگذارد که نشینی یکجا — به تماشای چمن پا بحنا می آئی
می توان ریخت عبیری ز غبارِ دامن — گر به گلگشت مزارِ شهدا می آئی
بر سرِ مشهدِ آزاد شنیدم امروز — که تو می آئی و بسیار بجا می آئی

نیست در ربطِ دلی حاجتِ قربِ بدنی — تشنهٔ دشتِ عقیق است سهیلِ یمنی
داد آزاد گهرها قلمِ واسطی را — هست رسمِ شرفا پاسِ حقِ هموطنی

نمود جلوهٔ اعجاز شمعِ مُطّلبی — نماند شوخیِ چشمِ شرار بو لهبی
فدای خاصیتِ وادیِ عقیق شوم — که کرد ریگِ روانش علاج تشنه لبی
زیارتِ تو کند آفتاب هر شب نذر — رود صباح جلو ریز جانبِ غربی
زبسکه ذوق شکستِ تو داشت ساغرِ ماه — گرفت رنگ نزاکت ز شیشهٔ حلبی
خوش است حسنِ تقاضا ز باغبانِ کریم — نصیب ذائقه ام کن حلاوتِ رطبی
بآفتاب نبوت رسانده ایم نسب — توان ز ذرهٔ ما دید نور خوش نسبی
بملکِ هند چو من نیست طوطئ آزاد — که کرد تربیتِ من شکر لبِ عربی

سلطانِ رسل شمع شبستانِ یقین　　پروانۂ او چراغ ماه و پروین
نخلِ قدِ او درین چمن سایه فگند　　برق جهانیان نه بر روی زمین

(۱۲۳) یوسف - میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ

بن سیّد محمد اشرف الحسینی الواسطی البلگرامی - ولادت او بیست دیکم شوال روز دوشنبه سنه ست عشر و مائته و الف (۱۱۱۶) دست داد

مشارٌ الیه سابق واسطۃ العقد فضلاست و حالا بیت الغزل شعرا - صاحب شان عالی است - و عزیز مصر صاحب کمالی - زلیخای دانش را در پیرانه سری به خلعت جوانی نواخته - و حاصل زراعت علم را در ایام قحط سالی بچه مرتبه ارزان ساخته - طبع دقیقش نشتر عروق اشکالات - قوت حافظه اش پر مخانه فراوان معلومات - عملی که ثمرۂ شجرۂ علم است سرمایۂ بوستانش - و حسن خلق که گل سر سبد آدمیت است پیرایۂ گلستانش

من شکسته بال و میر صاحب کمال دختر زادهای حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی ایم نوّر اللہ ضریحہٗ و از تباشیر ایام زندگانی تا اواسط هنگام جوانی درس آموز یک دبستان - و عندلیب یک گلستانیم - کتب درسی از بدایت تا نهایت بجناب استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی نوّر اللہ مرقدہٗ گذرانیدیم - ولغت و حدیث و سیر نبوی در خدمت علامۂ بے بدیل میر عبد الجلیل اجله الله تعالی بسند رسانیدیم و عروض و قافیه و بعض فنون ادب از خدمت میر سید محمد سلمہ اللہ تعالی اخذ نمودیم -

طریق تحصیل چنین بود که پیوسته دو کتاب یا کتابی و احد از دو مقام بسماعت و قراءت یکدیگر مے خواندیم - و شبدیز سعی در مضمار تحصیل می راندیم اگر احیانا یکی را عارضه رو می داد سبق دیگری در معرض توقف مے افتاد - و در وقت اقامت وطن و کسب علوم چندی اوقات در افادۂ طلبه نیز صرف گردید -

میر محمد یوسف در سنہ سبع وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۷) در دار الخلافہ شاہجہان آباد از بعض فضلاء آن بلدہ علوم ریاضی ہیئت و ہندسہ وحساب و غیرہا خواندہ قدرتی عالی در فنون ریاضی بہم رسانیدہ۔

و بہ ارادت سید العارفین میر سید لطف اللہ قدس سرہٗ استسعاد یافتہ ہموارہ بطاعت وعبادت و بمطالعہ ومباحثہ کتاب می گذراند۔ وباوصف شواغل معاش تعمیر اوقات از دست نمے داد۔

و میر کتابی تالیف نمودہ باسم "اَلْفَرْعُ الثَّابِتُ مِنَ الاصل الثابت" مشتمل بر چہار اصل وخاتمہ در تحقیق مسئلہ توحید کہ تحریرش بسیار متین ولطیف واقع شدہ و مطالب بلند ومقاصد ارجمند فراہم آوردہ شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَہٗ۔ راقم الحروف در تاریخ اتمام این کتاب گوید ؎

میر یوسف عزیز مصر کمال ‎ ‎ از خم معرفت کشید رحیق
کرد در وحدت شہود رقم ‎ ‎ نسخۂ تازۂ بہ فکر عمیق
از احادیث و از کلام اللہ ‎ ‎ کرد اثبات حق زہی توفیق
ہست این نقش دلنشین الحق ‎ ‎ یادگاری ز خامۂ تدقیق
سال تالیف این کتاب خرد ‎ ‎ گفت۔ شمع مجالس تحقیق

اکنون سروستان اشعار موزونش بالیدنے دارد۔ ونسائم انفاس ہمایونش خرامیدنے ؎

زجام مہر بود ہمچو بدر ہستی ما ‎ ‎ بقدر وصل شود محو یار ہستی ما
برنگ نقش نگین از فروتنی آخر ‎ ‎ چہ نامہا کہ برآوردہ است پستی ما
زطرف دامن پاک تو کامیاب نشد ‎ ‎ بخواب ہمچو زلیخا درازدستی ما
ہمین کہ چشم کشودیم صبح چون شبنم ‎ ‎ ز آفتاب رخت رنگ باخت ہستی ما

دلم ز عرض تحمل ملول شد یوسف — غبار آینه گردید خود پرستیِ ما

از نالهٔ ما در دلِ جانان اثری هست — پیوند سرِ رشتهٔ ما با گهری هست
ای گل خبر از بلبل بیچاره چه پرسی — افتاده به کنج قفسی بال و پری هست
قمری به سرِ تربتِ من گرم فغان است — بسمل شدهٔ قدّ ترا نوحه گری هست
گر نیست نشانی ز دلِ سوختهٔ من — شادم که درین راه مرا چشم تری هست
سوز جگرم از اثرِ گرمی آهش — دانم که به خاکسترِ قمری شرری هست
پیغامِ من و بادِ صبا این چه خیال است — در کوی تو از آه مرا نامه بری هست
زندانیِ چاهِ ذقن از خود شده یوسف — داند که ترا نیز بحالش نظری هست

مانند شمع از همه آزاده مے رویم — صد جاده سوختیم و بیک جاده می رویم
صورت نه بست در دلِ ما نقش هیچکس — آئینه وار از دو جهان ساده می رویم
در شاهراه عشق نداریم کاهلی — چون شمع در مقام خود استاده می رویم
در دورِ چشم یار شکستیم توبه را — بیرون ز دام سبحه و سجاده می رویم
در راهِ شوق تا سرِ کوی تو عمرهاست — بی دست و پا چو جادهٔ افتاده می رویم
پست و بلند راه ندانیم همچو سیل — یوسف عنان خویش ز کف داده می رویم

از تواضع رتبهٔ صاحب کلاهی یافتم — یوسفم از بندگی اقبال شاهی یافتم
تا تغافل کرد دیدم سیر آن طنّاز را — التفاتِ چشم او در کم نگاهی یافتم
دیده ام دریای شورِ عشق را ساحل نداشت — کشتیِ خود را درین دریا تباهی یافتم
نامهٔ اعمال خود یک عمر یوسف خوانده ام — حرف انجامش همین لطفِ الٰهی یافتم

رباعی

ای در چمنِ پیمبران تازه گلی — در محفل ساکنانِ لاهوت مُلی
یوسف نتواند که کند نعت ترا — آغاز دو عالمی و ختمِ رُسُلی

شاہی کہ لباس نور پیرایۂ اوست	خورشید و قمر بہرہ ور از مایۂ اوست
ہر چند کہ ذات پاک او سایہ نداشت	اما دو جہان غنودہ در سایۂ اوست

گر مہر رخِ تو جلوہ پیرا نشدی	یک ذرہ ز کائنات پیدا نشدی
در نقطۂ نور نگشتی مرکز	نہ دائرۂ فلک ہویدا نشدی

خود شافعِ محشر است شاہِ مردان	این حرف بسان آفتاب است عیان
زان رو کہ عبادت است دیدن او را	چشمے بکشا بروی شیرِ یزدان

دریاب بہارِ گل و ریحان نبی	سبطین کریمین دل و جان نبی
سرمایۂ کونین ازینہا بر گیر	کین لعل و زمرد اند از کان نبی

وقتی این غزل بہ مشارٌ الیہ فرستادم ؎

جان می طلبد لقای یوسف	دل می طپد از برای یوسف
ای باد صبا نوازشی کن	از نکہتِ جان فزای یوسف
آزادم و بودہ ام گرفتار	در سلسلۂ ہوای یوسف
از دیدۂ شوق تکمہ سازم	وز پردۂ دل قبای یوسف
گیرند بسرمہ خاکِ راہش	چشم من و خاکپای یوسف
مصرِ دلِ من ہمیشہ آباد	از جلوۂ دلکشای یوسف
ہم عمر برادرِ شفیقم	از حق طلبم بقای یوسف
بازار محبت است اینجا	نقدِ دلِ من بہای یوسف
او قدر شناس بندہ آزاد	من شیفتۂ ادای یوسف

مشارٌ الیہ در جواب این غزل طرح کردہ ارسال فرمود ؎

سلطانِ جہان گدای آزاد	جم مرتبہ بینوای آزاد
پہلو ز کنار من تہی کرد	این دل کہ شد آشنای آزاد

شوریده بسانِ قمریم کرد — سروِ قدِ دلربای آزاد
گل را بچمن نمی توان دید — بی چهرهٔ دلکشای آزاد
چون سرمه جلای دیدهٔ من — گردِ سُمِ بادپای آزاد
از طوف مدینه آبرو یش — وز دولت حج صفای آزاد
یک عمره بنام من ادا کرد — یک عمر کنم دُعای آزاد
گر جمله زبان شوم چو سوسن — دشوار ز من ثنای آزاد
آزاد شفیق بنده یوسف — من در گرو هوای آزاد

والیضاً این غزل به فقیر تحریر نموده

تا دلم از رهِ تو دُور اُفتاد — چون جرس از فغان ندارد یاد
سنگ را آب کرد گریهٔ من — کوه را داد ناله ام بر باد
دلِ من قمری است زمزمه سنج — سروِ موزونِ من قدِ آزاد
که رساند غبار من به درش — کاش بادِ صبا کند امداد
او غلامِ علی و خاکِ درش — یوسفِ ما عزیز مصر و داد
نام او بر عقیق دل کندم — این نگین را چه خوب نقش اُفتاد
به که بر دوستان بیان سازم — ربط او را برائے استشهاد
من و او ئیم از ازل تو ام — سنۂ ما یکے ست در میلاد
هردو بودیم موردِ یک فیض — درس خواندیم پیش یک استاد
وقت تحصیلِ ما به بیضاوی — مشترک بود کسب استعداد
چون کمر بست جانب حرمین — بهره اندوز شد ز خاکِ مراد
سعی یک عمره کرد از پیِ من — دلِ او باد از صفا آباد
چه توان کرد شرح احسانش — جز دُعا در جناب ربِّ عباد

در جہان باد چون تخلص خود یارب از قید این و آن آزاد

(۱۲۴) علامہ میر غلام نبی بلگرامی

بن سید محمد باقر بن سید عبد الحمید از اولاد سید محمود اکبر بلگرامی است قدس سرہٗ کہ در فصل فقرا از دفتر اوّل مذکور شد۔

تولّد میر غلام نبی دوم محرم مکرم سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) دست داد و او ہمشیرہ زادۂ علامی میر عبد الجلیل بلگرامی است نوّرَ اللہُ مَضْجَعَہٗ۔ ہرگاہ خبر تولّد او بہ علامۂ مسطور کہ با خلد مکان در نواحی قلعہ ستارہ تشریف داشت۔ رسید حضرت علامی خواست کہ تاریخ تولّد او ضبط نماید۔ در ہمین فکر خواب برد۔ در عالم رویا صورت مولود را دید کہ می گوید ع نور چشم باقر عبد الحمیدم

بعد بیدار شدن چون عدد مصراع بشمار رسید تاریخ کامل برآمد۔ سہ مصراع دیگر فراہم آوردہ قطعہ در بحر رمل مسدس سالم کہ سہ بار فاعلاتن باشد نظم کرد کہ ؎

نور چشم میر باقر گفت با من چون گل خورشید در عالم دمیدم

سال تاریخ تولد خود بگفتم نور چشم باقر عبد الحمیدم

۱۱۱۱

و بہ مردم بلگرام قلمی فرمود کہ این مولود مسعود شاعر خواہد شد۔ آخر نوعی کہ از زبان شریف برآمدہ بود بظہور رسید۔

مشارٌ الیہ در صفای ذکا و علو فطرت و انواع قابلیت یکتای زمان بود و در فنون عربی و فارسی و ہندی ممتاز اقران۔ تحصیل علمی تمام در خدمت استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طَابَ ثَرَاہُ نمود۔

و سلیقۂ او با ترتیب نظم نہایت مناسب اُفتاد۔ سیما شعر ہندی کہ درین فن کوس یکتائی می نواخت۔ و طوطیان ہند را دوچار آئینۂ حیرت مے ساخت۔ برخی از نورسان

حدیقۂ طبعش در فصل ثانی جلوہ می کند

ونیز در موسیقی وساز ہندی نقش مہارت می زد- با این ہمہ ہنر ہا در میدان شجاعت دلیر بود- ودر فن تیر اندازی بی نظیر-

پایان عمر در رفقاء **نواب صفدر جنگ** وزیر انتظام داشت ودر جنگی کہ نواب وزیر را با افاغنہ[۱] پیش آمد میر غلام نبی در معرکہ مفقود گردید- وچون عنقا بسر منزل بے نشانی آرامش گزید- واین سانحہ ببیست ودوم شوال سنہ ثالث وستین ومأتہ والف (۱۱۶۳) مابین بیتالی وسہاور از توابع اکبر آباد واقع شد محرر کتاب گوید ؎

وحیدِ زمان سیدِ خوش سخن | بہ فردوس مے زد ز جامِ نبی
قلم گریہ سر کردہ تاریخ او | رقم کرد "ہی ہی غلامِ نبی" ۱۱۶۳

فیما بین میر و فقیر محبت تام بود وسالہا در بلگرام وشاہجہان آباد والہ آباد ہم صحبت بودیم- حیف کہ این چنین ہم جنس صاحب کمال ازین عالم رحلت کرد وانجمن یاران را بی حلاوت ساخت-

میرزا جانجانان مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ فن شعر ہندی از میر غلام نبی اخذ نمود-

این چند بیت فارسی یادگار اوست ؎

ہمیشہ در دلِ خود یاد زلف او دارم | فسونگرم کہ چنین مار در سبو دارم
از خرام او دری برخویشتن وا می کنم | عالمِ بالا درین عالم تماشا می کنم
آخر از تیرگیِ بخت نگین کام گرفت | کہ ز لعلِ لبِ او بوسہ بہ پیغام گرفت
بسکہ شد آغوش پستی منزلِ آرام من | چون نگین در موم ہم بالا نگردد نام من
ہمرہِ خود این رقیبِ بدرگ آوردی چرا | من نہ آن صیدم کہ بگر بزم سگ آوردی چرا

---

[۱] مآثر الامرا جلد ا صفحہ ۳۶۴ تذکرہ صفدر جنگ-

خط ز زلفِ تو رُخ بزور گرفت　　جای مار این ہجوم مور گرفت
تا نمک ریخت بر جراحتِ من　　لبِ شیرینِ یار شور گرفت
در چمن چون گل نبا شد آشنایِ عندلیب　　گز نتہ دل زر برآرد از برای عندلیب
در چمن گل بر کفِ خود زعفران آورده است　　تا بدل با خنده سازد گریہای عندلیب
دوزخِ عشاق باشد بی رخِ جانان بہشت　　باغ بی گل می شود ماتم سرای عندلیب
داد از دست نگاہِ تو کہ ہنگام وصال　　چون تغافل دہد از دست حیا ساز کند

رباعی

آنہا کہ براہ بی ہراسی شدہ اند　　در خلق علم بحق شناسی شدہ اند
در باب کہ این خدا فروشانِ جہان　　در ترک لباس خوش لباسی شدہ اند

(۱۲۵) عجیب - سید قریش بلگرامی

از احفاد سید بدر الدین جد القبیلہ یکی از قبائل اربعہ محلہ سیدوارہ و برادر خالہ زادۂ حقیقی جبر جلیل میر عبد الجلیل است۔

خوش خلق و ظریف بود۔ و سلیقہ نظمے داشت۔ در مدح سیدی می گوید ؎

گل ہمان بہ کہ ز گلزار پیمبر باشد　　مل ہمان بہ کہ ز میخانۂ کوثر باشد
گوہر آن نیست کہ از نطفۂ نیسان زاید　　گوہر آن ست کہ از معدنِ حیدر باشد
ای خوشا تازہ نہالی کہ بہ بُستانِ شرف　　دست پروردۂ زہراء مطہر باشد
آنکہ از جبہہ او نور سیادت پیدا است　　عالم افروز تر از نیرِ اکبر باشد
در زمینی کہ بخندد گلِ خُلقِ حسنش　　ہر کفِ خاک بخاصیتِ عنبر باشد
چشم بد دور ز سیمای حسینی نسبی　　چمن آرای جہان این گلِ احمر باشد
مدح او را نتوان در قلم آورد عجیب　　زانکہ از حوصلۂ خامہ فزون تر باشد

او اخر ایام زندگانی ہمراہ نواب مبارز الملک سربلند خان تونی - جانب گجرات احمد آباد رفت و درانجا این بیت فارسی و ہندی آمیز از طبعش سرزد

اندکی ایڑ گر زنم بہ سمند ٹیلۂ ہفت آسمان ٹپ جائے

قضارا بر طبق مضمون بیت در سنہ اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۰) خود با اسپ غائب گردید و نوعی توسن را جلو ریز ساخت کہ گردی از ہیچ جا بر نخاست - عمرش قریب بہ شصت سال بود - رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۲۶) بیخبر - میر عظمت اللہ بلگرامی

خلف الصدق سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس اللہ اسرارھما گلہائی مناقب و الاازچمن اوّل باید چید - و روائحی کہ مشام ملأ اعلیٰ را معطر سازد باید شنید -

میر بی نظیر از عرفاء شعراست - و از صوفیۂ صاحب لسان - و در ادای حقائق و معارف ممتاز زمان - طرز کلامش بہ نمکینی ادای خوبان و انداز بیانش بہ دلنشینی عشوہ محبوبان - نکہت خلقش سرمایۂ ختنہا - و رنگینی صحبتش ساز و برگ چمنہا - خاص و عام راغب مجلس خاص بودند - و در خور استعداد طرفی می بستند -

بیخبر تخلص بجا می کرد کہ با خبر بیخبر بود - و بر قول حضرت لسان الغیب عمل می فرمود کہ ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ورنہ در مجلسِ رندان خبری نیست کہ نیست

و او را با میرزا عبد القادر بیدل ملاقات است - در تذکرۂ خود مسمّٰے بہ "سفینۂ بیخبر" مجلس خود را با میرزا بیدل ذکر کردہ - در ینجا کلام او نقل کردہ مے شود :-

"فقیر را که اتفاق دید وا دید ایشان اُفتاد - حقاکه درکمال خلق ومزه و درد و شوق یافتم - تاکه
"نشسته بودم سوای اشعار مقتضی شوق و فقر دیگر حرف برزبان نراند - بنده گفتم ضیافت طبع فقیر
"می فرمایند گفت ای صاحب بعد مدتی ہمچو شما ہمرنگ را غنیمت یافته ایم - بعد ازان این
"سه بیت فقیر که در ذکر بمقام خود ها خوانده شد نقل گرفته برخاسته رخصت فرمود - ابیات اگرچه
"قابل ایراد اینجا نیست اما بجهت اتمام تقریب نوشته می شود ؎

"این قدر ہرزه چپ و راست دویدن عبث است چاک کن سینهٔ خود را سرِ راهی دریاب
"بلند اُفتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را کشد پائینِ محفل قدر من بالانشینان را
" خون شدم بیخبر ز دست تهی جامهٔ فقر رنگ باید کرد

"برین بیت عزیزی گفت میرزا صاحب حسن این شعر معلوم نشد - میرزا فرمود - در فقر
"مرتبه الیست ناخدا کرا نصیب کند - مجملاً شرح آن این مصراع بیخبر است که ع
" دولت پاینده در دستِ تهی ست
"وآنچه میرزا از اشعار خود به تقریبها خواند تا کجا در خاطر باشد اما این دو بیت بیاد می
"آید ؎

"بیدل همه تن خاک شدی لیک چه حاصل درخاک نشستی و بران در نه نشستی
"گویند بهشت جای خوبی ست آنجا هم اگر دماغ باشد
"واین بیت خاقانی هم خوانده بود ؎

"همسایه شنید ناله ام گفت خاقانی را دگر شب آمد انتهی

در سنه اربع وثلثین ومائة والف (۱۱۳۴) میر و فقیر از بلگرام تا شاهجهان آباد
هم سفر بودیم - و چون کواکب سیّاره به شرکت گردون راه پیمودیم - تمام راه بحظ دلخواه گزشت
این چنین سفر بمراتب برحضر رجحان دارد -

روزی نقل فرمود که هرگاه این مطلع از من سرزد ؎

از صف مژگان خونریزش نگاه آید برون چون سوار یکه تازی کز سپاه آمد برون

شخصی که خود را شاعر می گرفت مطلعی در جواب انشا کرد - چون مطلع او از معنی معرا بود یاران گفتند که لطف مطلع بیخبر خود ظاهر است اما لطف مطلع شما مفهوم نمی شود - جواب داد که هنوز لطف گذاشتن باقی ست -

میر خط شکسته بسیار نادر و دلپذیر می نوشت - و در موسیقی هم فهم رسائی داشت -

کلیاتش اقسام نظم قریب هفت هزار بیت است - از دیوانش این اشعار بترتیب ردیف صورت تحریر می پذیرد ؎

بهائی نیست غیر از نقد تحسین شعر موزون را مده هرگز بجوهرناشناس این در مکنون را

نباشد این قدر آسان بتحقیق سخن رفتن خدارس می شود هرکس رسد انداز مضمون را

مکن جمع آن قدر دولت که گردد باربر دوشت فرو سنگینی زر برد زیر خاک قارون را

مکن ای صبح ضائع بر جبینش صندل خود را که دوران سر از دود دل خلق است گردون را

انیس دختر رز هر که شد علامه مے گردد که حکمت منکشف از خم نشینی شد فلاطون را

سخت زندانی ست هستی ای ز خود غافل برآ می شوی پابند آخر بیشتر زین گل برآ

ما غریبان را بزیر خاک هم نگذاشتند صبح محشر می کند فریاد کز منزل برآ

تا توان لیلی شدن حیف است آهنگ جنون این چنین کز خویش برمی آئی از محمل برآ

عالمے در انتظار آن وفا بیگانه مُرد کیست گوید بیخبر کز خانه ای قاتل برآ

تا کے نهی برای صبوحی بباغ پا چشم کسی به بین و بزن برایاغ پا

صد کاروان برو شنیم راه می روند در تیرگی ست گرچه مرا چون چراغ پا

آن را که زیر خاک کند چرخ مرده نیست چندی دراز کرد به کنج فراغ پا

کس نیست بعالم که شود همنفس ما ای بیکسی اکنون تو شدی دادرس ما

مائیم بصد رنگ گرفتار محبّت — فرقی نتوان کرد ز گلشن قفس ما

کی بود بازیچۂ شادی و غم آئینِ ما — گردشِ احوال قربان است بر تمکینِ ما
ناخن اول در دلِ شاعر زند شعر بلند — تیغ خون آلوده آید مصرعِ رنگینِ ما
در قیامت هم نگردد واز هم مژگانِ او — بشنود فرهاد گر افسانۂ شیرینِ ما
ما به هفتاد و دو ملت صلح کل داریم و بس — جادۂ دارد بهر مذهب طریقِ دینِ ما
صحبتِ یارانِ موزون سرو و گل از یاد برد — غیرتِ گلزار باشد مجلسِ رنگینِ ما
تا سر از زانوی آن آرام جان برداشتم — نیست غیر از ساعدِ خود بیخبر بالینِ ما

تا به کیٔ داری چنین حیران و سرگردان مرا — یکدم ای ظالم بگردِ خویشتن گردان مرا
غیر را در بارگاهِ دیدۂ من دخل نیست — چوب حُجّاب است گردِ چشم این مژگان مرا

سلامت در همان عزلت بود تنها نشینان را — که باشد صد خطر بیرونِ در خلوت گزینان را
بلند افتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را — کشد پائینِ محفل قدرِ من بالانشینان را
نمی بیند میانش را کسی یارب نمی دانم — مگر در چشم اُفتاد است مو باریک بینان را
بچشمِ عارفان زلفی و رخساری است کفر و دین — خبر از حلیۂ آن ذات باشد پاک دینان را
شود از پیش بینی نقد حاضر نسیۂ غائب — قیامت بر سر استاده است دائم دوربینان را
ز یارانِ لباسی کی نمازِ عاشقان آید — وضو بسیار دشوار است این تنگ آستینان را
در اول گام بر پا می کنند ایشان قیامت را — چه سان یک کوچه ره بیند کسی این نازنینان را

کوئی رضا گزین ز غمِ خیر و شر برآ — تسلیم کن سرِ خود و از دردِ سر برآ
تا کیٔ اسیرِ هستی موهوم بودنت — دستی بجود فشانده چو آه از جگر برآ

حق ندانستی و در دل نقش بستی یاد را — تا کجا در مشت خواهی داشت ظالم باد را
در شبستانی که غفلت فرش راحت گسترد — خواب شیرین بهتر از شیرین بود فرهاد را

برنگ آینه کسب دگر بود مارا — گذشتن از همه جوهر هنر بود مارا

نه می باقی نه ماند از رفتنت میخانهٔ ما را   خیالی بیش نبود مے کفِ پیمانهٔ ما را

کمندِ وحدت از گردن کشد زُلفت فقیران را   کند مجنونِ صحرا گردِ چشمت گوشه گیران را

جز آه نیست شمع شب افروز سینه را   یک مصرعِ بلند بس است این سفینه را

بسکه دل تنگ آمدست از صحبتِ اخوان مرا   کوچهٔ مصرِ فراغت شد چه و زندان مرا

نباشد منّتِ مُنعم گوارا مفلسِ ما را   نه نام کیمیاگر رنگ می گردد مِس ما را

ای بدورِ گردشِ چشمِ تو خوش ایام ما   نرگسِ شهلاست از یادِ تو صبح و شام ما

صبحدم چُون کرد وا آن چشمِ خواب آلوده را   جام می آمد بکف هر دست برهم سوده را

در توکل خانهٔ من مسندی درکار نیست   گرم چون گردید جا فرشِ نمد باشد مرا

نمی گوید بلندی برگزین یا سیرِ پستی کن   بلند و پست عالم دیدهٔ هموار کن خود را

دمی ز شوخیِ نازِ تو کس نیاسوده است   نشستنهٔ و خرامِ تو می کشد ما را

برگزین حضرتِ دل عزّتِ شاهی دریاب   باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

این قدر هرزه چپ و راست دویدن عبث است   چاک کُن سینهٔ خود را سرِ راهی دریاب

کیست کز گردشِ چشمِ تو بجائی نرسید   آخر ای شوخ مرا هم به نگاهی دریاب

باده گلرنگ و چمن سبز و هوا دریا بار   لذتِ این همه زاهد به گناهی دریاب

بیخبر هر چه از خانه برون می آئی   باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

نمک بچشمِ شکر خواب می کند مهتاب   پیاله را گُلِ مهتاب می کند مهتاب

گرچه بالای سراپا ناز هر دلبر بلاست   پیشِ مصراعِ قیامت قامتِ معشوق ماست

این جهان و آن جهان تبدیلِ جائے بیش نیست   آنچه پنداری بقا آخر به تغییرِ فناست

شکوهٔ از بیوفائیهاے معشوقم نبود   یار چندانی که شد بیگانه آخر آشناست

نشئهٔ دیگر نتوان در می پرستی یافتن   بیخبر گر ساقیِ کوثر علیِ مرتضےٰ است

ترکِ محبّتِ منِ ناشاد کرد و رفت   گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

خوش آمدی دلم بتو در راه بره نخورد　　ای من گواه او که ترا یاد کرد و رفت

پرویز هم ز قربت شیرین نیافت است　　از دور آن نگاه که فرهاد کرد و رفت

هرکس که دید مصرع برجستهٔ قدش　　چشمی کشود و بر سر او صاد کرد و رفت

رنگ ثبات نیست درین گلشن دو روز　　خوش بلبلی که آمد و فریاد کرد و رفت

دائم بناءِ بیت سخن می کنم بجا　　هرکس تلاش در حق اولاد کرد و رفت

دیگر کسی چه در پی او بیخبر فتد　　گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

کیش اگر کفرست و گر اسلام دینی بیش نیست　　حاصل چندین گمان آخر یقینی بیش نیست

آنکه ما در جلوهٔ او دست و پا گم کرده ایم　　آسمان بر خاک درگاهش جبینی بیش نیست

آشنائیهائی دریا محنت بی حاصل است　　گوهر مقصود در خاک خراب ساحل است

نزد این صورت پرستان کز انا الحق منکراند　　حق بآن قدرت اگر منصور گردد باطل است

قامت معشوق می روید بجاے نیشکر　　دیده ام بند محبت را زمین قابل است

نقص خود دریافتن باشد کمال آدمی　　ورنه هر ناقص که بینی در حقیقت کامل است

یک زبردستی درین عالم ندیدم بیخبر　　دستی از بالای دستی هست دست بادل است

گرچه خلقی دیدم از دام تعلق جسته است　　بر نیاید تا کسی از خود کجا وارسته است

سبزهٔ خط نیست بر رخسار آن آئینه رو　　بسکه آب حُسن او اُستاد زنگی بسته است

گرچه شب در خواب روزم در قدح نوشی گزشت　　این قدر شادم که عمر من به بیهوشی گذشت

خواهش ملک سلیمان ابلهی است　　دولت پاینده در دست تهی است

طفلی که برا احوال شهیدان نظرش نیست　　مردیم که از شوخی خود هم خبرش نیست

هرگز فروتنی نگزیده است پیکرت　　خاک ره کسی نشدهٔ خاک بر سرت

همچو آن شامی که روشن گردد از رنگ شفق　　کاکلت از تاب رخسار تو زنجیر طلاست

برنگ آن ندا کز جانب دیگر صدا برگشت　　چو بر گردید بیرون رفتنم از خود خدا برگشت

کس نشانِ دلِ گم شدهٔ من هیچ نداد   آه در زلف شکن در شکنش چیزے ہست

خدا را دیده ام اما نمی پرسید   به قربانش روم یارِ قدیم است

ستم رسیدهٔ غمهای دہر می داند   که ماه نو بکفِ چرخ تیغ عریان است

بی دماغیها مرا شرمندهٔ احباب کرد   خامه ام از سرگرانی پای خواب آلوده است

به بالِ دیگرے گر می پرد کس   به حیرت می روم کین طرفه مرغی ست

هرگز نبود قابلِ خط صافیِ رخت   شرمم تو آب ریخت بر آئینه زنگ بست

هزار بار توان کرد با خدا شوخی   ولیک دم نتوان زد به مصطفےٰ گستاخ

این سروها که سر به گلستان کشیده اند   شمشیر بازیِ قدِ اورا ندیده اند

هر چند حسن از پسِ صد پرده رُخ نمود   ناموس پرده ایست که رندان دریده اند

کردم نگاه صفحهٔ تصویر خوش قدان   صورت گران شبیه تو بالا کشیده اند

جمعی که طوفِ کعبه گزیدند بیخبر   بیت المقدسِ دلِ خود را ندیده اند

کیست تا از دست بردِ حسن صورت بگذرد   معنیِ بیگانه باید کز عبارت بگذرد

هر قدم مژگان گیرائی ست خارِ این طریق   مردمی باید کزین میدان سلامت بگذرد

بسکه کم گردید تعظیمِ بزرگان از جهان   وقت آن آمد که سید از نجابت بگذرد

کی بود یا رب که ماکوسِ خداوندی زنیم   حیف اوقاتی که در قیدِ عبادت بگذرد

بیخبر زین حلقهٔ احباب می باید رمید   بگذرد عمر عزیز و در اطاعت بگذرد

یاد می کردم دلِ گم گشته را دلبر رسید   عشق را نازم که به می خواستم بهتر رسید

عاقبت از هرزه گردیها دلم آسوده شد   رفتم از خود این جهان و آن جهان بیهوده شد

بی حلاوت نیست عسرت در جهان   نان چو شد کمیاب شیرین می شود

هزار بین شده چشمم ز شوخیِ حسنت   غنیمت است که این احولان دو می بینند

در لباسِ نو است یار مدام   نیست مفلس چرا کهن پوشد

معنی از دل برنمی خیزد ز ضعفِ مشتری | از گرانبهای قیمت گوهرم در بحر ماند

جز چشم کبود او که دیده است | بادام که پسته مغز باشد

کنون که پیر شدی از خود ای فلان بگذر | ز قدح خم شده چون تیر از کمان بگذر

کسی ز هر دو جهان وکسی ز خویش رود | نمی روی تو اگر این چنین-چنان بگذر

ما هم اندر پیچ زلفِ او گرفتار آمدیم | اتفاقِ طرفهٔ افتاد یاران شب بخیر

نه چینی عشکند این چنین نه شیشه ز سنگ | بآن صدا که ز دستت دلم شکست امروز

خوشا جهانِ تهی دستی و غریبانش | زوال نیست در اقبال بی نصیبانش

فلک تمام شفق پوش شد چه شام است این | پرید رنگ مگر از رُخِ غریبانش

کبیست تا از من رساند هم مرا پیغام خویش | کرده ام از بسکه گم خود را نیابم نام خویش

عاقبت بینی ست لازم چشم چون روشن شود | پیش پا اُفتاده می بیند چراغ انجام خویش

خودپسندی ست حرفی از خویش | آئینه پیش کرده رو سویش

دماغِ نازکِ فقرم ملامت برنمی تابد | همان واکرده دستار از برایِ دردسر بستم

گردِ ملال کز دلِ صد چاک بیختیم | برداشتیم و بر سرِ مقصود ریختیم

بودیم پای سعی ولی از نهیب خار | چون سایه در حمایتِ دامن گریختیم

تا آمد است فرد حقیقت بدست ما | سررشتهٔ حساب دو عالم گسیختیم

نشسته ایم بذوقی که درد و داغ نداریم | بیا دوست سلامی که ما دماغ نداریم

به طالبان تجلی بگو عبث نه در آیند | که ما به کلبهٔ تاریک خود چراغ نداریم

بانگ یکرنگی دگر بر مومن و کافر زدم | وحدتم در غیرت آمد یکه بر لشکر زدم

سهل نبود زخمِ تیغ ناز او برداشتن | بارها زین سر گذشتم تا گلی بر سر زدم

یادت مزه بخشیمه دل از رزق بریدیم | نام تو گرفتیم دل لب خویش مکیدیم

آخر نشود سلسلهٔ حسرتِ عشاق | آهی نکشیدیم که آهی نکشیدیم

پیریم ولی چارهٔ از زیست نداریم — این بارِ گران بر سرِ خود دیده خمیدیم
یارب چه لطافت بود آن غیرتِ گل را — جز رنگ ندیدیم و بجز بو نشنیدیم

سروِ قدِ تو نهالی ست که من می دانم — چشمِ شوخِ تو غزالی ست که من می دانم
آنچه در چشمهٔ حیوان ست خضر می داند — در لبِ یار زلالی ست که من می دانم
زاهد از چشمِ بتان روغنِ بادام طلب — سرِ خشکِ تو سفالی ست که من می دانم
بارها از سخنِ خویش بوجد آمده ام — قال را رتبهٔ حالی ست که من می دانم
دردلم زین ره و رسمی که جهان می دارد — بیخبر سخت ملالی ست که من می دانم

مدتی شد که در خیالِ خودیم — پر فشاندیم و زیر بالِ خودیم

من بهر وجه آن پری رو را تماشا کرده ام — همچو گوهر چشمِ خود بر شش جهت وا کرده ام

بتی کز چشمِ عالم شد نهان من دیده می آیم — شود قربانِ خود گردِ سرش گردیده می آیم

فیضِ سخن است اینکه بهر بزم رسیدم — از بال و پرِ مصرعِ برجسته پریدم

بهر تحقیقِ خود از پیشِ خدا می آیم — فکر بسیار بلندم نه کجا می آیم

نیم شبنم که گه در باغ و گه در راغ بنشینم — تو کل هر کجا رخصت دهد چون داغ بنشینم

دستِ طلب به دامنِ آن خوش کمر زدم — دیدم که پر تهی ست کشیدم بسر زدم

مرا بر مسندِ جم می نشانند — الهی بر سرِ آن کو نشینم

زبس صحرای امکان وحشت انگیز است در چشمم — در اول دیدنی همچون نگاه واپسین جستم

زبسکه تنگ شدم درمیانِ هر دو جهان — رهی نماند که در خود گره بجنبم رفتم

بی نیازی همتی دارد کریمان واقف اند — ما هم از دستِ ردِ خود چیزها بخشیده ایم

کجا تابِ رخِ خورشید دارد دیدهٔ شبنم — تو در بزم آمدی من خویش را سنجیدم و رفتم

درمیانِ بحثِ ملایان میفگن خویش را — بیخبر بگذار تا جنگند چندین خر بهم

از صفِ مژگانِ خون ریزش نگاه آید برون — چون سوارِ یکه تازی کز سپاه آید برون

روبسوی آسمان کردی ندیدی پیش پا | یوسفِ مقصود توشاید زچاه آید برون
رند می داند که بیرون آمدن از خویش چیست | زاهد ار جرءت کند از خانقاه آید برون
عالمی از بسکه غمگین رفت در زیرِ زمین | وقتِ آن آمد که جائی سبزه آه آید برون

سعی یاران چیست گردیدن طلا یا مس شدن | عاشقان را آرزو نبود بجز مفلس شدن
پاس خاطرها چه باشد احتیاطِ شیشها | دردِ سر بسیار دارد صاحبِ مجلس شدن

از دو چشمِ او نگه مستانه می آید برون | همچو مدهوشی که از میخانه می آید برون

گریزانند مردم آنچنان از صحبتِ فقرم | که تخت نشست است غیر از گرد کس بر پوستِ تخت من

کی شود یارب که در بزم وصالِ آن پری | من زخود آیم برون او از نقاب آید برون

دوش یار آمد بسویم تا کشم در بر گذشت | چون کمانِ حلقه بر گردیده ماند آغوش من
شبنمی اما توانی سیل صحرائی شوی | قطرهٔ خود را بجوش آور که دریائی شوی
عقل را در بارگاهِ حسن هرگز دخل نیست | انتظارت می کشد دلبر که شیدائی شوی
کی توان مولی شدن بی دستگاهِ بندگی | باش در کارِ کسی تا کار فرمائی شوی
فیض خودداری چراغِ قطره را روشن کند | آبرویت حفظ کن تا دُرِ دریائی شوی
تا توانی بیخبر تنها نشین و شاد باش | نیست غیر از دردِ سر گر محفل آرائی شوی

مشاطه نیست محرم از حُسن روستائی | فرش است میرزائی زیر برهنه پائی
دلت پر می طپد بر اختلاطِ صحبتِ دُنیا | مبادا بیخبر بیدا کنی زین قحبه سوزاکی
بغیر در نتوان راه برد در منزل | به مصطفیٰ نرسی تا به مرتضیٰ نرسی

رباعی

ملکم ملکم ارض و سما هم هستم | تنها نه خودم بلکه خدا هم هستم
ای بیخبران که منکر از من هستید | غافل چه نشستید شما هم هستم

حق است دگر چه تقریر کنم | این است بیان کدام تفسیر کنم

تحصیل نمی توان نمودن حاصل   من خواب ندیده ام که تعبیر کنم

رحلت میر عظمت اللہ در شاہجہان آباد روز دوشنبہ بیست و چہارم ذی القعدہ سنہ اثنتین و اربعین ومائتہ والف (۱۱۴۲) واقع شد۔ و در جوار مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ مدفون گردید۔

جامع اوراق در وفات او قصیدۂ انشا کرد کہ ہر مصراعش تاریخ است و مطلع و حسن مطلع بیخواست ذو قافیتین اتفاق اُفتادہ۔ پارۂ ازان قصیدہ بر نکتہ سنجان عرض می شود ؎

می زند جوشِ تلاطم بازہ عمّانِ الم ۱۱۴۲   اشک می ریزد بروی لوح مژگانِ قلم ۱۱۴۲
صفحۂ احوال ماتم سینۂ مجروح گل ۱۱۴۲   سنبلِ زلفِ بیان جعد پریشانِ صنم ۱۱۴۲
طائرِ آسودگی در سیر پروازِ فنا ۱۱۴۲   آہوِ ہامونِ طاقت برق مہمیزِ عدم ۱۱۴۲
چہرہ پردازِ ازل گویا بہامون برکشید ۱۱۴۲   یک قلم چون حلقِ بسمل چشم آہوی حرم ۱۱۴۲
شعلۂ اندوہ می بالد بہ صحنِ روزگار ۱۱۴۲   صبح محشر می زند از مطلعِ آفاق دم ۱۱۴۲
از حسابِ نوحۂ گیتی چہ می پرسی دگر ۱۱۴۲   بانگ آہی می کشاید پردۂ گوشِ اصم ۱۱۴۲
بیدلان در کہنہ عالم حلقۂ شیون زنند ۱۱۴۲   ہر یکی دارد ز سیلاب تحزن دیدہ نم ۱۱۴۲
لیکن از ادراک کامل سیّدِ شیرین بیان ۱۱۴۲   طرفہ بزمی قدسیان چیدند باہم در ارم ۱۱۴۲
شمع بزم اہل بیت و کوکب اوجِ صفا ۱۱۴۲   مطلعِ صبح ہدی ہم شاعرے نازک قلم ۱۱۴۲
عیسی معجز بیانِ افصحِ شیرین زبان ۱۱۴۲   زبدۂ مشکل کشایانِ فصیحانِ عجم ۱۱۴۲
کلک آن دریای جوہر ابر نیسانِ بہار ۱۱۴۲   موجۂ سیل نزاکت زلف دل جوئی رقم ۱۱۴۲
زادۂ کلکش بود حرفِ طلسم راز حق ۱۱۴۲   نسخۂ دیوان او دارد پیامِ جام جم ۱۱۴۲

(۱۲۷) فقیر۔ میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ

خلف الصدق میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی قدس سرہ السامی۔ مشاطۂ طبع

همایون در انجمن نخستین جمال عرفان می آراید - و درین محفل برقع از روی پری زادانِ معانی می کشاید -

اکثر سایۂ التفات بر سر سخنِ موزون می گسترد - و این خانه زاد موروثی را در آغوش فکر عمیق می پرورد - اشعار او از قصیده و غزل و رباعی مدون است ؎

خاک گردیدیم و از ما آه سردی برنخاست　　خانۂ هستی ز پا افتاد گردی برنخاست
در حضورِ شمع جان بی صرفه می سازد نثار　　از نژادِ عشق چون پروانه مردی برنخاست

از یار پیامِ دغلی را چه کند کس　　این دُرِّ خوشابِ عملی را چه کند کس
بلبل نسبان قدر شناسند چمن را　　در باغ دماغِ جعلی را چه کند کس

قبای عقل که پودش غم است و تار افسوس　　اگر ز عشق نشد پاره صد هزار افسوس
برون ز حلقۂ زنقش قدم چگونه زنم　　که پای همّتِ ما را گزید مار افسوس

صفای آینه از شست وشو نمی آید　　علاج دل سیهی از وضو نمی آید

در وجودیم ولی رو به عدم می داریم　　در گلو این رگِ جان رشتۂ حب الوطن است

زپرفشانیِ مرغانِ روح شد روشن　　که در نشیمنِ تن راحتِ قفس هم نیست

دین و دل جان و تن ز دست همه　　آه بر فرق او فدا چه می کنم

گرچه برجستم فقیر از دام سعیِ مال و جاه　　احتیاجِ آب و نان آخر شکارم کرده است

بعد اتمام تذکره - میر نوازش علی شب دوشنبه هژدهم شعبان سنه سبع وستین ومائة والف (۱۱۶۷) به عالم قدس خرامید - و در جنب جد خود میر سید لطف الله قدس سرهٔ مدفون گردید - محرر اوراق گوید ؎

روشن دلے سحر نفسے پاک گوہرے　　واحسرتا که دامن ازین انجمن فشاند
دل واطپید و نالۂ تاریخ وا کشید　　پیر یگانه میر نوازش علی نماند
　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　۱۱۶۷ھ

(۱۲۸) غریب۔ سید کرم اللہ بلگرامی

برادر اعیانی میر نوازش علی سلمہما اللہ تعالیٰ۔ تولّد او دوم شعبان سنہ خمس وثلثین ومائتہ والف (۱۱۳۵) رونمود

جوانی خوش سیما و نورسی از ریاض آل عباست۔ بہ انواع قابلیت آراستہ و بہ تہذیب اخلاق پیراستہ۔ بیعت بخدمت برادر والاگہر میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ بجا آوردہ۔ و از آغاز تا انجام تربیت در صحبتِ ایشان یافتہ۔ وبحکم وراثت از مذاق صوفیہ صافیہ کامیاب است۔ و در سلیقۂ شعری کامل نصاب۔

اکثر بر دواوین سخن سنجان قدیم و جدید عبور نمودہ۔ و اشعار فراوان در خزانۂ حافظہ فراہم آوردہ۔ این چند بیت از وی آید ؎

بسکہ دودِ نالۂ من در سرش پیچیدہ است ،ہمچو فانوسِ خیالی آسمان گردیدہ است

لعل با آن سرخیِ پا وزنِ پاسنگی نداشت دل بہ میزانِ تأمّل ہر دو را سنجیدہ است

بعد عمری آشنا شد دلبرِ نامہربان میتوان دانست قدرِ آشنا فہمیدہ است

بعد مردن ہم بہ اُمیدِ وصالِ آن پری چشم من در خود نگاہِ واپسین دزدیدہ است

کرد یادِ نگہِ شوخِ تو بیمار مرا داروی نیست بجز شربتِ دیدار مرا

بسمل اُفتادہ ام از تیغ فرافش شاید دل طپیدن برساند بہ درِ یار مرا

دل نہ تنہا از سر کویِ مہتان ناشاد رفت آہ این مشتِ غبار من ہمہ برباد رفت

نیست شخصی بی گرفتاری درین گلشن مگر سرو را دیدم کہ آزاد آمد و آزاد رفت

نمی دارم خیالِ ہمکلامی بالب لعلش بگوشِ خویش نامِ خود شنیدن آرزو دارم

دیدمش چون آسمانی چشم پرسیدم کہ چیست گفت این آہوز جولان در غبارِ خود گم است

آہ این برگشتگی از طالعِ من کی رود من ز طفلی خوردہ ام در کاسۂ گرداب شیر

مردمِ چشمِ او دلِ مارا ہمچو زنبور نیشدار گزید

بیک دزدیدہ دیدن خشک مغزی رفع می سازد نگاہش روغن بادام شد ناتوانان را

چنان بہ شیوۂ دیوانگی شدم مشہور کہ یار نیز مرا دید مرحبائی گفت

رباعی

شیطان چو در گاہ خدا شد مردود پرسید کسی چرا نکردی تو سجود

گفتا کہ منم محو جمالِ رخِ دوست جز ذاتِ خدا دگر ندانم مسجود

بعد ختم سرو آزاد۔ غریب بیست و ہفتم جمادی الاخری سنہ تسع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۹) رخت بہ عالم سرمدی کشید و در بلگرام مدفون گردید۔ مؤلف کتاب تاریخ بتعمیہ گوید ؎

شاعرِ خوش گوی صوفی مشربے مُرد در عینِ جوانی یا نصیب

وقت جان رفتن ندا آمد ز غیب بہر تاریخِ وفاتش یا غریب

۱۲ ۲۳ ۵۴

۱۱ ۶۹

(۱۲۹) سید غلام مصطفٰے بلگرامی قدس سرہٗ

بن سید عبد اللہ برادر زادۂ حقیقی و مرید سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہٗ۔ سحاب قلم در دامن بحر پیشین دُرر مناقب سامی ریختہ۔ و جوہریان کشور فقر را بہ خریداری برانگیختہ۔ درین بساط نیز گوہری چند از واردات قدسیہ می ریزد و لآلی آبدار بگوش معنی پروران می آویزد

میر صاحب مشرب عالی بود۔ و نشۂ فقر و درویشی دوبالا داشت ہموارہ بہ شیوۂ سپاہ گری کسب معاش ضروری می کرد۔ و نعل واژون زدہ شبدیز سیر فی اللہ جولان می داد۔

درسنہ ست وثلثین ومائتہ والف (۱۱۳۶) مؤلف اوراق در دار الخلافہ شاہجہان

آباد زیر سایۂ عنایت حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی جا داشت۔ مشارٌ الیہ نیز دران

ایّام دران مقام بہ علاقہ نوکری نواب مبارز الملک سربلند خان تونی وارد شد۔ و

مثنوی ترجمانِ اسرار قیومی مولانا رومی قدس سرہٗ از خدمت حضرت علامی سند کرد۔

دران نزدیکی نواب مسطور را ایالت صوبہ گجرات احمد آباد از پیشگاہ خلافت

مفوض گردید مشارٌ الیہ در رکاب نواب بآن دیار شتافت وچون حکومت گجرات از عزل

نواب بہ راجہ ابھی سنگھ[1] مرزبان خطۂ مارِوار مقرر شد۔ و با نواب و راجہ صورت مخالفت

رو نمود۔ و در سواد احمد آباد جنگی صعب واقع شد۔ مشارٌ الیہ در آن معرکہ جرعۂ شہادت

چشید۔ و در سلک اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ منتظم گردید۔ واین واقعہ ہشتم شہر

ربیع الاول سنہ ثلث واربعین ومائتہ والف (۱۱۴۳) روداد۔

بعد انفصال جنگ اجساد جمیع شہدا در میدان یافتند الا سید غلام مصطفےٰ کہ

ہر چند تفحص کردند اثری گل نکرد۔

بچندروز پیش از شہادت رباعی گفتہ بود۔ و از حال آیندہ اخبار نمودہ۔ رباعی

این است ؎

درخلوتِ ماورای ما یاری نیست | یعنی کہ بہ عرش و فرش اغیاری نیست

ماروح مجردیم ز آلایشِ مرگ | مارا بہ جنازہ و کفن کاری نیست

سلیقۂ سید در انشاء رباعی مناسب اُفتادہ۔ و دریاہای حقائق و معارف

برطرز مولانا سحابی استرآبادی از منبع طبعش جوشیدہ۔ الحق ہر رباعیش چار موجہ

ایست از بحر عرفان۔ و ترانہ ایست از پردۂ لامکان۔ ہر نکتہ اش تازیانۂ دلہای آگاہ

است۔ و پرتوی از شعلۂ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہ ؎۔

دیوان رباعیاتش مدون است۔ و مذاق فقرش از کلامش مبرہن ؎

[1] مآثر الامراء جلد سوم ص۸۰۵ تذکرۂ سربلند خان تونی۔

جز دوست هر آنچه هست اندیشهٔ ما   چون شعلهٔ آتش است در بیشهٔ ما
ما جام شراب نحن اقرب زده ایم   یعنی همه اوست در رگ و ریشهٔ ما

در عشق که فتح باب کردم همه را   سرمست شراب ناب کردم همه را
مرغان که همی زدند پر هائی دوئی   در نار یکی کباب کردم همه را

این هفت فلک که چون حجاب اند ترا   تا در نگری همه دواب اند ترا
تو پادشهی دلی ز خود بیخبری   پا نه به مه و خور که رکاب اند ترا

هان حال رجال را ببازی مطلب   نا ساخته کار کار سازی مطلب
از آتش عشق تا نسوزی یکسر   توحید حق از سخن طرازی مطلب

هر نشّه که هست از میِ ناب من است   جنت چمنی ز باغ شاداب من است
کس را چه خبر ز رُتبهٔ عالیِ من   چون عالم بحت مستی خواب من است

ما را که نه عزّت و نه شرف درکار است   نی بحر و نه گوهر و صدف درکار است
در دیده دلی بهر شناسائی خویش   خاکِ قدمِ شاه نجف درکار است

این هستی من برون ز آب و خاک است   وز آتش و آب و انجم و افلاک است
چون درک کند زاهد بیچاره مرا   کین هیئت من کُنه وجود پاک است

من عاشقم و رمیده از دشمن و دوست   از خویش گذشته نی بد و نی نیکوست
زان مغز زمین و آسمانها شده ام   کز روز ازل دریده ام چندین پوست

ای زنده تمام عالم از فیض دمت   خواهان تو نیست جز وجود و عدمت
از من اثری نماند ای دوست که شد   سر تا قدمم فدای سر تا قدمت

ما عاشقِ ذاتیم صفاتی دگر است   بیرون ز جهاتیم و جهاتی دگر است
ما واجبی ایم ذکر واجب گوئیم   افسانه نویس ممکناتی دگر است

از دیدن رویِ تو رسیدم در خود   یعنی که جمالت همه دیدم در خود

صد شکر که از شوق تماشای رخت چون برق طپیده آرمیدم در خود

هر کس در خود بهار و باغی دارد در کلبهٔ تاریک چراغی دارد
تو غرّه مشو که ماهیِ دریائی غوکِ لبِ جوی هم دماغی دارد

زاهد که عبادتِ ریائی دارد در مجمعِ خلق خود نمائی دارد
هر چند که الله بگوید هر دم والله که الله هوائی دارد

آن فرقه که خویش را ولی می دانند بیچاره عوام را بخود می خوانند
الله و رسول بر زبان می رانند چون در نگری خلیفهٔ شیطانند

هر کس خفاش آفتابش باشد کی محو جمال بی نقابش باشد
زاهد طلبِ مقام تنزیه کند غافل که همان عین حجابش باشد

سر تا بقدم چو دیده می باید شد یعنی که بخود رسیده می باید شد
چون شیشهٔ پر شراب با صد مستی بر طاق بلند چیده می باید شد

وا رستهٔ دردها دوا را چه کند بگذشته ز خویش مدعا را چه کند
سلطانِ جهان بال هما را چه کند هر کس که بخود رسد خدا را چه کند

آنجا که توئی نه راه باشد نه دلیل نی انجم و مهر و ماه گنجد نه خلیل
در عرصهٔ عشق پائی زاهد لنگ است آری نرسد بجای احمد جبریل

در دهر که غول و رهبرِ خویش منم یعنی که مقرّ و منکرِ خویش منم
هر چیز فتاده است زیرِ نگهم یک نیزه بلند از سرِ خویش منم

بسیار کتب سند نه اُستا کردیم بیهوده تمام عمر غوغا کردیم
شُد مشکلِ ما تمام حل آخرکار چون دفتر وقت خویش را وا کردیم

بر مشت غبار خویش آبی زده ایم یعنی که به بزم جان شرابی زده ایم
خفاش مباکه بر درِ خانهٔ خود هر جا گل میخ آفتابی زده ایم

وقت است که دل ز دہر بر کندہ کنیم چون لالہ و گل برین چمن خندہ کنیم
در خلوتِ خویش قحبۂ دُنیا را عریان ہمہ تن شویم و شرمندہ کنیم

بر دست بگیر، ہمچو من پیمانہ تا وا رہی از یگانہ و بیگانہ
آن گل کہ دمیدہ بود بر بام سرا عمریست کہ چیدمش بصحنِ خانہ

عشق است کہ گاہ مہر باشد گہ ماہ ہان تا نشوی چو کورِ چشمان گمراہ
ہر چیز کہ تو طالب آن می باشی در صورتِ مطلوب تو آید اللہ

بشنو ای دل حقیقت پنہانی ایمان موقوف شد بہ انسان دانی
ہر چند بصد سجدہ تو حق را خوانی تا سجدہ بہ آدم نکنی شیطانی

ای آنکہ ترا ست نسبت پنہانی بیچون و چگون بحضرت سبحانی
از جسم چہ می روی بجان رو سویش کس سایۂ بز نمی کند قربانی

(۱۳۰) احمدی۔سید احمد بلگرامی

بن سید عبد اللہ برادر اعیانی سید غلام مصطفےٰ قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَہُمَا
سیدی بود پاک نژاد۔ دست بہ دامن صلاح و تقویٰ زدہ۔ چاشنی گیر لذّت فقر و فنا
لنگر بحر وقار و تمکین۔ مرید عم مکرم خود سید العارفین قدس سرہٗ۔

کتب تصوف اکثر مطالعہ می کرد۔ و مثل برادر خود میل بہ رباعی بیشتر داشت۔ عدد رباعیاتش زیادہ از چہار صد باشد۔

سید تیر خوب می انداخت و در شجاعت و نبرد آزمائی لواء یکتائی می افراخت۔

چون ہنگامۂ احمد خان ابدالی در سنہ احدی وستین و مأتہ والف (۱۱۶۱)
از طرف قندھار بلند شد۔ و لاہور را غارت کرد۔ و محمد شاہ سلطان دہلی فرزند
خود احمد شاہ را با وزیر الممالک نواب قمر الدین خان۔ و نواب صفدر جنگ

ابو المنصور خان و دیگر امراء عظام - برای مقابله از شاه جهان آباد رخصت فرمود - میر سید احمد درین یساق همراه نواب صفدر جنگ بود - و در اثناء سفر به بیماری درد جگر مبتلا گردید - ناگزیر در سهرند توقّف کرد - و چون شاهزاده از سهرند گذشته کنار دریای ستلج بر معبر ماچهی واره رسید - ابدالی با سی هزار سوار از راه لودیانه بالا بالا داخل سهرند شد - و سیزدهم شهر ربیع الاول سنه احدی و ستین و مائة و الف (۱۱۶۱) آن شهر را تاراج نمود - و هر که دست به شمشیر برد گشته شد - سید احمد جائیکه اقامت داشت و بحراست ناموس بعضی سادات و شیوخ می پرداخت زخم تفنگ بر شکم خورد - قضا و قدر از درد جگر نجات داده بزخم جانستانی معاوضه کرد - و روز پنجشنبه چهاردهم ماه مذکور مرغ رُوح او از قفس جسم پرواز داد - روز جمعه در همان حویلی مدفون گردید -

و چون شاهزاده را خبر وصول ابدالی به سهرند رسید عنان توجّه جانب سهرند تافت - فوج شرقی غربی شد و فوج غربی شرقی - از پانزدهم شهر ربیع الاول تا بیست و هشتم مه آتش حرب اشتغال داشت -

بیست و دوم این ماه روز جمعه وزیر الممالک نواب قمر الدین خان زیر خیمه نماز چاشت خوانده در وظیفه بود که گولهٔ توپ از جانب مقابل رسید و کار تمام کرد - و راجه ایسر سنگه پسر جی سنگه سوائی و دیگر راجها قریب دوازده هزار سوار از کشته شدن وزیر بی استقلال شده راه گریز بممالک خود پیش گرفتند - لشکر فیروزی با آنکه این دو رخنهٔ عظیم راه یافت پای استقلال افشرده افاغنه را شکست فاحش داد - و بمفهوم آیه کریمه الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ - بعد شکست نادر شاهی این فتح عظیم نصیب پادشاه هند شد - تاریخ گوئی "فتح خداساز" تاریخ یافت -
۱۱۶۱ھ

وبعدیک ماه از فتح محمد شاه سلطان دہلی ببیست وہفتم شہر ربیع الآخر شب جمعه سنه احدی وستین ومائته والف (۱۱۶۱) برحمت حق پیوست وپائین مزارِ سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ درون حریم مبارک مدفون گردید۔

راقم الحروف در رحلت پادشاه ووزیر ونواب آصف جاه که درہمین سال فوت کرد تاریخ بتعمیه می گوید ؎

گفت تاریخ چون کشیدم آه ۶ موت شاه و وزیر و آصف جاه ۱۱۶۷

۱۱۶۱

القصّه ہرگاه فتنهٔ جنگ فرونشست بعدیک ماه از دفن جسد سید احمد را از خاک برآوردند۔ بقدرت ایزد سبحانه سالم برآمد۔ وبیرون لاہوری دروازه شہرپناه سہرند بفاصله دوتیر پرتاب از دروازه جانب جنوب از شاہراه درمقابر شیخ محمد نامدار خانی بخاک سپردند۔

این چند رباعی نتائج طبع اوست ؎

باقدر تو رفعت ہمه پست آمد ہشیار ز ہیبتِ تو ہر مست آمد
بیخود اُفتاده ام بگیری دستم ای آنکه یدِ تو فوق ہر دست آمد

این بندهٔ بی ادب که ناہموار است دانم که متاع کاسدِ بازار است
یا از دو جہان بساز اورا آزاد یا پیش نظردار اگر درکار است

گرخار به گلزار تو باشد باشد ورقلب به بازار تو باشد باشد
ہرچند سیاه رونباید این جا گرنیل به رخسار تو باشد باشد

آنکس که گنه نکرد پیدا نبود اوخود خلفِ آدم و حوّا نبود
حق است اگر خطا ز انسان نشود عبد است اگر عفو خدارا نبود

تا مند بنامہا خلائق مارا چون فیل که ہست در گروهِ اعمیٰ

مارا نه مقیّد و نه مطلق خوانند   امّا پیداست این صفتها از ما
امکان که تمام راز در جیب ویست   مقصود ز یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ ویست
از غیب مراد این شهادت باشد   ایمان آرش که سرِّ لاریب ویست

گر من عوضِ بخششِ خاصت یارب   در حضرتِ تو شکر کنم نیست ادب
با تو نه برابری مرا می شاید   شکرِ کرمِ خویش تو از خویش طلب

در عقل بسی حال بتر می باشد   گه خوف و گهی رجا بسر می باشد
خوش آنکه درین دیر خرابات اورا   از خویش و نه از خدا خبر می باشد

در گفت و شنید اوست مشهور منم   دیده شده اوست لیک منظور منم
با این همه خیر و شر بمن منسوب است   می نوشد دیگری و مخمور منم

دل شاد توئی اگر دلی شاد کنی   با خویش کنی بهر که بیداد کنی
هر سود و زیان که از تو باشد بر تست   در یاد خودی اگر خدا یاد کنی

ای دل بسرت قسم که جانانه توئی   سرمایۀ هر عاقل و دیوانه توئی
با تست خدا و مصطفےٰ و هر چیز   امروز امیر بزم این خانه توئی

مقبول اگر کنی مرا ور مردود   نازم که مرا حضرتِ تو یاد نمود
معشوق به قهر گر بعاشق نگریست   روزی کند از لطف هم او را خوشنود

ای نامِ تو احمدست و روحِ تو احد   یعنی که توئی باعثِ هر جان و جسد
از اسم مبارکت چو موسوم شدم   محتاجِ دگر مکن چه از نیک و چه بد

ای احمد مصطفےٰ شفیع دو جهان   بسپرد بدستِ تو مرا خالقِ جان
الحال بدستِ تست کار و بارم   مختار توئی هر چه بخواهی کن آن

از عین علی ذات خدا شد خوشنود   آدم ز تراب او در آمد بوجود
چون دید رسول اصل آدم اورا   ناچار ابو تراب کنیت فرمود

در حُبِّ علی ز جان و دل بر یابی / و ز هر دو جهان رتبهٔ برتر یابی

حق رمز زعین ولی چنین می فرماید / کز لفظ علی ذات مرا دریابی

(۱۳۱) فرد۔ سید اسدالله بلگرامی

برادر زادهٔ حقیقی سیّد غلام مصطفےٰ و دختر زادهٔ حقیقی سید العارفین میر سیّد لُطف الله و مرید آن خدا آگاه است قَدَّسَ اللهُ اَسْرَارَهُمْ

ولادت او دہم شہر ذی الحجہ سنہ اربعہ عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۴) رو نمود۔ بہ صفائی ذہن سلیم و ذکای طبع مستقیم ممتاز بود۔ و بدقائق سخن خوب می رسید و نثر خوب می نوشت۔ و چاشنی تصوف بلند داشت و از ہمنشینان راقم الحروف است۔

حیف کہ در عین شباب آن قدر امراض مزمنہ عارض او گشت کہ حیات چند روزہ را در نہایت بی حلاوتی گذرانید۔ و شب شنبہ بیست و دویم جمادی الاولی سنہ تسع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۹) رخت بدار الامان آخرت کشید۔ محرر اوراق آیۂ کریمہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَائِكِ (۱۱۴۹) تاریخ یافت قبرش جانب غربی محلہ میدان پورہ بر کنار مقابر اسلافش واقع شدہ۔

این چند بیت از مسودات او بدست آمد ۔

شب کہ آن ماہ جہان افروز رخصت خواہ شد / آہ من تعظیم کرد و اشک من ہمراہ شد

نگاہ شوخ چشمم ہر طرف بی باک می اُفتم / نریزد آبروی من اگر بر خاک می اُفتم

سر شکِ طفل طبعم شوخ چشمی در بغل دارم / نہ پیچم سر اگر بر روی آتشناک می اُفتم

بہ پایش بوسہ زد رنگِ حنا سرخی دو بالا شد / دلم خون شد ز حسرت این عجب ہنگامہ برپا شد

نہ ہر کہ تاج بہ تارک زند سری داند / نہ ہر کہ خرقہ بپوشد قلندری داند

دلاورانِ صفِ عشق کشتۂ خویش اند | نہ ہر کہ تیغ بہ بندد سپہگری داند
کسیکہ دولتِ اقلیم نیستی دریافت | شکست آئینۂ دل سکندری داند
چو سرو ہر کہ بآزادگی قدم افشرد | بزیر بار تعلق شدن خری داند
جہاد نفس بود کار شیر مردان فرد | نہ ہر کہ صف شکند او بہادری داند

بود بعالم تجرید ما لباس دگر | بریدن از دو جہان است قطع جامۂ ما

عروس مقصدم مشاطگی را از خدا خواہد | دگرنہ این حیا پرورد کس محرم نمی داند

(۱۳۲) سیّد عظیم الدین بن سید نجابت بلگرامی

ایضاً برادر زادۂ حقیقی سید غلام مصطفےٰ ست قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

تولّد او شب چہار شنبہ ہشتم ذی القعدہ سنہ ثلث عشر و مأتہ والف (۱۱۱۳) واقع شد۔

سیدی بود صاحب خلق عظیم و میزان طبع مستقیم۔ از آغاز سن وقوف بہ تتبع شعر پرداخت و قماش نظم و نثر را خوب می شناخت۔ و بنا بر مناسبتی فطری گاہی خود ہم سخن موزون می نمود۔ و در فکر بر روی خود می کشود

بسعادت ارادت سید العارفین کامیابی داشت۔ و در کوچۂ تصوف رایت بلند می افراشت۔ معہذا در وصف شجاعت سر خیل دلیران بود و در بیشۂ پُردلی نی درناخن شکنِ شیران۔

او اخر عمر نوکری نواب صفدر جنگ وزیر الممالک اختیار کرد۔ و در جنگی کہ نواب وزیر را با افاغنہ بنگش[۱] و دوم شوال سنہ ثلث وستین ومأتہ والف (۱۱۶۳) مابین پٹیالی و سہاور صورت گرفت میر عظیم الدّین و میر غلام نبی کہ ذکرش نگارش یافت۔ در عرصۂ کارزار تلف گردیدند۔ و جز داغ حسرت لالہ اثری ازین

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ کلکتہ۔

زمین گل نکرد۔ راقم الحروف گوید ؎

میر عظیم الدّین والا گہر　　زادۂ طبعش ہمہ دُر یتیم
شیر دلِ عرصۂ مردانگی　　در صفِ ہیجا قدمش مستقیم
بر سرِ میدان نسرِ جان گذشت　　در چمنِ خلد برین شد مقیم
فوز عظیم است ازین خاکدان　　رخت کشیدن بریاضِ نعیم
خامہ ازین راہ گذارش نمود　　سال وفاتش "ہمہ فوز عظیم"
۱۱ھ ۶۳

وقتی کہ این بیت قاسم کاہی[ا] پیش او خواندہ شد ؎

چون زعکسِ عارضش آئینہ برگِ گل شود　　گر دران آئینہ طوطی بنگرد بلبل شود

بسیار خوش کرد۔ درہمان ایام حسب الطلب والد خود سیّد نجابت بہ گجرات احمد آباد رفت و بعد انقضاء مدّت پنج سال از احمد آباد بوطن اصلی معاودت نمود شبی بافقیر گفت آن بیت چہ بود۔ فوراً بیت مذکور خواندم۔ تعجّب کرد کہ بمجرد سوال حرف پنج سالہ چہ طور بیاد آمد۔ گفتم این قدر در خاطر بود کہ وقت خواندن این بیت شمارا پسند اُفتاد۔

این دو سہ شعر نمونۂ فکر اوست ؎

داغ بر دل دارم و چون لالہ سیر ابم ہنوز　　آتشم اما چو صہبا عالمِ آبم ہنوز
عالمی پروانہ شد آن شمع قامت را بہ بین　　در دلِ شب جلوۂ صبحِ قیامت را بہ بین
خواب و بیداریِ چشم تو عجب معجونی است　　بہم آمیختہ از مستی و ہشیاریہا
شادم بہ قتلِ خویش کہ از کوثرِ لبت　　یک جرعہ خون بہای شہیدان نوشتہ اند

(۱۳۳) محب۔ سیدغلام نبی بلگرامی

فرزند صغیر سیّد غلام مصطفےٰ مذکور قدس سرہ۔ جوانی بود صاحب السیف والقلم

[ا] ع نتائج الافکار صفحہ ۳۶۶ مطبع [illegible] ۱۸۴۳ء

درصف بزم ورزم پیش قدم - تیغ زبانش جوہردارحسن بیان - مدسنانش بسمای صفحہ میدان - بارہا درمعارک صفہا شکست و بزنجیر جوہر فولاد پای تہمتنان بربست دررلیعان تمیز میل سخن بہم رساند - ودواوین سخن سنجانِ نووکہن را سیر کرد و باخوشگویان عصر مثل شیخ عبدالرضا متین صفاہانی و آقا عبدالعلی تحسین ملاقات نمود -

ودرعالم نوکرپیشگی بصوب بنگالہ رفت وازانجا برگشتہ درسلک نوکروزیرالملک صفدرجنگ درآمد - وچون نواب وزیر کرت ثالث لشکر برسرافاغنہ کشید - وافاغنہ دردامن کوہ مداریہ کہ شعبہ ایست ازکوہ سوالک پناہ گرفتہ مستعد پیکارشدند و بعدمحاربات صلح انعقاد یافت - درایام جنگ بیست وہفتم صفرسنہ خمس وستین و مأتہ والف (۱۱۶۵) میرغلام نبی بزخم تفنگ نقدزندگانی درباخت - حیف کہ این چنین جوان قابل وفردکامل درعین شباب ازدست روزگارضائع شد - و واماندگان راداغی کہ علاج پذیرنیست بردل نشاند - محررسطورگوید ؎

درفنِّ سخن بلند تقریر محب | درمعرکہ آبروی شمشیر محب
تاریخ وفاتِ اوزدل پرسیدم | فرمود "بہشت محفل میرمحب"
۶۵ ۱۱

شجاعت ارث خاندان اوست - واکثرمردم ازین دودمان ساغرموت احمرچشیدہ اند وگلگونۂ شہادت بررومالیدہ - ازانہا جمعی کہ بموزونی موصوف بودند درین انجمن جلوہ نمودند -

چندبیت ازمحب برمحبان سخن ملتمس می شود ؎

دل ازمژگان وخالِ پشت چشم اوحذرداردکہ | ترکِ چشم اومستانہ شمشیرو سپرداردنقابِ
بہ بزم می پرستی عشرتِ رندانہ شب کردم | شیشہ وازچہرۂ بنت العنب کردم
زفیض نیست برون سیر بنوائیِ ما | بہ فرق خارنہد گل برہنہ پائیِ ما

بسکه از دیوانگی باشد بسامان کار ما	سنگ طفلان گل زند در گوشهٔ دستار ما

زسبزه بر رخِ او گرد گل بهارِ دگر	به پای دل ز سرِ نو خلید خارِ دگر
دلم بذکر تو شاد و سرم بفکر تو خوش	دل و دماغ ندارم بکار و بار دگر
قدم برون نگذارم ز آستانهٔ خویش	شدم چو جوہرِ آئینہ نقش خانهٔ خویش

زمن نگار بایماء پیام گفت و نگفت	بسینه دست نهاد و سلام گفت و نگفت
مقام صید دلِ خود زیار پرسیدم	نمود کاکل پر حلقه دام گفت و نگفت
سپرد تیغ نگه را بدست مردم چشم	به عاشقان جهان قتل عام گفت و نگفت
خط صحیح بر آورد خواجهٔ حسنش	مرا ز بنده نوازی غلام گفت و نگفت
ببین که ساقیِ کوثر محب صادق را	اشاره کرد سوی حوض جام گفت و نگفت

امشب ای شمع درین بزم نیاز آمدهٔ	آفرین باد که پروانه نواز آمدهٔ
غیر محراب دو ابروی بتان سجده مکن	عشقبازانه اگر بهر نماز آمدهٔ
جرسِ شوق درین دشت بجنبان از دل	گر تو با قافلهٔ عجز و نیاز آمدهٔ
قصّهٔ شوق مکن در شبِ ہجران کوتاه	اگر ای شانه ازان زلف دراز آمدهٔ
ہیچ جز وصف علی نیست بشعرِ تو محب	آفرین باد که خوش مدح طراز آمدهٔ

(۱۳۴) قابل۔ سید عبداللّٰہ بلگرامی

از بعض طبقات سادات بلگرام ساکن محلّہ میدان پورہ۔ پیشتر در طبقهٔ فضلا ممتاز است و حالا در گروه شعرا بی انباز۔

تخلص او اسمی با مسمی بود۔ و در فضل و کمال و تحریر ہفت قلم و فنون سپاہگری و ورزش اسلحه و اکثر صناعات اہل حرفت وقوف عالی داشت۔ و در صفت کبری مشارٌ الیه انامل می زیست۔

همواره روزگار قرین اعتبار گذرانید و بیشتر برفاقت نواب مبارز الملک سربلند خان تونی بسر برد - و بخدمت عدالت معسکری می پرداخت -

وچون کرت اولی سربلند خان در سنه اربع وعشرین ومائة والف (۱۱۲۴) ناظم صوبۀ گجرات احمد آباد شد - سیّد عبد الله را منصب صدارت احمد آباد تفویض نمود - سیّد با ارباب وظائف سلوک پسندیده کرد - وغربا وضعفا را باحسان نواخت آخر الامر در دار الخلافه شاهجهان آباد بیماری استسقا عارض شد - بهمان حالت به بلگرام آمد - وبعد چندی موافق سنه اثنتین وثلثین ومائة والف (۱۱۳۲) جان بجهان آفرین سپرد - وسمت غربی باغ محمود در مقابر قبیلۀ خود مدفون گردید بعد انتقال آن مرحوم کتابخانۀ او شیرازه جمعیت گسیخت - و اشعارش بتاراج حوادث رفت - همین یک بیت بدست آمد ؎

مگر بسرمه اثر کرد ضعف طالع من که بی عصا نتواند بچشم یار رسید

(۱۳۵) واحد میر عبد الواحد ترمذی بلگرامی

ترجمۀ اب والانسب او نظر پرورده لطف الٰہی سیّد محمد اشرف درگاهی در سلک فضلا از دفتر اول انتظام یافت -

میر عبد الواحد صاحب طبع لطیف و ذهن شریف بود - وسراپا به حلیۀ مکارم اخلاق وجلائل اوصاف آراستگی داشت - اختر نجابت از جبین مبینش می درخشید وعطر خلق محمدی از گل عنصرش می تراوید -

شعر بزبان فارسی و هندی می گفت - وجواهر زواهر بمثقب اندیشه می سفت سخن شیرینش به گلوسوزی نبات است - وشعر آبدارش به گوارائی آب حیات

از یاران میر عظمت الله بیخبر بود - ونسبت به فقیر شفقت فراوان می فرمود -

ابّا میکه والد ماجد او سیّد محمّد اشرف بحکومت موضع راهون از اعمال دار السلطنۃ لاهور می پرداخت و او را با کفار آن نواحی جنگ رو نمود- میر عبد الواحد در معرکه جرعۂ شهادت چشید- و همانجا این آفتاب دل افروز خاکپوش گردید- و این واقعه دوم محرم روز جمعه بعد نماز عصر سنه اربع و ثلثین و مأته و الف (۱۱۳۴) واقع شد- عمر شریفش از پنجاه متجاوز بود-

نگارندهٔ سطور در تاریخ شهادت آن مغفور قطعهٔ نظم کرده و یک عدد زیاده را بحسن تعمیه بر آورده ؎

میر عبد الواحدِ شیرین سخن | از زبانش آب حیوان می چکید
سیّدِ والا گهر صاحب هنر | تا ثریّا نظم و نثرِ او رسید
والدِ او حاکم راهون شده | در رکابش رخت آنجانب کشید
خطهٔ پنجاب را از مقدمش | آبروی تازهٔ آمد پدید
با زمینداران کافر رزم کرد | از شهادت جرعهٔ صافی چشید
در سخن واحد تخلص می نمود | لفظ ذوقی هم تخلص برگزید
چون که واحد رفت سالِ رحلتش | کلک خوبین زد رقم "ذوقی شهید"

۱۱۳۵
۱
۱۱۳۴

صیّاد فکرش وحشیان معانی فراوان صید کرده اما از عوارض روزگار مقید رشتهٔ شیرازه نساخته لهذا اکثری از آن به پرواز آمد- برخی از اشعار که در بیاضها مثبت بود درین سواد سفیدی می کند ؎

امروز بر جبینِ تو چین دیده ایم ما | صد رنگ ناز را به کمین دیده ایم ما

گر بود ره یک قدم بی رهنما دور است دور | بی اجل نتوان رسیدن گرچه منزل زیر پاست

سوختم در آرزو بش کاش ای صورتگران | گردهٔ تصویر او سازید از خاکسترم

آگہ ز دل شکستنِ بلبل نۂ ہنوز | طرفِ کلاہ خود مگر ای گل ندیدۂ
عمر لیست در رُخِ تو تماشائیِ خودیم | آئینہ است بسکہ ترا از صفا جبین
نباشد از گدازِ دل محبّت نامہ ام خالی | چو بکشائی سرِ مکتوب من طوفان شود پیدا
آتشی پیچیدہ ام در نامۂ پُر سوز خویش | گر سمندر نیستی مکشایِ مکتوبِ مرا
نیستم محتاجِ خضر از فیض سوزِ خویشتن | اخگرم خاکسترِ خویشم بہ از آبِ بقاست

رباعی

تا کی بہ ہوا و حرص مائل باشی | زان رہ کہ بریدنی است غافل باشی
اکنون کہ گذشتہ را تلافی خواہی | از خنجرِ انفعال بسمل باشی

و او را نسخۂ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" مشتمل بر نظم و نثر در وصف حلویات غزل و رباعی و قطعہ و مثنوی و مخمس و ترجیع بند بدستور دیوان مرتب داردو در خاتمہ نکات شیرین آوردہ - و درین نسخہ بمناسبت شیرینی ذوقی تخلص می کند- و اشعار ہندی ہم درین رسالہ می آرد- برخی از ان در فصل ثانی می آید انشاء اللہ تعالیٰ- در خطبہ این نسخہ گوید :-

"مخفی نماند کہ از تصنیف و تالیف این رسالہ و اظہار میل و رغبت با شیرینی سببی و واسطۂ
"مظنون ارباب قیاس خواہد بود اما قسم ؎

"بموزونیِ قامتِ نیشکر | کہ اصلِ ہمہ آمد آن مفتخر
"بعشقِ زلیبیِ خاطر پسند | کہ انداخت در گردنِ جان کمند
"بحلوای ترآن فرح بخش جان | بمقراضی آن غم تراشِ جہان
"بہ پُر مغزیِ پستۂ خندہ رو | کہ چون سبزہ ہند است زیبندہ رو
"بآن نرمیِ مجلۂ بلگرام | کہ شبنم نزاکت از و کردہ وام
"ندارم سرِ بنگ باور کنید | کہ دارم از و ننگ باور کنید

"به تریاک هم نیستم آشنا — هم از تهمتِ کو کنارم رها
"کنون به که تمهید کمتر کنم — غزل خوانیِ مدعا سر کنم

آنانکه پرده از رُخ لوزینه وا کنند — آیا بود تواضعِ صحنی بما کنند
نان از تنور بهر مُربّا جدا شده است — لازم بود که حق غریبی ادا کنند
در کار خیر حاجتِ هیچ استخاره نیست — اهمال در تناولِ فرنی چرا کنند

انجیر را ز شاخ درخت ار جدا کنید — پنهان ز چشم بد به لبش آشنا کنید
یکبار پوست را ز تنش بر کشیده اید — بارِ دگر به کیله ندانم چها کنید
هنگام آن شده که اسیران انبه را — بر کام دل ز محنتِ زندان رها کنید
آورده ام برایِ شما شربتِ انار — نوشش کنید و مخلص خود را دعا کنید
گر خاطرِ شما ز اناناس خوش نشد — چون ذوقی از شریفه و تربز غذا کنید

شیرین نشدی ذائقه شکر نشدی گر — چشم نشدی سیر مزعفر نشدی گر
فائق نشدی خشکه بدین سان به حلاوت — یاری دهِ او روغن و شکر نشدی گر
چندان به ادب دوست نمی داشتمش من — با شیر و شکر حُبِّ پیمبر نشدی گر
حلوا نفزودی به دماغ این همه قوّت — ذوقی همه اجزاش برابر نشدی گر

نقل بگیر بر زبان یک دو سه چار و پنج و شش — ریزهٔ قند در دهان یک دو سه چار و پنج و شش
در قدحِ بلور کن شربتِ قند با گلاب — چمچه بزن در آن میان یک دو سه چار و پنج و شش
پیدهٔ دلفریب را گرچه ثقیل گفته اند — لیک ندارد رد زبان یک دو سه چار و پنج و شش
شاهد انبه ام بکف گرفته از کمالِ شوق — بوسه دهم بروی آن یک دو سه چار و پنج و شش
صحن پُر از مزعفر و کاسه پُر از برنج و شیر — خوب نمایدم به خوان یک دو سه چار و پنج و شش
مصرع نغز اطعمه وه چه خوش است ذوقیا — خربزهای خوش بنان یک دو سه چار و پنج و شش

نه تنها دل ز ذوقِ برفیم بیتاب می گردد — که از یادِ زلابی محو پیچ و تاب می گردد

ببین بسوی چپاتی بدیدهٔ انصاف — کہ بی وصالِ شکر حالتِ نزاران چیست
غرض ز موسمِ برسات اوله و پوندی است — وگرنہ این همہ تمہید برق و باران چیست
چرا نہ نیشکر از خرمی نخود بالد — کہ آل او ہمہ مقبول آمد و منظور
در تمنای ملاقات شکر ای ذوقی — آب گردیدہ دلِ شیر بالفت سوگند

(۱۳۶) ایما-بندگی سید محمد حسن بلگرامی

برادر صغیر میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی-گل سر سبد چمن استعداد بود- ونہال سر بلند قابلیت خداداد- مصوّر ازل حسن صورت را با حسن سیرت آمیختہ- ورنگ حیرت در دیدهٔ تماشائیان ریختہ-

در صغر سن مصحف مجید را از بر کرد- و در پانزده سالگی فنون عربی و فارسی و ہندی را فراہم آورد-شعلۂ آوازش دل سنگ می گداخت- وحسن قرائتش ایمان سامعہ را تازه می ساخت-

از انجاکہ کسب ہوای زندگانی وتحصیل اسباب کامرانی مقتضای عہد شباب است در عنفوان عمر از وطن مالوف بر آمده شاہزاده عظیم الشان بن شاه عالم را ملازمت نمود و منصبی سرافرازی یافت (پدرش) سید محمد اشرف درگاہی دران وقت نوکر شاہزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود

چون خلد مکان رایت عزم بملک جاودانی افراخت- وشاه عالم از کابل و محمد اعظم شاه از دکن بداعیۂ محاربہ شتافتند- و در میدان دھولپور بر مسافت دوازده کروه از اکبرآباد تلاقی فئتین رونمود- و محمد اعظم شاه در معرکہ نقد زندگانی درباخت ونسیم ظفر بر پرچم الویۂ شاه عالم وزید- بعد فراغ جنگ سید محمد حسن کہ جوان نازنین بود وسلاح در برداشت-تاب حرارت ہوا نیاورده بہ خیمۂ خود

آمد- و با حاضران گفت سلاح از من بگیرید که تاب و طاقتم نماند- همین که دراز کشید- چراغ حیاتش خاموش شد- و مردم خاک حسرت بر سر انداختند و بعد تجهیز و تکفین بر دروازہ دھول پور دفن ساختند-

چون راہ آمد و شد وا شد سید درگاہی بملاقات پسر شتافت- او خود زیر خاک رفتہ بود- بیطاقتیها کرد فائدہ نداشت-

جنگ سلطانی بیستم شهر ربیع الاول واقع شد- سیّد محمد حسن بیست و یکم ماہ مذکور سنہ تسع عشر و مائة و الف (۱۱۱۹) برحمت حق پیوست- آیہ کریمہ "اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ" (۱۱۱۹) تاریخ رحلت اوست کہ علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی یافتہ و بگرفتار حالت یعقوبی سیّد محمد اشرف درگاہی تحریر نمودہ

این چند بیت تذکرۂ ایماست ؎

جمالش بسکہ در بزم تخیل جلوہ پیرا شد ‌ ‌ سویدای دلم چون مردمک محوِ تماشا شد

مرکزِ گردشِ ما نیست بغیر از دلِ ما ‌ ‌ محمل ما دلِ ما ہم دلِ ما منزلِ ما

وصفِ تو اگر بر لبِ دریا گذر آرد ‌ ‌ از گوش صدف پنبۂ گوہر بدر آمد

مگر در یاد ماہِ من ز بلبل نالہ می خیزد ‌ ‌ کہ مدِ شاخ گلہا در چمن چون ہالہ می خیزد

انتخاب از ناز خوبان نیست جز حسن کلام ‌ ‌ وای بر بلبل کہ از گل یک سخن نشنیدہ است

کشادِ کارم از جمعیتِ خاطر نمی آید ‌ ‌ نشد چون غنچہ بی چاکِ گریبان فتحِ بابِ من

رسید قاصد و وا شد گرہ ز غنچۂ دل ‌ ‌ ہوای بال کبوتر نسیم باغ من است

ز تمکینِ تو ای ظالم فغانم جوششے دارد ‌ ‌ سکوتِ گل زند ناخن دلِ مسکین بلبل را

نیاز و ناز را بایکدگر خوش جلوہ می بخشد ‌ ‌ درازیہای دست از من از و دامن کشیدنہا

(۱۳۷) آگاہ- سید علی رضا سلمہ اللہ تعالےٰ

خلف الصدق میر عبدالواحد ذوقی مذکور- ہمعمر و یار دلپذیر این فقیر است و

بحکم ارث گلدستۂ اخلاق حمیدہ و نسخۂ جامع اوصاف پسندیدہ۔

کتب مختصرات درسی تحصیل نمودہ و در فارسی استعداد شایستہ بہم رسانده۔ بدقائق

شعر خوب می رسد۔ وگاہی خود ہم فکر می کند۔ این رباعی زادۂ فکر اوست ؎

ہرچند بود ضمیر پاکت روشن | بی راہبری گام درین راہ مزن
پیداست کہ شمع پیش پای خود را | بی شمع دگر نمی تواند دیدن

(۱۳۸) عارف۔ محمد عارف بلگرامی

از اولاد مخدوم محمد رکن الدین بلگرامی است قدس سرہٗ کہ ذکر شریفش در دفتر اولیاء اللہ گذارش یافت۔

تولّد محمد عارف روز جمعہ نہم ذی القعدہ سنہ اثنتین و عشرین و مائۃ و الف (۱۱۲۲) دست داد۔ جوانی است سنجیدہ۔ و عندلیبی است نو رسیدہ۔ اول شخصی از دودمان مخدوم رکن الدین کہ چراغ سخن افروخت۔ و طرز موزونی از مبدء فیاض آموخت۔ اوست

از عنفوان شعور بہ گلگشت کوچۂ سخن خرامید۔ و در فن فارسی و ہندی کمالی بہم رسانید سیما شعر ہندی کہ این فن را خوب ورزیدہ و غزالان تازہ در دام کشیدہ۔ برخی از سبزان ہند در فصل ثانی نقاب از رُخ می کشایند۔

با فقیر محبّت تمام دارد۔ و ہمیشہ بہ نامہ و پیام مرہمی بر دلِ ریش می گذارد۔

این چند بیت ثمرات فکر اوست ؎

گرمیِ محفلِ من از رخِ صہبا باشد | رشتۂ شمع من از پنبۂ مینا باشد
قطع این راہ توان کرد بیک قطع نظر | خار پایت مژۂ دیدۂ بینا باشد
بسکہ نیرنگی حسنت بنظر جلوہ نمود | مژۂ من پرِ طاؤس تماشا باشد

نیست معلومم کہ چشمِ زخم من چون می پرد　　شاید از مژگان او آمد پیامِ بوسۂ

مشو برای کباب بے آتشی محتاج　　چو سنگ از جگرِ خویشتن شرار طلب

چون صریرِ خامہ نبود نالہ ام را آفتی　　سرمہ می سازد بلند آوازِ فریادِ مرا

رباعی

ختم آمدہ منشور ولایت بر تو　　انجام صحیفۂ ہدایت بر تو

تعقیب خلافتِ تو برجا باشد　　چون ہست مدار ہر نہایت بر تو

ای دل کردی چہ کار یادِ تو بخیر　　رفتی بتلاش یار یادِ تو بخیر

در حسرتِ دیدار کسی خاک شدی　　ای بسملِ انتظار یادِ تو بخیر

صوفی گوید کہ ما خدائیم ہمہ　　زاہد گوید کہ با خدائیم ہمہ

این ہر دو بکار خویش ضدی دارند　　مائیم خدا و با خدائیم ہمہ

(۱۳۹) صانع۔ نظام الدین احمد بلگرامی

ہمین نام تاریخ تولّد اوست۔ مطابق سنہ تسع وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۹) جوانی است از عشیرۂ قضاۃ عثمانی مہذب و مؤدب۔ در حداثت سن کلام اللہ را یاد گرفت۔ و در خدمت میر نوازش علی سلّمہ اللہ تعالیٰ تربیت یافت۔

مشق سخن از خدمت میر می کند۔ و طبع سلیم و ذہن مستقیم دارد۔ و از قبیلۂ قضاۃ عثمانی اول کسیکہ شعر درست انشا کرد۔ و لآلی دلپسند بہ غواصی فکر بر آورد اوست۔ ایزد سبحانہ عمرش بیفزاید۔ و پایۂ سخنش را ترقیہا کرامت نماید

این چند شعر نتائج طبع اوست ؎

نقش روی یار را مانی بہ پرکاری کشید　　چون نظر بر چشم او افگند بیماری کشید

توان زائل نمود از بخت عاشق تیرہ رنگی را　　کند گر صنعتِ مشاطہ زیبا ہدی زنگی را

بحرفی کشتگان را زنده سازد کافر حشمت ‌ ‌ مگر دادند اعجاز مسیحا این فرنگی را

داغ احسان برنتابد همتِ والای ما ‌ ‌ از حنا رنگی نگیرد دست استغنای ما

هرگز از دورِ فلک عشرت نصیبِ ما نشد ‌ ‌ سرکه شد از شور بختی باده در مینای ما

در جهان امروز از بس قدر اہل زر بود ‌ ‌ می زند پہلو به عیسیٰ هر که صاحب خر بود

گرد کین از جانبِ ما بسکه در دلہا نشست ‌ ‌ درمیان ما و یاران سدِّ اسکندر بود

در جهان از بسکه باشد صلح کل آئین مرا ‌ ‌ می شمارم آفرین هر کس کند نفرین مرا

در بهارستانِ غفلت ایمن از غارتگرم ‌ ‌ غنچۂ تصویریم و نبود غمِ گلچین مرا

بسکه هر شب سبزۂ خطِّ تو می بینم بخواب ‌ ‌ سبز همچون بال طوطی شد پرِ بالین مرا

مپوش چشم خود از روی نو خطان زاهد ‌ ‌ کسی که منکرِ مصحف بود مسلمان نیست

هیچ بی برگ و نوا نیست ز فیضش محروم ‌ ‌ گر زنی نغمه گرفتند شکر بخشیدند

آنچه باید در خورِ هر شخص سامان می کند ‌ ‌ دخترِ رز را بود گهواره از پیمانها

تنگ چشمان را ز دولت خسّت افزون می شود ‌ ‌ مشت بربندد صدف هر گه گهر آید بدست

شادمانی می کنند از مرگ خود روشندلان ‌ ‌ شد مرا این نکته روشن از لبِ خندانِ برق

نامِ آبا روشن از فرزند صاحب جوهر است ‌ ‌ حرمتِ دیگر به عالم از گهر دارد محیط

اهل همت را چه باک از خصمیِ بد گوهران ‌ ‌ سنگ نتواند کسی بر شیشۂ گردون زدن

به مستی داد جانان وعدۂ یک بوسه ام صانع ‌ ‌ چه سازم گر خدا ناکرده از اقرار برگردد

از هجوم داغ ناپیداست دل در سینه ام ‌ ‌ در سوادِ خویشتن این شهر پنهان گشته است

چرا ز عشق خود آگاه کردمش صانع ‌ ‌ اگر حجاب نماید ز من سزای من است

(۱۴۰) سخنور ـ شیخ محمد صدیق بلگرامی[۱]

پدرش قاضی احسان الله امروز به منصب قضاء شهر قیام دارد ـ سخنور کلام الله

---

[۱] نتائج الافکار صفحہ ۲۲۴ ـ

را از بر کرد و مختصرات کتب درسی گذرانید مشق سخن در سایۂ تربیت میر نوازش علی
می کند و فکری صحیح دارد - از وست ؎

تا به گلگشتِ چمن آن سرو قامت می رود ... بر سرِ قمری چه آشوبِ قیامت می رود
می شود سرمایۂ ناز آن سپاهی پیشه را ... آنچه از جنسِ نیازِ من بغارت می رود
بی دماغانِ جنون از فکر صحرا فارغ اند ... از خراب آباد دل طرحِ بیابان ریختند
در چمن آید اگر آن غنچه لب بلبل ز شرم ... زیر بالِ خود کند چون بیضه پنهان غنچه را

(۱۴۱) ثمین - شیخ غلام حسن بلگرامی

خواهرزادۂ قاضی احسان اللہ مذکور - جوان خوش طبیعت است - گاهی فکر شعر
می کند و از میر نوازش علی اصلاح می گیرد - از وست ؎

از بسکه سوده ام از سرِ افسوس کف بهم ... دستم رساند آبلها چون صدف بهم
ز سنگهای جفا مشکن ای پری پیکر ... ترحمی که ترا منزل است شیشۂ دل

(۱۴۲) وامق - نواز محی الدین بلگرامی

پدرش شیخ غلام محی الدین فاروقی تن بخشی نواب مبارز الملک سربلند خان تونی
بود وامق ذهن درستی دارد - و با کتب درسی اشتغال نموده حیثیتے بهم رسانده
و مشق سخن از میر نوازش علی استفاده می کند - از وست ؎

گر به بینی تو مرا بر سرِ راهی گاهی ... چه شود گر بنوازی بنگاهی گاهی
بسکه در ماندۂ هجرم ز خدا می خواهم ... وصل هر روزه اگر نیست بماهی گاهی
یاد روزی که گزر داشت به کو بش وامق ... بود با او نظرِ لطف تو گاهی گاهی
بسکه حیرانِ تماشایِ تو گردیدم نماند ... در چراغِ دیده ام چون دیدۂ بسمل فروغ

(۱۴۳) محزون۔ سیّد برکت اللہ بلگرامی

از اولاد سیّد محمود اصغر بلگرامی است کہ ذکرش در دفتر اولیاء اللہ سمت تحریر یافت۔ جوان شایستہ است۔ اکثر بہ دواوین و کتب فارسی وا رسیدہ و اخذ آداب و مشق سخن از میر نوازش علی نمودہ۔ ازو می آید ؎

عاشقم وصل یار می خواہم　　عندلیبم بہار می خواہم
بہر یک بوسہ نا اُمید مکن　　کز تو این یادگار می خواہم
یا علی بہر قتل دشمن دین　　مددِ ذو الفقار می خواہم
با گناہِ ز حد فزون محزوؔن　　رحمت از کردگار می خواہم

دعوی یک بوسہ از لعلِ لبش می داشتم　　خط برون آورد و مارا کرد آخر لاجواب

سپاس چمن آرای ازل کہ نو بہار فصل اول بہ مراد رسید۔ و دل و دیدۂ تماشائیان را سرمایۂ نشاط بخشید۔ قلم گرم رفتار عرقہا افشاند تا بہ شادابی این چمن پرداخت۔ و زبان آتشین گفتار شمعہا گیرند تا عرصۂ این سواد را روشن ساخت۔ اکنون طوطی ناطقہ فاتحۂ ختم می خواند۔ و تاریخ اختتام بہ عرض موزونان نکتہ سنج می رساند ؎

زنوکِ کلک من نقشے تراوید　　کز و تصویر حیرانی است بہزاد
اگر تاریخ این تالیف پرسند　　بگو "تحریر عالی کرد آزاد"

فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جزاہم اللہ بجائزۃ الخیر

من ہیچمدان با زبان عربی و فارسی و ہندی آشنایم۔ و از ہر سہ میکدہ بقدر حوصلہ قدحی می پیمایم۔ در عربی و فارسی عمرہا مشق سخن کردم و نو رسان معانی را در آغوش فکر پروردم۔ مشق سخن ہندی ہر چند اتفاق نیفتاد۔ و فرصت تسخیر سبزان این قلمرو دست بہم نداد۔ امّا سامعہ را از نوای طوطیان ہند حظی وافر است۔ و

ذائقه را از چاشنی شکر فروشان این گلزمین نصیبی تمکاثر۔

معنی آفرینان عربی و فارسی خون از رگ اندیشه چکانیده اند۔ وشیوهٔ نازک خیالی را به اعلی مراتب رسانیده۔ افسون خوانان هند هم درین وادی پای کمی ندانند بلکه در فن "نایکا بهید" قدم سحر سازی بیش می گذارند۔ کسی که زبان فارسی و هندی هر دو ورزیده۔ و باسفیدی وسیاهی آشنائی کامل بهم رسانیده۔ به تصدیق سخن فقیر می پردازد۔ وسجل دعوی خاکسار را به مُهر شهادت مزین می سازد۔

موزونانِ زبان هندی در بلگرام فراوان جلوه نموده اند۔ و دماغها را به روائح صندل تر تازگی وشگفتگی افزوده۔ لهٰذا فصل این جماعه علیحده به تحریر رسید و شمامهٔ معطری به دست بوشناسان حواله گردید۔

(۱) شیخ شاه محمد بن شیخ معروف فرملی

عشیرهٔ فرملیان بلگرام در روزگار اکبر بادشاه عمدگی واعتبار داشته اند و لوای فوقیت بر افراشته۔

شیخ شاه محمد دران عهد صاحب ثروت و اقتدار بود۔ و بحکومت احصار قیام داشت۔ و او در نظم هندی اُستاد کامل بود۔ وگوی نکته سنجی از اقران می ربود جمیع ماهرانِ این فن امروز استادی او را تسلیم می کنند۔ وسخن او را بجان خریداری می نمایند۔

آورده اند که در سرزمین ریری چند وار حکومت محلی داشت۔ روزی با فوج خود به عزم شکار بر آمد۔ اتفاقاً از فوج جدا اُفتاد و عبورش بر سر دهی واقع شد در سواد آن دیه دختری صاحب جمال را دید که سرگین گاو را پاچه می سازد نام دختر "چنپا" بود۔ و در ساعد خود زیوری داشت که آن را د بهندی

"ناایت" گویند - و ابریشم سیاه دران تعبیه کنند -
شیخ شاہ محمد اشارہ باآن زیور کردہ گفت :-
"چہ خوب بھنور بر کنول نشستہ است"
بھنور زنبور سیاہ و کنول نیلوفر را گویند - ابریشم سیاہ را بہ زنبور و دست را بہ نیلوفر سُرخ تشبیہ داد کہ در موزونان ہند مستعمل است - و عشق زنبور سیاہ بر نیلوفر نیز نزد نکتہ سنجان ہند مقرر چنانچہ عشق بلبل بر گل و عشق قمری بر سرو نزد اہل فرس -
چنپا بزبان شکستگی جواب داد کہ :-
"بھنور نیست گوبرونده است"
یعنی جعل کہ در سرگین پیدا می شود -
شیخ شاہ محمدؒ ازین جواب محظوظ شُد - و لطافت طبع او را دریافت - و او را بر اسپ گرفتہ در ربود - و بخانہ آوردہ تربیت کرد - و او در نظم ہندی فائق و در لطافت و ظرافت و بدیہہ گوئی یگانہ بر آمد تا بحدی کہ در نظم ہندی از شیخ شاہ محمد سبقت برد -
دوہا فراوان در سوال و جواب شیخ شاہ محمد و چنپا بین الجمہور مشہور است - اکثر سوال از شیخ شاہ محمد و جواب از چنپا است - و این دلیل افزونی قدرت چنپا است کہ سوال را فی البدیہہ جواب بہم می رساند -
روزی شیخ شاہ محمد و چنپا بر کنار دریائے نشستہ بودند -
شیخ شاہ محمد مصراعی گفت :-
"دھوم جو او تھت ترنگ مون یہ اچرج مم آہ"
چنپا فی البدیہہ پیش مصراع بہم رساند :-
"اونل روپ کوئ کامنی مجّن کر گئی ساہ"
شبی در ایام برشکال کرم شب تاب در ہوا می رفت -

شیخ شاہ محمد آن را دیدہ گفت :-

"سیام رین مین کیتھ اور ین چمکن کوٹ دس"

چنپا بداہتہً جواب داد :-

"من متھ باری دیٹھ بن پیہ تیہ کہو جت پھرے"

وقتی شیخ شاہ محمد از سفر بخانہ آمد- چنپا چشم پُر آب کرد- چنانچہ از نرم دلی رسم زنان ہنود است-

دران حالت شیخ شاہ محمد گفت-

"رکم درگ ڈہری سنار مم آیو بھایو نہین"

چنپا در جواب گفت :-

"لینہین نین پکہار ملن ہنتی تو درس بن"

شیخ شاہ محمد در آخر عمر استعمال افیون اختیار کرد- و اکثر اوقات در شعر بحج افیون می پرداخت- و چنپا قدح افیون می کرد- روزے این دوہا نوشتہ در محل سرا بپیش چنپا فرستاد و افیون طلبید :-

جل بھنبھن بیراگ رپ ہاری باہن سوئے

چنپا دی پرہٹائے یہ جوری تہاری ہوئے

چنپا جواب گفتہ با افیون فرستاد کہ :-

روپ گنواون جگ ہسن تیجی کام کی کہاد

ہون نہہ پہوبچون ساہ یہ کہان بساہی بیاد

شیخ شاہ محمدؒ در آخر حال بہ قنوج رفتہ اقامت اختیار کرد و ہمانجا ازین عالم انتقال نمود- از منظومات او چند نسخہ متداول است-

برخی از نتائج طبع او سمت تحریر می یابد؎

کچھپ دشت اور کونج من سہج پر یو اہنت
بھرنکی ہوئی کہت سنچری تب بھینتی بھگونت
کیچ چھوٹی تیہ سیس سون بب کیچ رہی اتنگ
مانھہ کچن کلس تین امرت پیوت بھونگ
پھپ تراین چہرنس مانگ نک گج راہ
بدان چند دن دیکھت ام کر بہو لو ساہ
اِل مالا بپن گبھئن آہ کل دری پتار
مرگ مد کرنن کو چھوئی بیرن پاس تو یار
تل بنکٹ بھرکٹی ملن سوسو بھاجیہ جاگ
ادھر دھنگ منون نرکھہ کی پانک پسارت کاک
میٹ میٹ بدہ بدہ سچت تو مکھہ اپمان لک
جگ بیتی نہچت سچت بھیو نہ مکھ سمک
تو مکھ پانپ امیہ ندہ دیکھت نیت نہ کات
نین بچترا کہت بب پیوت ہون نہ اگھات
پریتم نین ترنگ چڑہ چہانہہ جو میلت آئی
من پارا گھٹ کوپ تین ابھر دو ہون دس جائی
مرگ نینی مرگ راج کٹ مرگ باہن مکھہ جاہ
مرگ انگ مرگ مدنلک مرگ رنجھت سرتاہ

این سہ دوہا از چنپا نوشتہ مے شود

ساہا رانگ دن یون ہنے چتون کھینچی اکاس
بھیو کھٹولن کو سمی ایک ایک نہہ پاس

تاہ نہ ساہ بسارئے یا ادہا جیونت
ہم کمدن تم سردسس کرپا کرن سومت
برہ اُساس جرت اب تیہ کمت بن نا نہہ
منون سراوت تن تپت پرت جای وہ مانہہ

(۲) سید نظام الدین المتخلص بہ مدہنایک

بن سید علاؤالدین بن سید حمزہ بن سید صدر جہان بن سید علاؤالدین بن سید فاضل بن سید فتح محمد بن سید بدہ بلگرامی قدس سرہ کہ ذکر شریفش در دفتر فقرا تحریر یافت۔

سید نظام الدین شہرۂ روزگار و در موسیقی ہندی یگانۂ ادوار است۔ در عصر خود ممتاز ومکرم می زیست۔ وصفت مروت وسخاوت بہ مرتبۂ کمال داشت وہموارہ خلق خاتمی وجود حاتمی را رنگی تازہ می بخشید۔ ودر صحبت نکتہ سنجی ولطیفہ گوئی میر مجلسی بہ او مسلم می شد۔

ابتداء حال ذوق بہ نظم ونثر بہم رساند۔ واین فن را از اُستادان عصر سند نمود۔ ودر ناظمی سرآمد برآمد۔ وکتب معتبرۂ فارسی را مستعدانہ درس می گفت۔ آخر طبع شریفش بہ علوم ہندی مائل گشت۔ ودر شہر بنارس کہ بناء رس است کتب سنسکرت وبہاکا کسب نمود۔ ومہارتی عظیم پیدا کرد۔ ودر موسیقی ہندی از علم ناد وتال وسنگیت سازیکتائی نواخت۔ ومحقق ومدقق این فن ونایک وقت شد۔ ازینجاست کہ مدہنایک تخلص می کند۔ ودو کتاب تصنیف کرد یکی نادچندرکا دوم مدہنایک سنگار۔

ماہران فن موسیقی ہندی در آن عصر از اطراف دور دست بخدمت او می رسیدند

ومشکلات را بہ حل می رسانیدند۔

نقشہای او مشہور است ۔ وخوانندہا در وقت ذکر نام او گوش می گیرند و این ادبی است مصطلح اہل ہند۔ و در کلام میرزا صائب گوش گرفتن برسبیل تعظیم بنظر در آمد ازینجا مستفاد می شود کہ در اہل ولایت ہم این رسم معمول است۔ میرزا می فرماید ؎

آتش نفسان گوش بہ تعظیم بگیرند ہر جا کہ من سوختہ را نام برآید

خواندن او کیفیتی داشت۔ بعض اوقات وحوش بہ استماع آن در مقام مستی و حیرت فرو می ماندند۔ تا بہ انسان چہ رسد۔

اُستاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب مضجعہ فرمود کہ وقتی امساک باران شد۔ سید محمد فیض بلگرامی کہ ذکرش در دفتر فضلا رفت بخدمت سید نظام الدین عرض کرد کہ از نایکان پیشین تصرفہا بہ عالم ظہور رسیدہ کہ برزبانہا دائر است درین ایام کہ قحط باران و کار خلق خدا تباہ است اگر توانند تصرفی بہ ظہور رسانند۔ و بہ فریاد خلائق برسند۔ فرمود بندہ عاجز است و توانای مطلق جل شانہٗ برہمہ چیز قادر۔ وصندلی طلبیدہ در صحن دیوان خانۂ سید محمد فیض گذاشت و برصندلی نشست۔ وراگ میگھ خواندن گرفت تا آن زمان کہ مقداری از ابر تنک پیدا شد و حال آنکہ بقول مشہور "ما فی السماء قدر راحة سحابا" ابری بقدر کفِ دست در آسمان پیدا نبود سید محمد فیض عرض کرد کہ خدمت گرامی بسیار تصدیع کشیدند۔ و برای متحقق شدن تصرف این قدر ابر کافی است۔ برنخاست تا آن زمان کہ ابر پہن شد و اطراف آسمان را فرو گرفت و آن مقدار باران بارید کہ روی زمین طوفانی گشت سید محمد فیض معذرتہا کرد و خلائق بہ دعاء خیر تر زبان گردیدند۔

سید را با ہندو دختری سندر نام عشق بہم رسید۔ دختر نیز بہ جذب عشق کامل دل از دست داد۔ رفتہ رفتہ راز گل کرد۔ قوم دختر بہ پرخاش برخاستند۔ از انجا کہ سر رشتۂ

محبت از ہر دو جانب مستحکم بود۔ سید معشوقہ را گرفتہ بہ شاہ آباد برُد و زیور اسلام پوشانیدہ در حبالۂ نکاح در آورد۔ نواب کمال الدین خان بن نواب دلیر خان افغان صاحب شاہ آباد مراسم اعزاز سید فوق الحد بجا آورد و مدت اقامت آنجا لوازم مہمانداری نوعی کہ باید تبقدیم رساند

بعد چندی شورش ہندوان فرو نشست۔ و سید بہ وطن اصلی معاودت فرمود و سالہا بر مسند زندگانی کامرانی کرد۔ و غرۂ رمضان المبارک سنہ تسع و تسعین و الف (۱۰۹۹) بہ گلگشتِ روضۂ رضوان خرامید و در بلگرام مدفون گردید رحمۃ اللہ علیہ۔

چند کبت از و نقلم می آید:۔

:۔سکیا برنن:۔

سنگ لاگی ڈولت مکر سر ساگرن چنون پان کو چر ترکا ہو چنیو
للت رسن دب بولت کلت دنت ایکدہ ہسن ادہرن ہیت ہنیو
اوکت ہوت نہ سر یر کنتی سار چھیر کنت مکھ کہتا کو کتھن کہو کہہ تبیو
روس ہون سو رس ال سینت نلن جبین دیوس مکھ دیکھ کہنسار کانتھی رتیو

:۔سکلا ابہارکا:۔

چندادی چلی چندمکھی تن گورہ چندن کہورن کہو ر.ین
دو نیہ جوت بڈ ہی چت جونھہ مانو پای مینکہہ کو ر.ین
جانی نجات جتی چلی جات چھپی نہہ بات سگندہن جو ر.ین
ہاتھ لبین سر بچن کون سو کیو سر بنچ پر پنچھ تو رین

:۔نین برنن:۔

کاری کجراری انیاری جگ موہنی کون تن بچ تاری ات ترل تربیری ہین

جیسی ہین ساوک جاوک جل پہرین پہرکین سوکیسہون رہت نہ گھیری ہین
لال مدہنا ایک سومیرومن موہنی کوں پٹ پنجری پنجر رہت نہ ہیری ہین
سالوکی سدہارسو بہا دہا اوہکار ایسی ہین کی کہلونان کدہون نین پیاری تیری ہین

چکھ برنن گھونگھٹ مین:-

جو چترانن چت چدہی نہ بدہی بدہ بیدن گرنتھ نہ گائی
بہار تھی بہوری کری بہرہین چپ جوگن جوگ انیتھ گنائی
جو تکھہ جوت جگی نہ تھکی مدہنا ایک گھونگھٹ چنچل تائی
جہین دوکول پچھی جھلکی اپنچھ براجت اچھ رجھائی

چند کی سیامتا برنن:-

کوئی کہی چند کی مرکنک انک دیکہیت کوئی کہی چھایا چھت بہوتل پرکاس کی
کوئی کہی اندہکار بیوہی سو دیکہیت کوئی کہی کالمان کلنک انیاس کی
مدھ کہی ساہر لینون کرتار سب تاہی کی سنواری بہا مان کانھ کی بلاس کی
تادن تین چہاتی چہید پری ہین چہپاکر کی وارپار دیکہیت نیلتا اکاس کی

(۳) دیوان سید رحمت اللہ

بن سید خیراللہ بن دیوان سید بھیکہ بلگرامی از اولاد سید محمد صغری است که ترجمہ او در دفتر اول بہ زبان قلم حوالہ شد و او سوای قبائل اربعہ مشہور سیدوارہ است و نسب او بہ سید محمود عرف بڈہن می رسد کہ اسم او در ترجمہ سید عمر بلگرامی درہمان دفتر مذکور شد۔

دیوان سید بھیکہ

دیوان سید بھیکہ از عظماء عہد بود۔ و در سخاوت و شجاعت و مروت و نیک طینتی شہرۂ روزگار می زیست و وجاہت صوری را با وجاہت معنوی فراہم داشت۔ و در

سرکار نواب احتشام خان و نواب محتشم خان عالمگیری و نواب مرتضیٰ خان والاشاہی عالمگیری صاحب اعتبار و عظیم الاقتدار بود

ہنگامی کہ ہندول بیانہ در علاقۂ نواب مرتضیٰ خان در آمد- زمینداران قطاع الطریق نلوہای پادشاہی را از دست قاصدان بغارت بردند- نواب مرتضیٰ خان بنابر آنکہ سرکشان بہ تمرد و جرئت مشہور بودند متامل شد تا کرا حکم تدارک کند- دیوان سید بھیکہ این معنی را از چہرۂ نواب دریافت- و با برادران خود سوار شدہ بر سر مفسدان رفت- و بہ ضرب شمشیر راجۂ آن ضلع را با اہل و عیال دستگیر کردہ پیش نواب آورد- و نلوہا مسلم بدست آمد- نواب مرتضیٰ خان نلوہا را بہ حضور خلد مکان فرستاد- و تردد دیوان سید بھیکہ معروض داشت- دیوان مورد تحسین و آفرین شد-

دیوان تا سی[۳۱] و یک سال از طرف نواب اخلاص خان خویشگی عالمگیری بہ حکومت سیوندہ وغیرہ محالات جاگیر نواب مسطور از توابع صوبۂ اودہ قیام داشت-

بعد ارتحال نواب اخلاص خان محالات مذکورہ بہ نواب مرتضیٰ خان مقرر گردید- و نواب مرتضیٰ خان بنابر ارتباط سابق و بواسطہ آنکہ نقش میر سید بھیکہ از مدتی دران الکہ خوب نشستہ بود- بہ آرزوی تمام میر را طلبید و حکومت محالات تفویض نمود-

قضارا بعد یک ماہ ازین قضیہ نواب مرتضیٰ خان از منصب حیات معزول گشت و حامد خان پسر نواب مرتضیٰ خان کہ در آن ایام حکومت خطۂ بیسوارہ داشت برای محاسبہ پنج سوار از کچہری خیر اندیش خان دیوان لکھنؤ بہ احضار میر سید بھیکہ تعین نمود- سید ضیاء اللہ بلگرامی کہ در فصل اول ذکر یافت سفارش

میر سید بھیکہ بہ خیر اندیش خان تحریر فرمود۔ نامۂ سید درینجا ثبت می کنم کہ شمۂ احوال
میرازان بوضوح می انجامد۔ نامہ این است :-

" ازان مدت کہ تشریف باین ملک اتفاق اُفتاد۔ چون حقیقت سکنہ این دیار از وارد
" وصادر بسمع شریف رسیدہ باشد و می رسد چہ احتیاج کہ در اظہار وقائع بلگرام بتکرار پرداختہ
" دردسری بتحصیل حاصل رود لیکن بمقتضای ضرور کہ لازمۂ بشریت است تکرار اظہار ناچار شد۔
" حقیقت حضرت قبلہ گاہ دیانت پناہ سیدی میر سید بھیکہ کہ از مشاہیر کبار این دیار است
" یقین کہ مسموع شریف گشتہ باشد کہ آن بزرگ بعد از آنی کہ بچل سالگی رسید از وطن برآمدہ
" مدت پنجاہ سال در خدمت اُمرا و ملوک گذراندہ حق گذاری و دیانت داری را بحدی رسانید
" کہ مدار علیہ ہر سرکار و صاحب اختیار ہر کار گشتہ سزای تحسین و آفرین شد۔ بالفعل کہ سال
" وی بہ نود (۹۰) کشیدہ و قوای خود را از خدمت بزرگان معطل دیدہ چارۂ کاری آنکہ آمدہ بوطن
" نشیند بنیافت۔ مرتضیٰ خان مرحوم را چون بر دیانت و کمالات او اطلاعی تمام بود غرض خود
" خود را بر قصد سید مقدم داشت۔ چون الحاحی بغایت کرد۔ انکار سید پیش نرفت۔ بعد از آنی
" کہ عازم این پرگنات شد چل روز تمام نگذشت کہ مرغ روح نواب بہ آشیانۂ علیین پرید مردم
" پرگنہ کہ ازین واقعہ متنبہ شدند پیش از انکہ میر از حویلی برآید کوچہا بر بستند از انجا کہ غلبۂ اسلام
" یقینی است برادران ہمراہ کہ آہن خائی بہ عادت داشتند رکاب میر را نگذاشتہ خجالت بخش
" ہر مایۂ فساد شدند۔ میر را چون طاقت عود بدہلی نبود ناچار قصد وطن نمود حرکت بی آنکہ تمسک
" بہ عصا کند متعذر شدہ بالفعل حالت پیری این و تخلل نوکری آن و شدت افلاس کہ نتیجۂ دیانت
" است زیادہ از آن۔ وطلب کچہری کہ باغوای حامد خان شدہ علاوہ بر آن۔ اکنون بجز
" خدا پناہی نیست ؎

" در چار موج حادثہ یکتا خدا بس است   چون ناخدا مدد نرساند خدا بس است

" مسموع است از حدیث شریف کہ ابن ثمانین (۸۰) از عتقاء خدا است۔ اکنون بندہ ہای خدا می خواہند

"که ابن تسعین[۹۰] را معتق ندانسته بقید حساب کشند و تقصیر خدمت یک ماه اهانت آن بی گناه "کنند جای وحشت است والسلام".

چون این نامه به خیراندیش خان رسید۔ میر سید بهیکه را از مطالبه معاف داشت لیکن سید رحمت الله ابن الابن میر مسطور که محاسب ممتاز بود به رغبت خود رفته به کچهری حاضر شد و بعد حساب فارغخطی حاصل کرده خود را بخدمت جد بزرگوار رسانید۔

میر سید بهیکه به جناب میر سید طیب بن میر عبد الواحد اکبر بلگرامی قدس الله اسرارهما بیعت داشت۔ و بعد خانه نشینی اوقات را به طاعت و عبادت معمور می داشت تا آنکه نهم شهر ربیع الاوّل روز پنجشنبه سنه اربع وتسعین والف (۱۰۹۴) در جوار رحمت آسود۔ و پائین مزار میر عبد الواحد مدفون گردید۔

سید خیر الله اما سید خیر الله بن دیوان سید بهیکه همراه پدر خود می بود سید بهیکه عبد الرحیم نامی را متبنی گرفت و او را سر فوج ساخت۔ سید خیر الله را این معنی گران آمد۔ و از پدر جدا گردید۔ و این قضیه یاد از قضیه اسامه بن زید رضی الله تعالیٰ عنهما می دهد۔

سید خیر الله در سرکار قباد خان عالمگیری و امراء دیگر نوکری می کرد تا آنکه سید بهیکه وسائط برانگیخته سید خیر الله را طلب فرمود و او فرمان پدر را امتثال نمود و در جنگی به زخم تفنگ جرعهٔ شهادت چشید۔

اما دیوان سید رحمت الله بن سید خیر الله دخترزادهٔ سید لطف الله بن سید حسن بن سید نوح بلگرامی است۔ ذکر سید حسن در دفتر فضلا گذشت

سید رحمت الله در خدمت جد بزرگوار تربیت یافت۔ و به نیابت او بسرانجام خدمت می پرداخت۔ چون دیوان سید بهیکه را پیری دریافت سید رحمت الله

عرض کرد کہ حضرت حالا درخانہ نشینند و من خدمت بجامی آرم جد بزرگوار ملتمس اورا قبول کرد۔

سید رحمت اللہ بحکومت جاجموؤ و بیسوارہ وغیرہ می پرداخت و در دیانت وراستی دقیقۂ از دقائق فرونمی گذاشت۔ و مدبر و شجاع و صاحب عزم وعالی ہمّت بود و اکثر مواضع قلب را تسخیر کرد و سرکشان را مطیع و منقاد ساخت۔ و از سرکار خیر اندیش خان عالمگیری و از سرکار عبد الصمد خان روشانی و امراء دیگر نیز محالات فراوان داشت و با وارد و صادر سلوک پسندیدہ می کرد۔ و دست جود و احسان کشادہ می داشت۔

سید حبیب اللہ

بعد رحلت جد بزرگوار با برادر اعیانی خود سید حبیب اللہ جانب دکن بہ اردوی خلد مکان رفت و پادشاہ را ملازمت کرد۔ روز ملازمت خلد مکان باشاہزادہ محمد اعظم شاہ فرمود کہ این خانہ زاد قدیم ماست و پدرش نلوہار را از قطاع الطریق بہادرانہ بدست آورد۔ سید رحمت اللہ بہ منصب دوصدی و جاگیر از محال سائی پور یافت وسید حبیب اللہ بہ منصب صد و پنجاہی سرافرازی یافت۔ بعد چندی سید حبیب اللہ در دکن فوت شد۔ و سید رحمت اللہ بہ جاگیری کہ یافتہ بود اکتفا نمودہ بوطن رسید۔ و برای تربیت برادر زادۂ خود سید کرم اللہ بن سید حبیب اللہ بہ سلیم پور رفتہ اقامت گزید۔ تزویج سید حبیب اللہ با دختر سید پیاری حسینی واسطی انامی شدہ بود و سید پیاری سید حبیب اللہ را خانہ داماد ساخت۔ ازین جہت اولاد سید حبیب اللہ در اُنام می بود۔ اُنام بروزن حُکام از توابع لکھنو است و سلیم پور یکی از قُرای اُنام است۔

آخر سید رحمت اللہ در سلیم پور سیزدہم شہر ربیع الآخر سنہ ثمانیہ عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۸) بہ رحمت حق پیوست۔ نعش اورا در بلگرام آوردہ بہ خاک سپردند۔

سید رحمت اللہ در ہندی اُستاد عصر بود۔ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی تعریف خوش فہمی او بسیار می کرد۔

در ایام حکومت جاجموٗ بادفروشی از تلامذۂ چنتامن شاعر مشہور ہندی آوازۂ کمال دیوان سید رحمت اللہ در فن ہندی شنیدہ خود را بہ حاشیۂ محفل دیوان رسانید روزے دوہۂ از منظومات چنتامن در "اننیا النکار" پیش دیوان خواند۔ دین مقام اول "اننیا النکار" را بر نگاریم بعد از آن سر رشتۂ مقصد اصلی بدست آریم۔

"اننیا" بہ ہمزۂ مفتوح و نون اول مضموم و نون ثانی مشدد مکسورہ و یای تحتانی مفتوح آخر الف بہ معنی بی شبہ و "النکار" بروزن چمن کار صنعت فن بدیع۔

و "اننیا النکار" آن است کہ مشبہ و مشبہ بہ یکی باشد۔ فقیر را بنظر تتبع نرسیدہ کہ کسی از ادبای عرب و فارسی این تشبیہ را استخراج کردہ باشد حال آنکہ فی نفسہ موجود است چنانچہ در کلام فارسی شاہدی از دیوان ملا ظہوری ترشیزی بر آوردم کہ ؎

چون ظہوری بجز ظہوری نیست　　در محبت یگانہ می باشد

و در منشآت میرزا جلالای طبا طبا ہم بیتی یافتہ شد کہ ؎

آب رُخ آئینۂ جم منم　　ہمچو منی گر بود آن ہم منم

و خود ہم در سلک نظم کشیدم ؎

ترا می رسد ناز ای دِلستان　　توئی چون تو در خیل خوش طلعتان

و در عربی نیز بہ ادای این تشبیہ پرداختم کہ ؎

رأت کثیر حسانٍ فی الوریٰ مقلی　　ما لاح مثلك إلا انت یا املی

محرر کلمات گوید :- علماء عرب و فارس این تشبیہ را در فن بیان آوردہ اند و اہل ہند در فن بدیع تحقیق مقام آنکہ در صورت اتحاد مشبہ و مشبہ بہ تنزیہ است در صورت تشبیہ۔ چہ علما تشبیہ را تعریف کردہ اند کہ "ہُوَ الدَّلَالَۃُ عَلٰی مُشَارَکَۃِ

اَمْرِ لِاٰخَرَ بِالْکَافِ وَنَحْوِہٖ" واز ینجا دریافت شد کہ وجود تشبیہ بی مغایرت
مشبہ ومشبہ بہ متصور نیست۔ وتشبیہ را سہ رکن است مشبہ ومشبہ بہ ووجہ شبہ۔ پس
مقصود قائل از وحدت مشبہ ومشبہ بہ تنزیہ ممدوح از تشبیہ و اثبات یکتائی اوست
بہ تفنن عبارت چہ عبارت "چون تو کسی نیست" و "چون تو توئی" ہر دو یک مآل
دارد کہ آن تنزیہ باشد۔

وصنعتی دیگر ازین قبیل درکلام ملا ظہوری یافتم کہ مفضل ومفضل علیہ یکی باشد
اگرچہ این صنعت با مطلب کتاب کار ندارد اما برای مزید فائدہ تحریر می یابد کہ ؎
نتوان گفت ز خوبان دگری می باشد ہم توئی از تو اگر خوبتری می باشد
بخاطر می رسد کہ نام اول "تَمْثِیْلُ الشَّیْءِ بِنَفْسِہٖ" ونام ثانی "تَفْضِیْلُ الشَّیْءِ
عَلٰی نَفْسِہٖ" گذاشتہ شود۔

القصہ دوہۂ چنتامن در "انتیا النکار" کہ شاگردش نزد دیوان سید
رحمت اللہ خواند این است ؎

ہیو ہرت ار کرت ات چنتامن چت چین
وا مرگ نینی کی لکھی واہی کیسی نین

دیوان دخل کرد کہ این مثال "انتیا النکار" نمی تواند شد زیرا کہ نایکا را
مرگ نینی گفت۔ ومشابہت چشم او با چشم آہو ثابت شد۔ شاگردش این دخل را
مسلم داشت۔ وہرگاہ نزد چنتامن رفت دخل مذکور را نقل کرد چنتامن ہم اعتراف
نمود۔ ودوہہ را تغیر داد ؎

وا سندر کی مین لکھی واہی کیسی نین

چنتامن شاعر ہندی
واین چنتامن ساکن کوڑہ جہان آباد است ودو برادر او بہوکن و
متر ام نیز شاعر خوش فکر مشہور اند۔ چنتامن درعلم سنسکرت سرآمد اقران بود۔ و

و در سرکار شاہ شجاع بن شاہجہان بادشاہ با عزت بسر می بُرد و او را تصنیفی است "کبت بچار" نام که درمیان سخن سنجان متداول است و دوہہ مذکور در النکار در کبت بچار داخل است۔

الحاصل چنتامن بعد استماع آن دخل مشتاق دیوان سید رحمت اللہ شد و بہ تقریب غسل دریای گنگ کہ از تحت جاجمؤ می گذرد با قبائل خود بہ جاجمؤ رسید و دیوان را دریافت۔ دیوان لوازم مہمان نوازی نوعی کہ باید بہ عمل آورد۔ چنتامن مدتے نزد دیوان اقامت کرد۔ و بہ مناسبت موزونیت صحبت گیرا اُفتاد۔ و کبتی در وزن "جھولنا چھند" در وصف شجاعت و جوان مردی سید رحمت اللہ نظم کرد۔ کبت این است ؎

"گرب گھہ سنگھہ جیون سبل گل گاج من پربل گج باج دل ساج دہایو"

"بجت اک جمک گھن گھمک دندبھن کی ترنگ کہ دہمک بھو تل ہلایو"

"بیر تہہ کہت ہیہ کنپ ڈر جو رسن سین کو سور چھون اور چھایو"

"کہو چل پائی تج ناہ سناہ یہ رحمت اللہ سرناہ آیو"

دیوان زری نقد و خلعت زرین سنگین صلۂ کبت بخانۂ چنتامن فرستاد او بعض رسانید کہ می خواہم در حضور دالاقامت مباہات خود را بہ آئین خلعت آرایم۔ دیوان زبان بہ معذرت کشود کہ این لائق شما نیست۔ غائبانہ قبول باید کرد۔ آخر چنتامن در حضور دیوان آمد۔ و سر مجلس کنب را خواند و خلعت پوشید و انعام بر گرفت۔

کبت مذکور در نسخہ "کبت بچار" بعد کبت مدح سلطان زین الدین محمد بن شاہ شجاع ثبت است۔

دیوان سید رحمت اللہ کتابی دارد "پورن رس" نام۔ این چند بیت دوہا از آن کتاب کسوت تحریر می پوشد ؎

کاری سٹکاری کری کہری سرس سکمار
لوٹن ہاری جگت کی لوٹن ہاری بار

سوہت بینی پیٹھ پر جھینین پٹ کی بھائی
لوٹت ناگن کنول دل انگ پراگ لگائی

مانگ سہاگ بھری الی ہب پاٹی چھب چھائے
سیام منوں گھنسیام مین چپلا لیک لکھائے

بھونہہ کمان سمان کی کت تکیت انکھائے
کدھ من سونن تور کی تہارو پیارو پائے

آن بان کو کہت ہین نینن بان سمان
دی لاگت سالت جو یہ دیکھت بیدہت پران

ہوئی ترچھی ترچھی تکیو بہنتو بھامنی بھیر
چبھ چیتون چت مون گئی کاڈہت بادہت پیر

سندر مکھہ چوکا حمک اپمان کو برنی نہ
آنند مندر مین جڑی ہیرا جڑیا مین

کراچائی جھائی تیہ دہاری بہج انھہ بھائی
منو چپلا دوئی توک ہوئی گری بہوم پر آئی

سوبرن رنگ مہندی رچو چہلا جڑاؤ ساتھ
ہاتھی دئے ساتھی کیو موہن من آون ہاتھ

اوپمان سندر نکھن کی من آدی نہین اور
اند بدھو ار ینڈ کی کلن بھئین سرمور

چہلا چہیلی چھانگین ہب چھب مل اک ساتھ

چھلت چھیل منکو کرت چھلا کلا کی ہاتھ

اودرلست روماولی موہن موہن بھانت
مانو سبرن پان پر کام منتر کی پانت

نابھہ کوپ ناگن نکس چلی کنول مکھ چاڈہ
ٹہٹ کی دیکھ میور کریو کچ گر کی کراڈہ

گوری بھوری گورٹی تہوری بَئیس سہائی
بھوری بھوری بات سون چورت من کو آئی

لست سیت پچھوریان انگ کیسری رنگ
کنک بیل سی جھلملی بال چاندنی سنگ

پیہ تیہ رت بپریت کون پگ گہہ کر منہار
ہٹت ہنست سنہرات ورگ للچاوت رجھوار

بھج اُچائی انگڑائی پن پیم جنائی جمھائے
چیٹ پیٹ ہرہرنی کٹی ٹھگ لاڈو دکھرائے

ہرمرلی ہر کی لیئے دہری اروج بنین
راگ رنگی پربین تیہ کری ہی پربین

کھیلت پھاگ ہلاس سون بھاگ بھری لکھہ نانھہ
موٹھی داڑ گلال کی من کیو موٹھی مانھہ

جھک جھک کھیلت ہی للی جھومر سکھن سماج
جھوم جھوم من جگت کی پرت پگن پر آج

بھونہہ چڈھائی جنائی رس جھونٹھ مان جنائے
انہت ہی پیہ من بھتو الو تہن اینٹھ بنائے

گھٹ لئے گھاٹ چلی الی نٹ کی ستمکھ ہوت
گھٹ پٹ کی سدھ گھٹی مٹکی مکھ کی جوت

للن چلن کی نام سن گری گھوم کی بھوم
پیارین پیاری لکھ پیا پران دئی مکھ چوم

پھاگن مانس نہ آئی ہو پیارے پرانن ایس
کھوری ہوری لپٹ سنگ کہہ ہین پران اسیس

کہہ کہہ اٹھہت جری جری گھری گھری وہ بال
چل کی نیک بلو گئی انہین ہت کوہال

کہت سیس کر دھرسنون سیام بام پرانیس
کنٹھ نکٹ سالسک رہی سو وکرت اسیس

(۴) میر عبدالجلیل بلگرامی نوراللہ ضریحہ

پیشتر نی قلم واسطی نژاد گوش مستمعان را از تصانیف والا چہ حجازی وچہ عراقی نواختہ۔ اینجا شکر ہندی می افشاند وطوطیان ہند را غذاے روحانی می رساند۔

رتبۂ عالی ازان برتر بود کہ لب بہ ترہات شاعری سیما منظومات ہندی کشاید وزبان محتاط را بہ گفتگوی دوراز کار آلاید لیکن احیاناً اگر تفسیدہ جگرے التماس معالجہ می کرد بنا بر جامعیت فنون تباشیری از نی ہندی بر می آورد چنانچہ خود می فرماید ؎

شعر گر فصل من بنوشیدی | می شدم در فنِ سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من | میر خسرو دہد جواب نعم

مصر دواکر شاعر ہندی

مصر دواکر بن مصر ہربنس کہ از برا ہمۂ معتبر بلگرام است و در فنون سنسکرت و بہاکا مسلم خاص وعام۔ وعلامۂ مرحوم ورا بہ ملازمت امیر الامرا سید حسین علی خان رسانید و در سلک ندماء نواب منسلک گردانید۔ دوہۂ در مرثیہ آنجناب نظم کردہ و بیان واقع بہ عالم اظہار آوردہ کہ ؎

"ہوا نہے او ہوے گا ایسو کبین سو سیل"

"جیسو احمد نند جگ ہوی گیۂ میر جلیل"

از غرائب اتفاقات آنکہ چون این دوہہ را عدد کردہ شد بی زیادت ونقصان تاریخ بر آمد۔ رحلت آن جناب بیست وسوم ربیع الآخر سنہ ثمان وثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۸) واقع شد۔

از منظومات عالی "سکھ نکھ" در وزن بھیروی ست۔ این چند گل ازان چمن چیدہ می شود ؎

الہ نام پوتہی پر لکی ایبھہ بھائی	جیون جڑائی کو ٹیکو بہال سہائی
کیس پاس کی پھانس پھانسو لوگ	ایک سیام تم اویری الگ سنجوگ
پہلواری گہونگہٹ کی پاتین جات	سمن باس بن چہائین نہیں سہات
واکپول نرمل نین در بن ہار	پرت انت جھونٹی کی مکھ چہار
دانل دیکھی پترن باڈہت جوت	دت چیکنون دیکھی ہلست کوت
لکھ کپوت واکریوان اتہہ ابھرام	ہوئی اتیت کرڈاری سیری سیام
سنکہہ نا نہہ جیو موری دہون گیا کھوئی	گری لاک جہان بچھر یو ہیت تہان جوئی
نکہس جھلک مہندی سنگ لعبن دت دین	چنین لال ترجیبن ڈاک نوین
بہاد نا بہہ کی تر کو کہو نجات	کنول کلی لو موندی بہلی یہ بات
بینی پیٹھ دو دمل متو جو کین	لانبی چکلی باتن من ہر لین
چنگل جنگھ سوموہن اٹکو جائے	انت باندہیت گنہی کہنین لائے

کنول سانجھ موندت نہیں کوس سکور　　　واچرن کو بندت انجل جور

وازمنظومات والاست این چند دوہہ ؎

پہلواری جگ مین سے سینچت لی لی باس
سو کہی رو کہہ پلاس کون رُت بسنت کی آس

رجنی سجنی بیہ سنگ پاؤن روپ بہات
اب پر بیتم بچھری بہیٔ پاؤن پک کی بہانت

تونا ساکی ڈاہ کی کیر لگی جیہ کو نچ
رہر کہو نٹو نت کری کہی دیت ہی چونچ

پیاری تیری چرن کی کہون کہان نو بھید
چھن بچہرت جاکی پری جہاوان پہاتی چھید

(۵) سید غلام نبی بلگرامی

ہمشیرزادۂ میر عبدالجلیل بلگرامی - ترجمہ او در فصل اول جلوہ پیراست و درین فصل نیز بہ اداہای نازک ہوش ربا

اگرچہ حکمش در قلمرو سخن فارسی و ہندی نفاذ دارد - اما بہ تسخیر سواد اعظم ہندی نوعی پرداختہ کہ سرکشان پای تخت سخن را یک قلم از اوج غرور انداختہ - الحق ہیچ طوطیٔ در ہندوستان بخوبی کلکش شکرافشانی ننمودہ - و ہیچ طاؤسی درین بوستان بہ نیرنگی فکرش بال و پر نکشودہ - جوہر تیغ مہند از نیزۂ خطی بہ این حسن وا نمودن جز او کہ می داند - و چاشنی نیشکر ہندی از قلم واسطی باین لطف مہیا ساختن ہیچ او کہ می تواند -

میرزا محمد امین چون قصائد عربی فقیر و اشعار ہندی میر شنید - حظی کرد - واین

قطعہ در سلک نظم کشیدہ

درین زمانہ کہ ارباب فضل کمیاب است — زبلگرام دو شخص اند در سخن استاد
یکی امام زمان سید غلام علی — کسی بہ شعر عرب مثل او ندارد یاد
دگر جہانِ ہنر سید غلام نبی — رساند فطرتِ او شعر ہند را بہ مراد
نگاہدار الٰہی ہمیشہ ایشان را — بِمُرسَلِ عَرَبِیٍّ وَّ اٰلِہِ الْاَمْجَادِ

میرزا جانجانان مظہر دہلوی سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ فن شعر ہندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

از نتائج فکر او "سکھہ نکھہ" صد و ہفتاد و ہفت دوہا است کہ آن را "انگ درپن" نام گذاشتہ و دیگر "نایکا برنن" کہ در ۱۱۵۴؁ہزار و صد و پنجاہ و چہار ہجری تصنیف کردہ و مطابق این سال دوہا در خاتمۂ کتاب درج نمودہ و "رس پربودہ" نام مقرر ساخت معنیش آنکہ ازین کتاب تسلّی و خاطر جمع در بیان رس می شود۔

مخفی نماند کہ نزد اہل ہند مقرر است کہ تغیر و کیفیتی کہ در انسان از دیدن یا شنیدن چیزی پیدا شود۔ و بعد از آن استغراق کامل دست دہد آن را "رس" گویند و آن نہ حالت است۔ و کتاب "نورس" کہ ملا ظہوری دیباچہ آن نوشتہ این معنی ہم دارد۔ نو در ہندی نہ را گویند۔ از ان نہ حالت

اول۔ "سنگار رس" کہ عبارت از کیفیت کمال محبت است کہ مرد را از دیدن زن یا شنیدن اوصاف او پیدا می شود و ہمچنین کیفیتی کہ زن را از دیدن مرد یا شنیدن اوصاف او ہم می رسد۔

دوم۔ "ہاس رس" کہ عبارت از کیفیت کمال ضحک است۔

سوم۔ "کرن رس" کہ عبارت از کیفیت کمال غم است۔

چہارم۔ "رودر رس" کہ عبارت از کیفیت کمال تہور است۔

پنجم۔ "بیر رس" کہ عبارت از کیفیت کمال شجاعت وسخاوت وغیرہ است
ششم۔ "بھیانک رس" کہ عبارت از کیفیت کمال خوف است
ہفتم۔ "بیبھتس رس" کہ عبارت از کیفیت کمال کراہت است
ہشتم "اوبھت رس" کہ عبارت از کیفیت کمال تعجب است
نہم "سانت رس" کہ عبارت از حالتی ست کہ دران حالت ہمہ لذتہا محو شود و
ہمہ نیک وبد یکسان نماید۔ واصل منشاء این حالت ترک وتجرید است۔

ودرین کتاب اکثر مقامات را کہ از مصنفین پیشین کم کسی بہ تحقیق آن رسیدہ میسر بہ دقت ونازکی تمام آن مقامات را حل نمودہ مثلاً فرق درمیان اقسام دھیرا وکھنڈتا و فرق درمیان بچن بدگدہا وسوین دوت وفرق درمیان کریا بدگدہا وبودھک ہا۔ وسبب جدا شدن انبہ سبنوک وکھتاد کرتبا ومانی از ہشت نایکا با وجود شریک بودن این مجموع درا وستہا بھید کہ مراد از اقسام حالات است خوب بیان کردہ۔ ودیگر مقامات کہ تفصیل آنہا اطالت می خواہد بوجہ احسن ضبط نمودہ۔ ودر ایجاد واختراع مضامین دقیق وخیالات نازک چہ قدر قوت فکری صرف کردہ۔ تمام نسخہ از اوّل تا آخر تمثیلات تام دارد۔ ومجموع کتاب انتخاب وسحر حلال واقع شدہ۔

وسوای این دو کتاب کتب متفرق متضمن مضامین لطیف بسیار دارد و "رسلین" تخلص می کند۔ لین بمعنی محو است یعنی کسیکہ در رس محو باشد۔

درین مقام صد وبیست وپنج دوہا از ہر دو نسخہ بہ مراعات ترتیبی کہ در کتاب است انتخاب زدہ۔ وچند کبت چیدہ ثبت می شود۔

اول۔ از انگ درپن

:- منگلا چرن :-

سو پادت یا جگت مون سرس نیہ کو بھاے

جون تن من تیین تلن لو بالن ہاتھ بکاے

-: جورا برنن :-

چندمکھی جورد چتی چت لینہون پہچان
سیس اٹھایو ہی تمرسس کو پاچھو جان

-: ارن مانگ پاٹی جت برنن :-

تیین مانگ نہ ارن کن مدن جگت کون مار
است پہری پرئی دہری رکت پہری تروار

-: بھونہہ اینتھ برنن :-

اینٹھن ہون اوترت دہنک یہ اجگت کی تان
جیون جیون اینٹھت بھرودہنک تیون تیون جڑہت ندان

-: کرن مکت برنن :-

مکت بھئی گھر کہوئی کی بیٹھی کانن جاے
اب گھر کہوت اور کی کیجئی کہا اوپاے

-: نتر برنن :-

ترنگ دیٹھ آگین دہرین برنین دل کے ساتھ
تیوری چکھہ مکہہ کی جگت کیو جہت سب ہاتھ

-: کاجر برنن :-

ری من ریت بچترہ تیہ نیینن کی چیت
بکہہ کاجرنج کھائی کی جیہ اورن کی لیت

-: کاجر کورین برنن :-

تیہ کاجر کورین بڈہی کیہ پورن کب بچھ

لکھیت کہنجن اچھ کین پچھ الکچھ پر پچھ

-:نتن کی لال ڈوری برنن:-

انجن کی دورت نہین لوین لال ترنگ
کورن پک دورن لگت تور پورن کو رنگ

-:ناسکا برنن:-

چھاک چھاک تو ناک سون یہ پوچھت سب گانو
گئی نواسن ناس کی بھیو ناسکا نانو

-:لتکن برنن:-

تھک لتکن نتھ پاس لئی پائی ناسکا ساتھ
مار مرور یو جگت تبو نٹ نٹ دولت ہاتھ

-:پناری برنن:-

للت پناری کلت یون لست ادہر سکمار
منون اہی بہاست پریو چنھہ انگری بھار

-: ادہر برنن :-

تیرس وتیا دوہن سس ایک روپ نجہ ٹھان
بھور سانجھ کہہ ارنئ بہتی ادہر تو آن

-:مہندی برنن:-

بارہ منگل راس کن سوئی سب مل آئی
ابھیہ دوہتھیرن دس نکہن مہندی بھئی بنائی

-:سکمارتا برنن:-

لگت بات تا کو کہان جا کو سہجم گات

نیک سانس کی جھوک مین پاس نہیں ٹھہرات

-:روما دل برنن:-

امل اودروا سگہر بین روما دل کی بھیکھہ
پرگھٹ دیکھئی سانس کی آواگون مین ریکھہ

-:پیٹھ کی نال برنن:-

نہین پناری پیٹھ توکینھو دیٹھ بچار
دہسک گئی بہہ بہار تین بینی کی سکمار

-:کٹ برنن:-

سنیٹ کٹ سمجھ نپت تکت ندیکھت نین
دیہہ مدہ یون جانئی جیون رسنا مین بین

-:جنگھا برنن:-

سیس جٹا دہرمون گھہ کہڑی رہین ایک پای
اپنی نپ کدلی تیو لہین نہ جنگھہ سبھای

-:پگ تل برنن:-

لکھہ پگ تل کی مرولتا کب برنت سکچانہہ
من تین آوت جیبھ لون مت پہالی پرجانہہ

-:نکھ برنن:-

دوت وا اوت نکھن کی بہنی کون کب ایس
پای پرت چہت جاہ کو بہیو چندپیہ سیس

-:تترب انگ برنن:-

مکھہ سیس نرکھہ چکورا ادرتن پانپ لکھ بین

پگ پنگج دیکھت بھنور ہوت نین

دوم - ازرس پربودہ

:پریت بھاو:-

توہت نو ترینہہ کو اپجنو ہرہیہ آئی
سرت سلل سینچت رہت پہل ہون کی جائی

:سکیبا:-

دہرت نہ چو کی نگ جٹی یاتین ارہین لائی
چھانہہ پری پرپرکہہ کی جن ننیہ دہرم نسائی

:الکرت جوبنا مگدہا:-

یون بالا جوبن جھلک ارجن ہین درسائی
جیون پرگٹت من کو بچن بیہ پترن مین آئی

:نو جوبنا مگدہا:-

جیون بیہ تنتھ باڑہت کلا جوبن بسیس ادہکات
تیون ستانس ہر گہت چہب دُت پھیلت جات

:پنخھ:-

النت ہین تو ارج ارنکست جھلک سبھائی
اُکس نکس سب تین کی پری جبین ہین آئی

:گیات جوبنا مگدہا:-

سکہن کنت لون تیہ نین کچ تک بہس لجات
مانو کمل کلین چتی الین ہلس رہ جات

:- اگیات جوبنا مگدہا :-

دادن باندہی سانس مین ہورسکہن سون لائی
سومیربن بیہ تہور ہوئی ہیہ مین اسسی آئی

:- نیودہا مگدہا :-

سکہن کہین لال آبہرن ٹہیک نہ پہرت بام
من ہین من سکچت ڈرت. بہرم لال کی نام

:- بشربدہ نئودہا مگدہا :-

ہنست ہنست رت بات لہہ یون روئی کہہ تیہہ
دیک دیک جیون دامنی ناجہین برسی مینہ

:- پنچھ :-

تیہ اگیان ارگیان مین پریم نہ دیت جائی
جمن گنگ یہہ پائی کی رہی سرستی بہائی

:- مگدہا کی سرت آننت :-

یون مینجت کو اوللا ابلن انگ بنائی
ملی پہپ کی باس لون سانس نہ پائی جائی

:- مدہیا :-

پیہ تیہ پلن کپاٹ کٹ نرکہہ لیہہ درگ کور
کہلت پریم کی جورتین مندت نیم کی جور

:- پنچھ :-

رمنین من پادت نہیں لاج پریت کوانت
دہون اوراپنچو پہرے جیون بب تیہ کو کنت

-: مدہیا انت کاما :-

یون تنیہ نہین لاج مین لست کام کی بہائی
ملیو سلل مین نیہہ جیون اوپر ہین درسائی

-: مدہا کی پیرت :-

کان پرت مرگ لون پری مرچھہ للن کی پران
کنٹھ ٹھنک نوپر جھنک دھن لئی جب تان

-: مدہیا کی پیریت :-

رمت رمن پیریت یون لاج مدن میں چھاک
جیون رتھہ ہانکت سارتھی دھون لیک کون تاک

-: پیروڑہا :-

جب بنتا برکھ راس مین رب جوبن چمکائی
مدن تہین پرت دیوس مدہ لاج سیت گھٹ جائی

-: پیروڑہا کی ستریانت :-

ڈہرک پری کہون اربسی نکہہ کچ سیس سہائی
نرن چھپیو منون کر سکھر دونج نکس درسائی

-: مدہیا دہیرا :-

لکھت ہنی درگ کمل لئی چور بدن رب اور
اب انھہ انن چندہت کربو نین چکور

-: مدہیا ادہیرا :-

بہی بڈ آئی تم رکھی میری ہت ٹھہرائے
ہانھ پرت ہو اور کی پاین پرت مو آئے

-: مدھیا دھیرا دھیرا :-

کت بنولیت نٹھر کی یہہ پونچھت گہہ ہاتھ
دہن انسوا گہن بوند لون جھری بات کی ساتھ

-: پرورہا دھیرا :-

پاگ دھرین پیری کہری پیہ مکہہ پری نہار
پہول جھری کرہین دہری آنکھ بہری جھجھکار

پرورہا دھیرا دھیرا

نین لال تک رس دری کچھو نہ بولی بال
بانہہ گہت ہین لال ارہنی تورا رمال

-: جیشٹھا کنشٹھا :-

کن بچتریہ کہیل بل دیہون تمہین سکہائی
موٹھہ مارواکی درگن مومکہہ ماندت دہائی

-: پرورہا دھیرا :-

ڈری گانٹھ جو بال ہیہ لہی نہ کبہون ناتھ
پرگٹ بال مدہ گانٹھ لون بہئی گہت ہین ہاتھ

-: اوڈہا پرکیا :-

نین اچل چل منج تو دواو بدہ من رنج
نج پت لاگت کنج ارایپت لاگت کہنج

-: انوڑہا پرکیا :-

روکہی ہو جن باس لون چوری دیت جنائی
بنان جڈہین سرنیہ جو پڈہیو نیہ سرائی

۶:سامانیا:-

مکت مال لکھہ دھن کہیو یہ اجگت ہے نا نہہ
گنگ تھاری اربسی شو میری ار مانہہ

-:انیہ سبنہوک دکھتا:-

تیری پاس پر کاس پر نیہ سباس بسائی
مو کارن لیائی نہین آئے آپ لگائی

-:پریم کرتبا:-

پیہ مورت میری سدا راکھین درگن بسائی
ڈریت گوری دیہہ یہہ مت سونری ہوئی جائی

-:روپ کرتبا:-

جوبن لہہ ان روپ ٹھگ اوہت گت یہ کہین
آپ جگت کون مار کے ہتیا موسر دین

-:مانتی:-

دہرت مانتی درگن یون انسوا بند بسال
منون مانسر کنول تین جہرت مکت کی مال

-:سوادہین پتکا:-

نرکہہ نرکہہ پرت دیوس نس تیہ چکھہ پیہ مکھ اور
کمل جان ال ہوت ہین سس انمان چکور

-:انکنٹھا:-

سکھی کہا جیہ ساج کی آج نہ آئی ناتھہ
گرہ بھولی کہگ لون پھری مومن سوجن مانھہ

-:کھنڈتا:-

پیہ تن مکھہ لکھہ یون دری تیہ چکھہ انسوا آئی
منون مدہ کر مکرند کون اگل گئی پھر کھائی

-:پرلبدھا:-

لکھہ سنکیت سو لون رہی یون تیہ نار نوائی
منون بنی شیو کی کرئی سبل کام کون پائی

-:کلنھتریا:-

الی مان آہ کی دسی جھار یو ہر کر نیھہ
تیو کرو دہ بس نان پہنتواب چھوٹت ہی دیھہ

-:باسک سجیا:-

تیہ سکھہ سیج بچھائی یون رہی باٹ پیہ ہیر
کھیت بنائے کسان جیون رہت بیٹھہ اوسیر

-:ابھارکا:-

ایسین کا من لاج نین پیہ بین اٹکت جائی
جیین سلتا کو سلل پون سامھین پائی

-:پنتھہ:-

انگ چھپاوت سرب سون چلی جات یون نار
کھولت نج چھٹا جننئ ڈہانپت گھٹا نہار

پرو گھمٹ تیکا

نس جگا ہی پرانتھ چہت پران مجوری ہال
انگ نگرین برہ یہہ بھیو نیو کنو ال

-:کمکہت تپکا:-

پھلین پاکہہ نہ آیہو جو اساڈہ کی مانس
پر تہمہ جھڑ جہت باس لون نکسی بیہو سانس

-:کچہت تپکا:-

پیہ کی چلت بدیس پچھو کہہ نہہ سکی لجور
چرن انگوٹھا تین رہی داب پچھورا چھور

کردی یہ جو چکنین ہرنت لاے سنیہ
برہ اگن جو چھنک بین ہون چہت اب کیہ

-:المکہت تپکا:-

ہراون سن پتہک مکہہ اگمن ہر کہہ سینہہ
نکہہ تین سکہ لون بال کے بہئی چکنین دینہہ

-:اکچہت تپکا:-

آوت لہہ گہنسیام کی آن دیس نین پات
چیلا ہوئی چمکن لگیونیہ نہی کو گات

-:آگت تپکا:-

سکہی بچھرن سسر کی ہوئی لہلہی ترنت
بیل روپ پر پہلت بہی لہہ بسنت سوکنت

-:اُتما:-

کیہون اوکن انگ کو لکہین نہ ہت کی جور
پیہ مینک مکہہ کی بہی رونی نین چکور

-: مدہما:-

پیہ سنگہ سنمکہہ رہت بمکہہ بمکہہ ہوئی جات
تیہ درپن پرت بنت لون تیری گت درسات

-: ادہما:-

جیون جیون آدرسون للن پانپ دیت بنائی
تیون تیون بہامن مین لون کہن کہن انیٹھت جائی

-: پت نایک:-

جب تین لالن رون کو کون لے آئے سنگ
تب تین شیولون آپنی کر راکہی اردہنگ

-: انکول نایک:-

نئی بسن جب ہون سجون تب پیہ بھرم لجاتھ
بن پرکہے دہن بچن کی ہیر سکت ہین ناتھ

-: وچھن نایک:-

ساگرو چھن دہن کی سم برنت ہین پمریت
وہ ندین یہ تین سون ملت ایکہی ریت

-: سٹھ نایک:-

ہیر ہیر مکہہ پہیر کت تانت بہو نہہ ندان
بانن بدہ کاہون نہین راکہی چڈھی کمان

-: دہرشٹ نایک:-

کالہہ گیو ہی آپ ہین موسر سو ہین کہائی
آج سیس جاوک لئین پھر لوٹت ہی پائی

-:اوپپت نایک:-

آئی وہ پانپ بھری رمنین آج انہان
جنھہ بوڈن نکس لکھین نکست بوڈب بران

-:ببیبک نایک:-

لال ادہر ہیرا رون جنھہ سبرن تن ساتھ
دیجیئی کنھ دہن لیائے جو کیجیئی تنہ دہن ہاتھ

-:روپ ماتی نایک:-

بار بار ہیرت کہا درپن مین چت لائی
نیک لکھو نج بدن سون رادہی بدن ملائی

-:پروکہت نایک:-

اگن روپ بن رہی برہ کت جارت ہی موہ
نیہ نن پانپ پای کے بور مار ہون توہ

-:سرورن درسن:-

جب تین موہ سنائی تون کہے کا نہہ کی بات
تب تین درگ مرگ لون چلی کانن ہین کون جات

-:سپن درسن:-

جاگت چور جو پائی دور لاگئے ساتھ
سپنین کو چت چور کیون آوی اپنین ہاتھ

-:چتر درسن:-

چترہ چتوت چتریون رہی ایک ٹک جوئی
متر بلوکت رادری کہو کون گت ہوئی

-:سونگھہ درسن:-

جیون پیہ درگ لال بہنوت تیہ بدن کمل کے اور
تیون پیہ مکھ سسں کی بہئی تیہ کی نین چکور

-:دوتی برنن:-

کیجی سکھ گھنسیام ہون آج پون کی رنگ
انھ چپلا چمکای ہون لیاے تہاری انگ

-:نایکا کی اسنتت:-

کسک کسک پونچہت کہا جسک مسک اگمان
کہسک جاے گی ٹھسک یہ نیک سسک سن گان

-:برہ نویدن:-

کہا کہون واکی دسا جب کہک بولت رات
پیو سنت ہین جیت ہی کہان سنت مرجات

-:بسنت رت برنن:-

کہون لیاوت بکست کسم کہون ڈلاونت پائی
کہون بچھاوت چاندنی مدہ رت داسی آئی

-:نربدہ بات برنن:-

سرور مانھ انھای ارباگ باگ برماے
مند مند آوت پون راج ہنس کی بھاے

-:باگ برنن:-

کلپ برچھ تین سرس تو باگ درمن کون جان
ساگر نکسو تکھن کون جل جنترن مس آن

گریکھم رت برنن

دہوپ چٹک کر چیٹک ار پہانسی پون چلائے
مارت دوپہر بیچ نتیہ یہہ گریکہم ٹھک آئے

-: پنچھہ :-

چھٹت نہ لی تل نیر جل دل سج چھت تین آئی
نرکھ نداگھ انیت کون چلیو بہان پین دہائی

-: جل کیل :-

ہر چھینٹت یون تین کر لہہ جل کیل انند
منون کمل پچھون اور تین مکتن جھورت چند

-: پاوس رت برنن :-

پاوس میں سر لوک تین جگت ادہک سکھ جان
اند بدہو جاہیں سدا چھت بھرت ہین آن

-: پنچھہ :-

جھول جھول نتیہ سکھت ہین گنگن چڑھی کی ریت
آج کالھہ مین آئی ہین سر نارن کون جیت

سرورت برنن

چند بدن چمکای ار کہنجن درگ پہر کاے
سکل دہرا کون چھلت یہ سروا پچھرا آے

-: ہمینت رت برنن :-

ہیمت سیت کی ورن تین سکت نہ اوپر جائی
رہیو اگن کون پاے کی دہوم بہوم مین چھائی

-: سسرات برنن :-

پرگٹ کہیت یا سسر مین روکہہ روکہہ کی پات
نچھرن کون چت ہون دہرین سوکہہ جات ہی گات

-: لیلا ہاؤ :-

سیام بھیکھ سج کی گئی رادہی درپن دہام
بھولیو بھیکھ جگت بھئی جت دیکہی تب سیام

-: بلاس ہاؤ :-

درگن جور انٹھلاے اربھو ہین کر بلسای
کامن پیہ ہیہ گود مین مود بہرت سے جای

-: للت ہاؤ :-

سکل بہوکھنن کون جدپ توچھب رہی سنگار
پی کنھہ بدھ انھ بہارئی پیہ مین جیہی نار

-: بچھت ہاؤ :-

سیام لال ان تلک تو یہ رنگ کینون مال
سونن کو رنگ سیام دئی رنگیو سیام کو لال

-: بیوگ ہاؤ :-

بات ہوئی سو دور تین دیجئی موہ سنائی
کارہی ہاتن جن گہو لال جو نری آئی

-: کلکنچت ہاؤ :-

شو سر کی سس مین شو انگ نج چھانہہ بھرمائی
ڈری جہکی روئی پھر ہنسی آپ کون پائی

-: بیھرم ہاؤ:-

بیندی ارن کپول دی لال دتھونان بھال
ایھہ بدھ کنھہ من ہرن یہہ چلی نویلی بال

-: بودہک ہاؤ:-

مانگ بیچ دہر آنگری ڈہانپ نیل پت بہال
اروہ نساسس چھپت پیہ سین بتای بال

-: مدہ ہاؤ:-

روپ گرب جوبن گرب مدن گرب کی جور
بال ورگن مین مدبھر بن آوت چلین ہلور

-: سوبھا اداہرن:-

ایک سکھین کر لی پھرین ہنت چکورن دہای
ایک بھنور کی بھیر کون مارت چنور ڈلای

-: کانت اداہرن:-

مکر بملتا لہہ کہئی کمل مردلتا باس
تو توانن کی ملن کی سبرن راکہئی آس

دیپت اداہرن

چند بھان بدہ مکھہ رچی تن چپلا سو ٹھان
تا پراوب دہری کہری تو تور پوجی آن

دہیرت اداہرن

دیپ تھاری نیہ کو برت رہت ہبہہ ماتھہ
بات چھون دس کی سہی بجت کیسھون ناتھہ

-: آٹھ سانوک بھاو :-

پیہ تک تھک اوہ بربن کہہ پلک سوید تین جھاے
ہوئے ببرن کمپت گری تیہ انسوا دھراے

-: سنگار رس اداہرن :-

موہن مورت لال کی کامن دیکھ سو بھای
ریجھ چھکی موہی جکی تھکی رہی ٹک لای

سنجوگ سنگار اداہرن

لی رت سکھ بپریت جیون رچی پریا اور میت
راو نو پرن بین بہی ایک رسنان کی جیت

-: انھ بیوگ مدہ سر تا نراگ :-

جاہ بات سن کے بہی تن من کی گت آن
ناکہہ دکہائین کامنی کیون رھہین مو پران

-: پوریا نراگ مین درشتا نراگ :-

ہین ٹکیا مانہہ منتھ دیٹھہ رئی کون دار
موہن ماکھن لی گئی دیہہ دہی کون دار

کرمان اداہرن

پیہ درگ ارن چتئی بہئی یہہ تیہ مکہہ گت آئی
کمل ارنیا لکھ منون سس دت گھٹی بنائی

-: دان اپائی :-

بیٹھئی ہین بج گرن کنہ لال مالتی پہول
جنجھہ لھ توہیہ کمل تبن گڈھی مان ال تول

بھیدا پائی

روس اگن کی آنچ تین تون جن جاری ناہہ
نتھہ ترور دہیت نہین رہیت جا کی چھانہہ

-:پرسنگ بدھیس اپائی:-

گھٹ پران جورین کون تپوت ہین کر مان
تی سب چکئی ہونھہ کی اگلی جنم ندان

-:پرپاس بیوگ:-

سوامناون کون گئی برہن پہپ منگاے
پرست پہپ بہشم بہی تب شیو دی چڑہاے

-:کرنا بیوگ:-

سکہہ ائی سنگ جنہ تج گئی پیہ مم رچہا کاج
سوء پران دکھ پاے کی چلیو چھٹ ہی آج

سندیس

پکڑ بانہہ جن کر دئی برہ ستر کے ساتھ
کہیوری وانٹھر سون ایسی کھیت ہاتھ

-:پاتی:-

بتھا کتھا لکھ انت کی اپنین اپنین پیہ
پاتی دے ہین اورسب ہون دیہون یہہ جیہ

دیگر نایکا برنن بزبان ریختہ درورن رباعی بستہ کہ این دور باعی ازان است

ا-سکیا

ازبسکہ حیادوست ہی وہ مایۂ ناز اس طرح سون ہی اس کے سخن کا انداز

خامے کی زبان سون جیون نکلتے ہین حرف   پر کان تلک نہیں پہنچتی آواز

۲- بشر بدہ بنودہا

آئے ہیں اگرچہ خوب ایام شباب   پر کچھ اس کا چھٹا ہے اب خوف وحجاب
تدبیر گئی رہی ہے یون نایک پاس   جیون آگ مین زور سین دوا کے سیماب

نعت

نور اللہ تین اول نور محمد کو پر گٹو سبہہ آئی
پاچھین بہی تہون لوک جہان لگ او سب سرشٹ جو درسٹ دکھائی
آد دلیل سوانت کی کئی رسلین جو بات بھی من پائی
تو لون نہ پاوی الہ کون کیہون جو لون محمدؐ میں نہ سمائی

منقبت

پربھو کون نہ جینہو ان من میری ایک چھن بیدا او پر ان کو کیونہ چیت چاوری
تج دوار ایس کو نوا یو سیس مانس کو پیٹ ہی کی کاج سب لاج کھوے باوری
ایسو ہی ندان جاہ آج لو نہ آیو گیان کیہوں نہ تجھی اجان اپنو سہاوری
بھریو اپرادھ تبو ڈرت نہ تل آدھ شاہ مردان جو بھروسی ایک راوری

بشر بدھ بنودہا مکدہا کبت

اُوچک ہین آئی بال نیین رنہار لال بیٹھ گئی تنھ کال آپ کون چھپائے کے
چینچل چیتون چت چیھین ہر رسلین کون کرکری کیل بھون مرجھائے کے
ناہی سی ہیہ پاس آڈاڈ سکھین کے آون تیہ کی رہی ہی چھب جھائے کے
بادھک جیون چوٹ کے درت پھر اوٹ اوٹ مرگ لوٹ پوٹ ہٹین کھوج لیت جائے کے

ترنائی اگم ریت برنو کبت

آوت بسنت ترنائی تر ترنی کے پات گات ارنائی دورت پنیت ہے

بکست سمن من پیہل اروج ہوت بھنونت بھنور چیت راکھ رس پریت ہے
گہورو گنٹھ بہاس باس انگ کے سباس پرم پرکاش کرلیت پران چیت ہے
رت بیس گئی تین نہ بہاوین رسلین دوا و جوبن کی ریت سوئی جوبن کی ریت ہے

-:ادہیا دھیرا ادھیرا کبت:-

رات کون بتی جیون پرات آئی رسلین تنہ کال بولی بال سکچات لکھ پیاری کون
ہین سنگھ مل دیو سہو تو دیجی سکھ کوک سم ٹار رین برہ ہماری کون
تب ان کینہین گہات نین میری ہین پررت کیسی کر ہیرون تو مکھ اجیاری کون
بام کہیو جانی ہم اندرانی ہتین سواب چندرمان بھئی ہون درگ کنولن تہاری کون

-:رت دوتی منایومانی کوتا کوکبت:-

بدن ہی چند تہان راہ بار دیکہت نین مرگ پلوا دہر تہان آ ہی
ناسا کیر ڈھک رسلین دانت داڑ بین ہین مورکویو روم راجی پنگی سراہی
کٹ سنگھہ گج گت ہی نین بیکہی باتین یہ بات آن ہئین اوگاہی
اپنی سب ستر توء تن آن متر بھئی تو کون نج متر سنگ سترتا نہ چاہی

-:سانت رس کبت:-

تیری منورتھ کون ہوت ہی ہین لوک تو نہین ہوئی اکاس کرہی نکہت اُدوت ہے
تو نہین چارو تتو سیل ترپس پنچھی ہوت تو نہین ہوئی میگھہ پوچی کوت او اکوت ہے
تو نہین بن ناری بھرتا کی رس سیلین ہوت تو نہین ہوئی کے ستر لیت اپن تین بوت ہے
جاگ پرین جھونٹھو جیون سپن لوک ہوت تیون ہین آتما بچاری لوک جاگت کو ہوت ہے

-:نرت برنن کبت:-

بسن بنا ی لٹ آنن پی لٹکائے کاجر لگائے چکھہ پان مکھہ کھائے کے
تال جہنکائے بین مردنگ ملائے ننکار کون بلائے سب سنگت رچائے کے

ہاتھن اُٹھائی گٹ گریون لچکائے دوا و بھنوین نچائے ات نین مٹکائے کے
ینور بجائے جب بہائے سون دہرت پائی لاگت ہی گت آئی تیری پگ وہائے کے

(۶) سیّد برکت اللہ قدس سرہ

اسم سامی در فصل فقرا و شعرا شیرازۂ جمعیت این اجزا است
گاہی میل بہ شعر ہندی می نمود - و معانی عرفان را بہ زبان ہند ادا می فرمود -
"پیم پرکاس" نام رسالۂ دارد مشتمل بر دوہا و کبت و بشنپد و دہرپد وغیرہ کہ در مردم دائر
است پیمی تخلص می کرد قدری از اشعارش ثبت می شود ؎

چکھ جوگی کنٹھا گرین ارن سیام اور سیت
آنسو بوند سمرن لئین درسن بھچھا ہیت

پیمی ہندو ترک مین ہر رنگ رہو سمائے
دیول اور مسیت مون دیپ ایک ہین بہائے

انٹیا تن کی اٹپٹی من ٹپوا بھیو مور
سور جہاوے کر گیان سون بنی پیم کی دور

من پنچھی تن پنجرا پانپ بھرو امول
پیار و پور و کر دیو توہین توہین نت بول

تم دیپک ہم ہین پتنگ اجگت کہے سنائی
بن دیکھین نہین رہ سکون دیکھین رہو نجائی

ہون چکئی وا سندھ کی جہان نہ سورج چند
رات دیوس نہین ہوت ہی نان دکھ نانھ انند

من پارا تن کی کھری دہیان گیان رس موی

برہنھ اگن سون پھونک دی نرمل کندن ہوی

جہان پیت تہان برہ ہے جہان سکھ دُکھ کر دیکھ
جہان پھول تہان کانٹ ہی جہان درب تہان سیکھ

جم جن بورا ہوئے تون دورت گھیرت آن
ہم تو تب ہین دی چوگی پران ناتھ کو پران

ہم کسان ہت کھیت کے بووین دھیان کے دہان
لونین گیان کے ہاتھ سون ہووی درس کھلہان

نئی ریت یا پیت کی پھلین سب سکھ دیھ
پاچھین دُکھ کے جیل مون داڑ کری تن کیھ

من بیند ہو واکیس مون ڈھونڈھو کیئو بار
بہولو کاری ربن کو تا کو کہا بچار

ہت کینون سکھ جان کے پڑی دُکھن کی بھیر
کیا کیجی من ہوی گئی کڑوا کڑ ہتین پھیر

یُؤمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ کون آنکھہ موند من پیل
سیکھو گرسون یہ جگت آنکھ مچونون کھیل

سیاہم ہو سانچ سون سر نہر آوی کوی
پرم جوت تا بدن پر جگمگ جگمگ ہوی

تو ہنین تو نہین جو چھوٹے ہو نہیں ہوے
جہار بچھاوی کامری رہی اکیلا سوے

رکت پان پکوان تن ہیو رسوئین سار
بیٹھی برہار اوری سدا کرت جیو نار

میا موہ من مین بھری پیم پنتھ کون جائے
چلی بلائی جج کون نو سی چو ہے کھائے

اووہ گئی آئی نہ ہر گریو نہ ہر چت چاؤ
برہا توہ انند ہی موسل ڈھول بجاؤ

(۷) میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی

سابق در فصل اول بیان نمودہ شد کہ او را رسالہ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" در وصف انواع شیرینی درین رسالہ طوطی ناطقہ اش طرفہ شکر ریزی کردہ و اشعار ہندی را بہ زبان شیرین ادا نمودہ - از انجاست ؎

برنون واحد کون بدہ کٹن کی دت جوت
رین اماوس جاہ لکھ پورن مانسی ہوت

کئی بار پھر پھر کے رسنان پھر پھر کہات
پھر پھرنے کی لگت ہی پھر پھرنے کی بات

:- کبت :-

میٹھی ہی نپت ہی سبھای بہای نینن کی جاکی رس چاکھی کو سبی للچات ہین
پھیکی او بھیی سب کہای کے کھا کھون ہیرا کی سی جوت دیکھی پھولے نہ سمات ہین
کھانڈ کی کبیلی مدہ ات ہین پیوت ہنس رسنان کی پیاری ہی ادھٹن بلات ہین
ایسی سکمار ہین ہی اولی بارون کالپی کی دیٹھ کی لکھین دیکھو ٹوتی نہو جات ہین

(۸) محمد عارف بلگرامی سلمہ اللہ تعالیٰ

جوان قابل صاحب فضائل است۔ ترجمۂ او در فصل اول گذشت شعر

ہندی خوب مے گوید۔ ومضامین دلنشین مے آرد۔ برخے ازان درین جریدہ درج می شود۔

از سکھ مکھ دوہا

-: منگلا چرن :-

بال بال کے بال کو بیوری بھید نہ پای
سکھ نکھ تین بالن ہین کنگی لون نہ سمای

-: بینی برنن :-

سمرہیو متھ ہین من لئی جگ کرت انیت
بینی تیری سیس مدہ کرت کو بینی ریت

-: مانگ برنن :-

بچھیو ہیتو کے نان بچیو اندا بد بہچہ سوے
مانگ بھیکھ جھلکت سوہیہ راکھی کلا جو کوے

-: انگ سدی جت :-

لال بیندلی جت الک لکھ آوت اپمان
پہن ست انگ مینگ کے من دہو کہین لپٹان

-: نتر برنن :-

لکھ چکھ پین بہر بہا دام مانون لیکھگ مین
چکھ پد دیرکھ کرت ہنت لک دبہی ہی این

-: الحہ :-

کہنچ تھکی لکھ چپلتا کورنگ چکی لکھ رنگ

مین جکی درگ پین لکھ چھب لکھ چھکی ترنگ

-:الحہ:-

بس پھیلت انکی لکہت من پاوت نہیں چین
کن پرکاش بچ گن کرین برچھک راس توئین

-:کرن برنن:-

گنیا کیون کہہ سکت تیہ سمتا سیت پرکاس
جاکا نن پت کی کرت مکت ناک پیئں باس

-:ناسا برنن:-

اپجت ہے ایکیئی کمل ایک نال مین آئے
اوبھت ناسا نال چت چکھ بب کمل لکھائے

-:نتھ برنن:-

تیہ نتھ کی جھولن نرکہہ للہی من یون پای
مکتن ڈاریو ناک مین سنگ ہنڈورا آی

-:کرن مکت برنن:-

مکت بہئی جدپ نوؤ ناک باس نو آس
کانن کان مین اجون تب ہت کرت نواس

-:لالری برنن:-

نتھ موتن بچ لالری راجت ہی ایٹھ مود
مکت رمت منون ناک پرانند بدہوگھ گود

-:ادہر برنن:-

ادہرامی دہر ہیت کنھ بال سدہا دہر بہال

سینچو اوٹھن ناس مگ ادھر گاڈ مرنال

-:مسا برنن:-

لسا مسا ات رس مسا بسا کپولن سوبھ
دھنسا الی ال کمل مین پھنسا سوربھ کی لوبھ

-:دسن برنن:-

لکھیت کچھو اتپات سوالی دسن ہی ناتھ
بھان اودی ہون دیکھیئی نکہت بال بدہ ماتھ

-:دس برنن:-

دسن مکت کی ہوت ہی جہان ہنسن درسائی
بیج کھری دب جات ہی پھول جھری بجھ جائی

-:مکھ جوت برنن:-

انگ نہ انگ مینگ کی او مرگ انکھو ناتھ
تؤ مکھ وت لکھ رسن جر دیور اک ہیہ ماتھ

-:مکھ جوت برنن:-

مکھ دیپ وا بدن کی اپمان ہین سب ہین
جا مکھ جوتن ہوت ہئی رجنی پت وت چھین

-:مکھ باس برنن:-

ڈگر ڈگر تؤ بگر کی گنجت مدھکر پنج
کینو تؤ مکھ باس نی بھون کنج بن کنج

-:تھوڑہی برنن:-

توتھوڑہی سوبھا چتئ کیون نہ لال للچاہنہ

جنھہ لکھ ٹھوڑہی ہاتھ دئی کہری بال پچھتانہہ

—: کنٹھ برنن :—

ہاریو کوٹ کپوت کو دیکھہ کنٹھ ابھرام
گنھین لون ان نج گرین ڈاریو ٹپکا سیام

—: کنٹھ برنن :—

ہارا دارا کنٹھ لکھ بہیو کنب ات پاپ
اکلنکت نھہ کرت ہین بیدھ پھونک من آپ

—: ریکھا برنن :—

پیکھ ریکھ تؤ کنٹھ کی جیہ کپوت دہر تیکھ
پھانسی پھانسی نج گرین پیت واگھہ بسیکھ

—: کنٹھ سر برنن :—

سنی جھنک سر لیت ہین توسو کنٹھ کی کوک
چاتک ہیہ دؤ ٹوک ہوی جرکھوک بہئی موک

—: نار برنن :—

نار نار لکھ کی رہین نارین نار نو ای
ہارین سارین ہہر کی ہارین ہاری کھای

—: بانھہ برنن :—

پاس نلت تؤ بانھ کی پیت اجگت ہیت
جیو لیت دھ کر پرین یہہ پنیتم جیہ دیت

کانکھ برنن

کنکھیان لکھ ان بانہہ تر سکھیان رہین اجیت

شُدھا سندھ بب لہر تین پری سندھ کنھہ ہیت

-: پہنچا برنن :-

کوٹ اوپاین سون الی بلی کرین بدھ ساتھ
پیٔ پہنچن واکی ہنین پہنچت اپمان ہاتھ

-: پورین برنن :-

بہاوت چت آوت ہین لکھ انگرین چھب این
پورن پورن رس کیو منون گانٹھ دی ین

-: روما دل برنن :-

مانگ انک جو سیامتا مٹی الی تون دیکھ
اُدر آن سو پر گھٹی روما دل کی بھیکھ

-: روما دل برنن :-

روما دل نہہ جان تون لکھ پیسر سکھی رنگ
گج شو تج منو تک چلیو نابھی ببر بھونگ

-: کچ اگر سیامتا برنن :-

لست یام کچ سنبھ پر نہیں سیامتا رنگ
رہیو منو بھو کون وہی سر چڑھ رہیو کلنگ

-: ارج سندھ برنن :-

الی بھلی بدھ جان تون ارجن سندھ انوپ
ادہرامی کی چرن ہت راہ مانہہ کی کوپ

-: نابھہ برنن :-

نابھہ بھنور لون دیکھی روپ سندھ تو گات

سکھان کیجئی کون سر اپمان بوڑی جات

—: کٹ برنن :—

ای ری تیری لنک تین الکھ روپ سرسات
جاتین سب پرکاس ہی وہی نہین ورسات

—: الحہ :—

کٹ اڈیٹھ کون ایٹھ لون بہیو نٹھ بدھ سنگ
پرگٹ بہیوہی بھیکھہ دہر جگ امیک کوانگ

—: کام بھون برنن :—

تیری نابھ ترکوالی برنن کرت سکات
بدہ نج ہیہ سکچت جہان اوپان جات لجات

—: چرن برنن :—

امل کمل واچرن کی لہئی نہ سمتا این
جا پر بہنورن سون سدا بھرمت ہین جگ نین

—: ایڑی برنن :—

توءایڑن سکہان کی ہین اپمان سب ہین
موڑہ بوڑھ جا برن ہوی اند بدھو پدلین

—: گات برنن :—

اپمان کو او لاگت نہین واتن اوپ انوپ
جات روپ سی گات لکھ جات روپ کو روپ

—: چھٹ برنن :—

چھب جھلکت منہ جھلک تین من لاگت اپمان

ہوت اودئی سس کی منون سمد سلل اولنھان

-: سکمار نا برنن :-

کیون وہ بھوکھن کنک کی سجئی انک ئسکمار
نیٹھ نیٹھ نگ ڈگ دہرت نار مہاور بہار

-: سو بھا برنن :-

بن جیور جیہ برہری تا تین بدھ بچار
متواری ہتیار لون راکھی بھوکن ٹار

-: سکھ نکھ پورنتا :-

پرتھم پچیو سکھ نکھ برنِ عارف نپٹ اجان
بدہ جن جان سدھاریو چھمیو بدھ ندان

از سکھ نکھ کبت

-: جورا برنن :-

کیدہون بدہ ببدہ بدہان چھند بند کر باندہیو گانٹھ سوہت اسیت ہے
کیدہون رس میچک کی للت نوین لتا سندر ادوار پہل تا کو چھب دیت ہے
کیدہون کام نٹ کہری کندن جہری بین دہری نلین کوئی دان پر انن کو لیت ہے
کیدہون ہم سان بین بدن بیٹھو آسن کئی کیدہون تیہ تیرو جورونیہ کو نکیت ہے

-: بینی برنن :-

کیدہون رتن سان ہین کے سکھا پی سوہی دہار ترن نئو جاے ادہک سکھ دینی ہے
کیدہون مین کیتن نکیت کے نسینی سوہی کیدہون نب رسنا کے سچھم سنینی ہے
کیدہون کل پدرم کے للت لتا کے پرت سندر سودیس سوہی الی ال سینی ہے

سکھان سو بیکھ آدرس کی سہاونی ہی کیدہون منموہنی کی موہنی سی بینی ہے

-: نتر برنن :-

کیدہون مین کیتن کی سرکی ہین اوبھی مین کیدہون بنج سرجو کی سرادوات ہین
کیدہون پرپھلت ارن سرسج تامین نیل کنج راکھی تاکی سوبھا سرسات ہین
کیدہون جوری بھوری کل کھنجن کی رنجن ہئی رسک ملند کیدہون دنپت بکھات ہین
پنیٹ نویلی ال بیلی ہیم سیلی کیدہون تیری سبھہ ابھہ میری پچھن سہات ہین

-: مکھ برنن :-

باسرن ہوا یتو اوت امل جوت واکو نس ہی مین اولو کی لوک لوک ہے
بہان مد مان یاکے مہان سمان مان بہئین دن واکون دن پردیہہ سوک ہے
پورن پرکاس سدا سدہا کو نواس دیکھو رہت دوکھت جاتین نت سوت کوک ہے
یاکون نکلنکت کلنکت لکھیوہی واکون تیرو مکھ چندبال چند سم کوک ہے

-: ناسابرنن :-

سکھان اکھنڈ سک تنڈن کی کھنڈن ہی منڈن مکھ منڈل کب ابھلاکھی ہے
تل کو سمن تلوتول تن پادئی نہین تومین کیتن کی چھبین بدہ بھاکھی ہے
سکھان امل مہاکومل نوین ات روپ سرسرسج کلی کی سب تاکھی ہے
راچیو نج نیہ تین بدہاتا تیہ مکھ دیپ تاکی دت ہیت ناسابا تی سم راکھی ہے

اروج برکابرنن

کالندیکے کول کیدہون کام کیل کلاگر کوک دوی اسوک چت کھت بسیری ہین
جوبن متنک ماہتو مدکی ترنگ تنک ناکی کل کینھہ کہج بھیکھ جک تیری ہین
کیدہون کاہو سدہ ہیکی سادھنان تین ہیم لتا سوپھل بھی ہی تاکون بکھ کب چتیری ہین
کلکا سروج ہین منوج مانسر ہیکی کیدہون جب جوج سی اروج تیہ تیری ہین

:- رام راجی برنن :-

کیدہون منمتھ کیا نے من بس کر بیکون جلدل پان پر منتر پانت ساجی ہے
کیدہون پیہ منکے منورتھ نین کج ڈاری کمند کاری ات چھب چھاجی ہے
درپن اور بین کی تیب کوری کو جاتین نپک کمار چھب کوٹ کٹ لاجی ہے
کری پیہ راجی دیت سوتن کو باجی یہ تیری روم راجی بدھ ایسی بسھ ساجی ہے

:- جان برنن :-

کری ہوئی ارہین کر ساکر کری ہی دیکھ نپت اچنبھا بھری رنبھا گت چھاجی ہے
سندر سرت دنت سو بہونت راجت ہی رچنا رچرچ کرن براجی ہے
ات ہین سروپ ڈھاری روپ ہیکی ساپچی مانون کاریگرئین اچھی مورت سماجی ہے
سکھان ترلوک کی سکیل سوچ سوچ ات میری جان بدہ جان جان نیہ ساجی ہے

:- نو پر برنن :-

روپ کو کیدا رسم سندر اجر تامین ترل کنک کیسی لتا در سات ہے
کیدہون پھری کہری کلد ہوت کی نورہی جاکے چھب مرکن کی چھتا چھہراتی ہے
نوپر نوین نیلن کی نگن جیتو تا کو کر دیٹھ انیتھ ایمان رسہات ہے
بہونرن کی پانت تامرس کے سمن پر سکھان سموہ لہہ سکھہ سون اگھات ہے

:- پد برنن :-

پدم نہار ہار پنک پد کار بیٹھو باسر سرن واکون ہوت دن کر ہے
سانجھ مرجھائے جھوم جھکت ہی سوچ سوچ نلج بہہات کری پھیر سر پر ہے
کومل امل مہات ہین سرنگ لکھ ایمان بھکت بھی کری کاہ سر ہے
ایری پرت بنب تیری بدھیکو جیہ جان لینہی ہی کمل اجون رمان نج کر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الْمِنَّہ کہ خامۂ خوشخرام بہ منتہای این قلمرو رسید۔ وسیا حتے کہ

آغاز کردہ بود بہ انجام رسانید۔ و بہ اقتضای ترتیبی کہ درین تالیف اختیار افتادہ ختم کتاب بر نظم ہندی دست بہم دادہ۔ چہ مضایقہ۔ بعض الفاظ ہندی جزو فرقان عظیم است۔ و جواہر سلک کلام قدیم۔

شیخ جلال[1] الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ در تفسیر "درمنثور" می گوید۔ تحت قولہ تعالی طُوبیٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ" اخرج ابن جریر وابو الشیخ عن سعید بن مسجوح قال طوبی اسم الجنة بالهندية"۔

و نیز[2] شیخ جلال الدین سیوطی رح در تفسیر آیہ کریمہ سندس خضر از شیذلہ صاحب کتاب برہان نقل می کند" السندس رقیق الدیباج بالهندية"۔

و نیز[3] شیخ جلال الدین سیوطی رح می فرماید" اخرج ابو الشیخ عن جعفر بن محمد عن ابیہ رضی اللہ عنہما فی قولہ تعالی یا ارض ابلعی ماءك اشربی بلغة الهند"۔ علماء فصاحت اتفاق دارند کہ این آیہ افصح آیات قرآنی است و ابدعِ بیّنات آسمانی۔ وقوع لفظ ہندی در کلام معجز نظام خصوص درین آیہ بلند پایہ از عجائب است۔

ختم این کتاب در سنہ ست وستین و مائة والف (۱۱۶۶) بوقوع پیوست۔ و خامۂ آرام طلب تاریخ ختم چنین نقش بست لمولفہ

حبذا نو نہال موزونے ۔۔۔ کردہ ام سبز در ریاض سخن
سال اتمام آن خرد پرسید ۔۔۔ گفت آزاد "ختم اوا احسن" ۱۱۶۶ھ

چشم از یاران دادرس و عزیزان مسیحا نفس آنکہ اگر گوشۂ چشمی برین متاع حقیر اندازند۔ و با وصف عدم لیاقت منظور نظر التفات سازند مخلص را بہ ارمغان

---

[1] درمنثور جلد رابع صفحہ ۵۹ مطبوعہ مصر۔

[2] اتقان صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ مصر ۱۲۷۹ھ جلد اول۔

[3] درمنثور جلد ثالث صفحہ ۳۳۵۔

دعائے یاد آرند۔ وسبزۂ احسانے برمزار خاکسار واگذارند۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ
عَلٰی سَیِّدِنَا خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ نِھَایَاتِ الْاَوَّلِیْنَ۔ وَ اٰخِرُ
دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

تمّت بالخیر

(۱) حصہ اوّل میں مقدمہ مصنّف ہے۔ جس میں وہ تمام وجوہ و اسباب درج ہیں جنہوں نے جناب رسالت مآب صلعم اور اُن کے اصحاب کو لڑائیوں پر مجبور کیا۔ اس کے ضمن میں مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ اور مشرکین عرب کے مظالم کو مفصل بیان کیا ہے جن کی مدافعت کے لئے مسلمان تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد اشاعت اسلام کے واقعات بیان کئے ہیں۔ اسلام کی تعلیم اور تمدنی اصلاحات پر گہری نظر ڈالی ہے۔ اوامر و نواہی خصوصاً مسئلہ جہاد کے فلسفہ کو سمجھایا ہے۔ اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مذہب اسلام اصول انصاف اور قوانین فطرت کے مطابق ہے اس لئے آسانی کے ساتھ لوگوں کے دل نشین اور دنیا میں مروّج ہوا۔ یہ مقدمہ (۱۲۸) صفحات کا ہے۔

(۲) حصہ دوم۔ مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ جس میں تمام غزوات کے حالات درج ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ فقہ اور تاریخ کے ناقابل تردید حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ بانی اسلام کی تمام لڑائیاں دفاعی تھیں۔ اشاعت مذہب میں آپ نے کبھی جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔ اسیرانِ جنگ کے متعلق یورپین مؤرخوں کی افترا پردازیوں کی قلعی کھول دی ہے اور پورے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت ؐ نے اسیرانِ جنگ کے ساتھ ہمیشہ نہایت رحیمانہ و منصفانہ برتاؤ کیا۔

(۳) حصہ سوم میں تین ضمیمے ہیں پہلے ضمیمہ میں جہد و جہاد کی صرفی۔ لغوی اور فقہی قواعد سے تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں یہ الفاظ بمعنی جنگ و جدل استعمال نہیں ہوئے۔ دوسرے ضمیمہ میں لونڈی غلام اور حرم بنانے کی تردید کی ہے تیسرے ضمیمہ میں ان آیات قرآن مجید کے حوالے درج ہیں جن میں دفاعی لڑائیوں کا ذکر وارد ہوا ہے۔ ان مباحث کے ذیل میں مصنف علامہ نے تاریخ۔ تفسیر اور فقہ کے اکثر مسائل حل کئے ہیں مثلاً قبائل عرب کے انساب و مواطن کی تحقیق۔ رجم و رجوم کی لغوی تشریح۔ بنونضیر بنو قریظہ اور دوسرے یہودیوں کے قتل کی فرضی داستانیں۔ غزوۂ خندق کے متعلق نعیم بن مسعود کی تقریر پر بحث۔ جنگ بدر کے اسباب۔ تعدد زوجات۔ غلامی۔ تسرّی کے مباحث خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں۔ ریحانہ۔ ماریہ قبطیہ اور بی بی زینب کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ غرض کہ یہ کتاب مسئلہ جہاد اور اس کے متعلقات پر اس خوبی سے لکھی گئی ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

اس کتاب کے پبلشر مولوی عبداللہ خاں صاحب کے نام سے علم دوست اصحاب بخوبی واقف ہیں جنہوں نے "گلشن ھند" اور "مآثر الکرام" اور "اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام" اور "تحقیق الجہاد" جیسی عالمانہ و مذہبی کتابیں شائع کر کے ملک و قوم کی عظیم الشان علمی خدمت انجام دی ہے۔ خان صاحب موصوف نے اس کتاب "تحقیق الجہاد" کو بصرف زر کثیر شائع کر کے اسلامی لٹریچر میں ایک

قابل قدر اضافہ کیا ہے۔

مولوی غلام الحسنین صاحب پانی پتی کا نام نامی ترجمہ کی خوبی و عمدگی کے لئے ایک قابل اطمینان ضمانت ہے، فاضل مترجم نے جابجا نہایت عمدہ اور قیمتی نوٹ بھی لکھے ہیں اور اس کے بے مثل ہونے کا مزید استحکام اور وثوق یہ ہے کہ یہ ترجمہ عالیجناب شمس العلما مولانا الطاف حسین صاحب پانی پتی کی نظر سے گذرا اور ان کی اصلاح سے مزین ہوا ہے۔ خود پبلشر یعنے مولوی عبداللہ خاں صاحب نے بھی خاص طور پر نہایت توجہ و اہتمام کے ساتھ اس کی تہذیب و ترتیب کی ہے مصنف مرحوم نے انگریزی میں جو حوالے دئے تھے خان صاحب نے اُن کے صفحات بھی بتائے ہیں تاکہ تلاش کرنے والے کو آسانی ہو اور خود دوسرے حوالے تلاش کر کے بکثرت اضافہ کر دئے تاکہ مصنف کے بیان کو مزید تقویت و تائید ہو۔ انگریزی میں آیات قرآن کا فقط ترجمہ تھا۔ خان صاحب نے اس اردو ترجمہ میں اصل و متن کو جمع کر دیا او نصف کالم میں اصل آیت لکھ کر مقابل میں اس کا فصیح و صحیح اردو ترجمہ لکھا ہے۔ انگریزی سے عربی کے اسماء و اعلام کے نقل ہونے میں جس قدر دشواریاں ہیں اس کو صرف علمی مذاق رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ خان صاحب نے نہایت قابلیت و محنت کے ساتھ سیکڑوں عربی کتابوں کی مدد سے ان مشکلات کو بھی حل کیا۔ غرض کہ آپ نے اس کتاب کی تصحیح و تحشیہ میں نہایت جانکاہی عرق ریزی اور کمال تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یورپ میں جو کام بڑی بڑی جماعتوں کے ہاتھ سے ہوتا ہے وہ انہوں نے تن تنہا انجام دیا۔ جس کے لئے وہ مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کتب خانہ آصفیہ کا ایسا عظیم الشان بے مثل اور نادر خزانہ کتب اگر موجود نہ ہوتا تو یہ مرحلہ کسی طرح طے ہونا ممکن نہ تھا۔ اب پبلک کو اس لاجواب کتاب کی خریداری کر کے قدردانی و امداد کرنی چاہئیے تاکہ خانصاحب ممدوح کو دوسرے مفید کتابوں کے شائع کرنے کا آئندہ حوصلہ ہو سکے۔ صرف مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی بے مثل اور قابل قدر (۵۴) چھوٹی اور بڑی مذہبی کتب و رسائل قابل اشاعت موجود ہیں۔ اس کتاب کے شروع میں مولانا مولوی عبدالحق بی اے علیگ کا مختصر مگر دلچسپ و مفید مقدمہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ اصل کتاب کے (۲+۱۴۴) صفحات ہیں اور نہایت عمدگی سے مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپی۔ اس کی قابل قدر خوبیوں کے مقابلہ میں قیمت نہایت کم یعنے فقط (سے) علاوہ محصولڈاک مقرر ہے اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن سے مولوی عبداللہ خاں صاحب کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

۵ شوال ۱۳۳۱ھ ہجری
مطابق ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء

شمس اللہ قادری
حیدرآباد دکن